U64332

Title - MASAILA-E-KHILAFAT-O-JAZEERA-E-ARAB

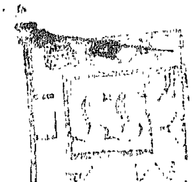
Creator - Abul Kalaam Azad.

Publisher - Al Balaagh Press (Calcutta).

Date - N.A.

Pages - 160

Subjects - Islam - Masaila-E-Khilafat; Khilafat - Islam; Khutbaat - Azad, Abul Kalaam; Jazeera-E-Arab.



اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

سلسلہ مطبوعات مسئلہ خلافۃ

نمبر (۱)

مسئلہ خلافت و جزیرۂ عرب

یعنی

مولانا ابو الکلام کا خطبۂ صدارت جو انھوں نے پراونشل خلافت کانفرنس بنگال
نعقدہ ۲۸ - ۲۹ - فروری سنہ ۱۹۲۰ء کلکتہ میں دیا - اب آل انڈیا خلافت کمیٹی کے شعبہ تبلیغ
شاعت (کلکتہ) کی جانب سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جاتا ہے -

تم مسلمان، جو ایک زمانے میں اللہ اور اُس کے دین پر جان کے لیے سب کچھ کر سکتے
تھے، کیا اب اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندوں تک
نچادو؟ تم کو چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک کم از کم دس مسلمانوں تک وہ
ارے حکم نہ پہنچا دو جو اس رسالہ میں درج ہیں - اور اُن میں سے ہر ایک کو
میت کرو کہ اسی طرح دس آدمیوں تک شریعت کے یہ احکام پہنچا دے - فلیبلغ
شاہد الغائب، فان الشاہد عسیٰ آن یبلغ من ہو اوعی لہ منہ -

قیمت ایک ۱ روپیہ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ! (۱۰ : ۸۶)

رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ
اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ
سَبِیْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِیْمَ ! (۱۰ : ۸۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل
من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،
فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷:۱۶)

کیا مسلمانوں کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل
اللہ اور اُس کے حکموں کے آگے جھک جائیں اور غفلت و نافرمانی سے
باز آئیں ؟ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو مسلمانوں ہی
کی طرح کتاب الٰہی دیگئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت
گزرگئی تو غفلت میں رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس
جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلوں کی وہ نرمی اور اثرپذیری
نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر؟

فہرست

Printed by F. D. Ahmed Mirza at the " Albalagh " Printing and Publishing House 45, Ripon Lane Calcutta, and Published by Moulvi Mohamed Akram Khan for " All India Khilafat Committee " Publishing & Circulating Branch Calcutta. (May 1920)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ - وسلام علی عبادہ الذین اصطفی -

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسہ کي نسبت مسلمانوں کے مطالبات کي تمام تر بنیاد احکام شرعیہ پر ھے - اسلیے سب سے مقدم کام یہ تھا کہ ایک مبسوط تحریر اس موضوع پر شائع کي جاتي ' جسمیں تمام احکام شرعیہ کي پوري طرح شرح و تحقیق ھوتي ' اور جسقدر شبہات اس بارے میں پیدا ھو سکتے ھیں ' اُن سب کا کما حقہ ازالہ کردیا جاتا -

مسئلہ کے بعض اطراف نہایت نازک ھیں - نظر کي ذرا سي کجي اور بصیرۃ کي تھوڑي سي کمي بھي طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کردے سکتي ھے - چنانچہ یہ رسالہ اسي غرض سے شائع کیا جاتا ھے -

۲۸ - ۲۹ - فروري سنہ ۲۰ کو بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ھوا - اس اجلاس کیلیے مولانا ابوالکلام نے یہ رسالہ بطور خطبۂ صدارت کے صفحۂ ۹۱ - تک لکھا تھا - بعد کو بقیہ مباحث بھي انھوں نے بڑھا دیے تا کہ اس موضوع پر ایک مکمل تحریر مرتب ھو جاے - جلسہ میں مولانا نے اپني عادت کے مطابق محض زباني تقریر کي تھي ' اور اسي کے ضمن میں احکام ' و دلائل کا خلاصہ بھي آ گیا تھا - چنانچہ تمہید اور خاتمہ کا حصہ وھي ھے جو اُس زباني تقریر سے قلمبند کیا گیا تھا - البتہ تحریر سے بعض ایسے حصے نکالدیے گئے ' جو مسئلہ کے سیاسي و ملکي پہلو سے تعلق رکھتے تھے - مثلاً ھندو مسلمانوں کا اتحاد ' اور دنیا کا مستقبل عالمگیر امن - تا کہ یہ رسالہ صرف احکام شرعیہ کي بحث و تحقیق کیلیے خاص ھو جاے ' اور اُن مباحث کو علحدہ رسالوں کي شکل میں شائع کیا جاے -

اس رسالہ کي اشاعت سے تبلیغ و اشاعت کا پہلا کام انجام پا گیا - یعنے مسئلہ پر شرح و بسط کے ساتھہ ایک مکمل بحث ھوگئي جسکا خطاب زیادہ تر حضرات علماء سے ھے -

نیز ایک ایسا جامع رسالہ طیار ھوگیا ' جسمیں مسئلہ کا تمام ضروري مواد موجود ھے - اب جو ارباب قلم اور کارکنان ،مجالس خلافت تبلیغ واشاعت کیلیے مضامین شائع کرنا چاھیں ' وہ اس مواد کو پیش نظر رکھکر مختلف پیرایوں اور شکلوں میں متعدد رسالے مرتب کرلے سکتے ھیں - ضرورت ھے کہ کثرت کے ساتھہ ایسے رسالے جلد شائع کیے جائیں -

اب اسکے بعد دلائل و مباحث کا نہیں بلکہ مجرد احکام شرعیہ کی دعوۃ و تبلیغ کا کام سامنے آتا ہے - یعنی عوام کی آگاہی کیلیے چھوٹے چھوٹے رسالے نہایت آسان اور سہل عبارت میں شائع کیے جائیں - اُن میں صرف احکام و فرائض کی توضیح ہو - دلائل و مباحث نہوں -

مسئلہ کے اور متعدد اہم پہلو بھی باقی ہیں - ضروری ہے کہ وہ بھی اسی شرح و بسط کے ساتھ لکھے جائیں -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے اس بارے میں ایک پورا سلسلۂ اشاعت و مطبوعات طیار کرلیا ہے - اس سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ہے - پریس کی دقتوں کی وجہ سے اسکی اشاعت میں تاخیر ہوگئی - اب لیتھو پریس کا مستقل انتظام ہوگیا ہے - اور انشاء اللہ یکے بعد دیگرے تمام نمبر شائع ہوتے رہینگے جنکا بڑا حصہ مولانا ابو الکلام ہی کے قلم سے نکلا ہے - ہماری کوشش ہوگی کہ ہر ہفتہ اس سلسلہ کا ایک نمبر ضرور شائع ہو جاے -

اس رسالہ کا بھی دوسرا ایڈیشن اضافۂ و نظر ثانی کے بعد لیتھو پریس میں زیر طبع ہے -

ان مطبوعات سے مقصود محض تبلیغ و اشاعت ہے - رسالوں کی قیمت جو رکھی گئی ہے' وہ شعبۂ اشاعت کی اعانت کیلیے ہے - لیکن تمام علماء و مشائخ کرام اور غیر مستطیع حضرات میں بلا قیمت تقسیم کیے جائینگے -

تمام خلافت کمیٹیوں اور اسلامی انجمنوں کے ناظموں کو چاہیے کہ فوراً اپنے نام اور پتہ سے ہمیں مطلع فرمائیں جو ایک رجسٹر میں درج کرلیے جائینگے' اور جو نمبر طیار ہوگا ' فوراً آنکی خدمت میں بھیجدیا جایگا -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے انہی اغراض سے ایک روزانہ اخبار " زمانہ " بھی جاری کردیا ہے -

تمام خلافت کمیٹیوں کو چاہیے کہ تبلیغ و اشاعت کے معاملہ میں ہم سے خط و کتابت جاری رکھیں - اس بارے میں ہر طرح کی خدمت و اعانت کیلیے ہم طیار ہیں - خود مولانا ابو الکلام کی سر پرستی و نگرانی اس شعبہ کو حاصل ہے -

محمد اکرم خان

آنریری سکریٹری خلافت کمیٹی بنگال - و شعبۂ تبلیغ و اشاعت -

ہرن باڑی لین - کلکتہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوکل علیه - و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - من یهدي الله فلا مضل له ' و من یضلله فلا هادي له - و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له - و نشهد ان سیدنا محمد عبده و رسوله - صلی الله علیه وعلی اله واصحابه وسلم

برادران و بزرگان ملک و ملت !

آپکے صوبے کي یہ پہلي خلافت کانفرنس ھے جسکي صدارت کي عزت مجھے دي گئي ھے - آپکي کمیٹي کے معزز ارکان میں سے ھر رکن یقیناً اس بات سے واقف ھوگا کہ اس قسم کي رئیسانہ اور رسمي حیثیت کا اختیار کرنا میري زندگي میں سب سے پہلا واقعہ ھے ' اور اُس طریق عمل سے مجھے روگردان و منحرف ثابت کرتا ھے جس پر نہایت اصرار کے ساتھہ قائم رھنے کي ھمیشہ کوشش کرتا رھا ھوں - سنہ ۱۹۱۱ع میں جبکہ میري موجودہ پبلک زندگي کا بالکل ابتدائي عہد تھا ' مجھے موقعہ ملا کہ اپني آئندہ زندگي کیلیے ایک " مذھب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت نا پیداکنار کي طرف قدم اُٹھاتے ھوے اصول عمل کي مختلف راھیں میرے سامنے تھیں ' اور میں چاھتا تھا کہ میرا سفر اُس دانشمند مسافر کي طرح ھو جس نے سفر سے پہلے راہ و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا ھے - اُس طوفاني کشتي کي طرح نہو جس نے ھوا کے جھونکوں اور سمندر کي موجوں پر اپنے سفر کے رخ اور کنارے کي جستجو چھوڑ دي ھو - اُسوقت اپنے مذھب عمل کي نسبت جن اصولي مسائل کا میں نے قطعي فیصلہ کرلیا تھا ' اُن میں ایک خاص مسئلہ یہ بھي تھا کہ اپني زندگي کے ھر حصہ میں ھمیشہ مجلسوں کي صدارت ' انجمنوں کے عہدوں ' اور اسي طرح کے تمام رئیسانہ اور رسمي منصبوں سے یکقلم کنارہ کش رھونگا - یہ فیصلہ در اصل میرے ایک بنیادي اور دیني اعتقاد کا قدرتي نتیجہ تھا - میں نے اپنے لیے جو راہ عمل منتخب کي تھي ' وہ دعوۃ و تبلیغ کي راہ تھي - موجودہ زمانے کي مصطلحہ لیڈر شپ کي راہ نہ تھي - میرے سامنے اتباع

و اقتداء کیلیے نوع انسانی کے اُن مخصوص افراد کا نمونہ تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ہیں' اور جنکے طریق عمل کو اسلام کی اصطلاح میں "حکمت" اور "سنۃ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے - میں اپنی راہ طلبی کا ہاتھہ ابراہیم و محمد (علیہما الصلوۃ و السلام) کے رہنما ہاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا - گریبالڈی' میزینی' یا گلیڈ اسٹن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نہ تھا - پس یہ تو ضروری تھا کہ میرا وجود کسی گوشۂ فقر و نامرادی میں خدمت و محنت کا ایک غیر دلچسپ منظر ہوتا' یا انسانوں کے کسی ہجوم میں ایک پکارنے والے کی بے پروا پکار - لیکن یہ بالکل ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے فراموش کردہ عہد نبوۃ و مذاہب کا ایک دلدادہ' انجمنوں کا عہدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ہو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوۃ اور بیسویں صدی کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت' ایک زندگی میں جمع نہیں ہوسکتے !

حضرات ! مذہب عمل کے اس بنیادی اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کی موجودگی کے مجھے ہمیشہ اپنی راہ میں صحرا کے درخت کی طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایہ ہی پر قانع رہنا پڑا - یہ مدنیۃ زار عالم جو اپنے ہر گوشہ میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ہے' میرے لیے ہمیشہ سمندر رہی یا ایک صحراے ریگ زار' لیکن کبھی ایک آبادی اور بستی کا اُس نے کام نہیں دیا' اور نہ کبھی میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا کہ اُسکی رفاقتوں کا ساتھہ دے سکوں - تاہم آپ حضرات کیلیے یہ عرض کرنا ضروری نہیں ہے کہ جہاں تک ایک ناچیز انسانی ہستی ارادہ کے ساتھہ عمل کو جمع کرسکتی ہے' میں اپنے اصولوں پر قائم رہنے کیلیے ہمیشہ سخت رہا ہوں' اور موجودہ زمانے کی لیڈر شپ کی دلفریب سے دلفریب نمائشیں اور ابناء عصر کی رفاقت و معیت کی صبر آزما دلچسپیاں بھی کبھی اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ہوئی ہیں - اسی بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹری کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انہوں نے لکھا کہ کانفرنس کی صدارت تم کو منظور کرلینی چاہیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاہر کیا -

لیکن جب میں کلکتـہ پہنچا اور اس بارے میں زبانی گفتگو ہوئی تو کچھہ عرصہ کی رد وکد کے بعد میں نے منظور کرلیا - میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ یقیناً اپنے دستور العمل سے ایک کھلا انحراف ہے ' لیکن آپ یقین کیجیے کہ اس انحراف کیلیے جس چیز نے مجھے مجبور کیا اُسکی حفاظت بھی میرے لیے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زیادہ ضروری تھی - یعنی اصول کی نہیں بلکہ جس مقصد کیلیے تمام اصول ہیں ' اُنکی حفاظت - اصول مقاصد کیلیے ہیں - مقاصد اصول کیلیے نہیں ہیں - پس دنیا کے اس سچے اور قدرتی قانون کی بنا پر کہ ہر بڑی چیز کیلیے چھوٹی چیز کو اور ہمیشہ مقاصد کیلیے وسائل کو قربان کردینا چاہیے ' میں طیار ہوگیا کہ مقصد کی راہ میں مقصد کے ایک وسیلے یعنی اپنے طریق عمل کو خیرباد کہدوں ' اور اس مجلس کی صدارت منظور کرنے سے انکار نہ کروں -

حضرات ! میں چاہتا ہوں کہ نہایت صفائی کے ساتھہ بے پردہ وہ اصلی سبب بھی عرض کردوں جس نے مجھے یکایک اپنے طریق عمل کے بر خلاف اس بات کیلیے آمادہ کردیا - آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نظر بندی کے گوشۂ قید و عزلت سے نکلے ہوے بمشکل ابھی پورے دو مہینے ہوے ہونگے - لیکن اس تھوڑے عرصے کے اندر ہی میں نے پوری طرح اندازہ کرلیا ہے کہ موجودہ اسلامی وملکی مسائل کی نسبت کام کرنے والوں کے طریق عمل کا کیا حال ہے ؟ مجھے صاف صاف عرض کردینا پڑتا ہے کہ ملک کے کار فرما طبقہ کی نسبت اب سے سات سال پہلے جو رائیں میں نے قائم کی تھیں ' اور جنکی وجہ سے بسا اوقات نہایت قیمتی اور محبوب رفاقتوں سے بھی مجھے دست بردار ہوجانا پڑتا تھا ' بدقسمتی سے ابتک اُن میں تبدیلی کا وقت نہیں آیا ہے - متضاد مناظر کا کچھہ عجیب عالم ہے جسے اپنے چاروں طرف پاتا ہوں - ایک طرف ملک کی عام پبلک ہے ' اور سورج کی روشنی سے بھی زیادہ یقینی صورت میں دیکھہ رہا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر حالت میں وہ کسی صحیح راہ عمل پر چل کھڑے ہونے کیلیے منتظر و مستعد ہے - دوسری طرف کام کرنے والوں کی جماعت ہے ' اور جس جس پہلو سے دیکھتا ہوں ' اسپر ابتک وہی تذبذب و اضطراب اور تزلزل و انتشار کا عالم طاری نظر آتا ہے جو تمام پچھلے دوروں میں طاری رہ چکا ہے - اب تک مقاصد سے اعراض ہے اور وسائل میں انہماک - ابتک حقیقی مصلحت بینی ' اور حیلہ جوئی و بہانہ سازی

میں امتیاز کی راہ مسدود ھے اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و هراس کی حکومت قائم ھے - زبانوں کی لکنت گو دور ھوچکی ' اور شاید چہروں کا هراس بھی جاتا رھا لیکن دلوں کی دھشت بدستور باقی ھے اور ایمان کی کمزوری نے ابتک ساتھہ نہیں چھوڑا ھے - زبانیں جسقدر تیز ھیں ' قدم میں اُتنی تیزی نہیں ھے - اور اعلان جسقدر بلند آھنگی اور رعد آسائی رکھتا ھے ' عمل میں اُسقدر بلند پیمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی اور شاید خفتگان بستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے ' لیکن آنکھوں میں خمار ابتک باقی ھے ' اور دھواں بڑھتا جاتا ھے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رھی لیکن دلوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا ڈر اور نفس کا عشق بھی باقی ھے ' یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور اگر حضرت مسیح نے سچ کہا ھے کہ " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا " اور اگر قرآن یہ فیصلہ کردینے میں سچا ھے کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی

سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ھوتے !

تو یقین کرنا چاھیے کہ ھمارے دلوں کی بستی ابتک سچی خدا پرستی کی عبادت گاہ سے خالی ھے -

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاھوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ھماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ھے - اب موت و حیات ' بقاؤ فنا ' ایمان و کفر ' اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ھمارے سامنے ھے ' اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ھوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پر پیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجھکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ھے تو میں اس سے انکار نہ کروں ' اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ھوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم

ف

اُٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا ھوں لیکن رفیقان طریق نے همیشه اس سے اعراض کیا ھے' اور آج بھي جبکہ اُس اعراض کے نتائج سامنے ھیں' تذبذب و اضطراب عمل عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آرھا ھے -

حضرات! صرف یہي ایک خیال تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کردیا کہ آپنے اپني محبت اور مہرباني سے جو عزت مجھے دیني چاھي ھے ' اُس سے گریز نہ کروں - میں آپکا شکر گزار ھوں' اور آپکي دلي رفاقت و اعانت کا طلبگار - ھم سب کو اللہ کے فضل و توفیق پر اعتماد ھے جسکے بغیر کائنات ھستي کا کوئي ارادہ اور کوئي عمل کامیابي اور فلاح نہیں پاسکتا -

امیر جمع ھیں احباب' درد دل کہلے
پھر التفات دل دوستاں رھے نہ رھے !

و ما توفیقي الا باللہ - علیہ توکلت و الیہ انیب -

(مسئلۂ خلافۃ)

حضرات! اب میں اصل مقصد کي طرف متوجہ ھوتا ھوں - ھم تمام باشندگان ھند کے سامنے کرۂ ارضي کي ایک کثیر آبادي کي طرح اسوقت خلافۃ اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا مسئلہ درپیش ھے - " خلافۃ " عربي کي ایک مصدر ھے - اُسکا مادہ ھے " خلف " - اور اسي سے ھے " خلیفہ " - خلیفہ کے لغوي معني نیابت اور قائم مقامي کے ھیں " من قولک خلف فلان فلانا في ھذا الامر اذا قام مقامہ فیہ بعدہ " (ابن فارس) یعني اگر ایک شخص کسي دوسرے شخص کے بعد کسي ایک معاملہ میں یاکسي طاقت و اختیار میں اُسکا نائب و قائم مقام ھوا تو یہ خلافت ھوئي ' اور لغۃ میں اسکو خلیفہ یعني بعد کو آنے والا اور قائم مقام کہینگے - خواہ یہ نیابت سابق کي موت و عزل کي وجہ سے ھوئي ھو ' یا غیبت کي وجہ سے ' یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کردینے کي وجہ سے - مفردات امام راغب میں ھے " الخلافۃ ' النیابۃ عن الغیر إما بالغیبۃ المنوب عنہ ' و إما لموتہ ' و إما لعجزہ ' و إما التشریف المستخلف " (صفحہ ١٥٥)

یہ لفظ بھي قران حکیم کے اختیارات لغویہ میں سے ھے - یعني عربي زبان کے اُن لفظوں میں سے ھے جنکو لغۃ میں عام معاني کیلیے استعمال کیا جاتا تھا مگر قران حکیم نے اپنے خاص مصطلحۂ شرع معاني کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان ' غیب ' تقدیر ' بعث ' صلواۃ وغیر ذلک - ایمان کے

لغوي معني يقين و طمانية اور زوال خوف و شک کے تھے ' لیکن قران حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قران کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پاگئي - قران کي زبان میں خلافة اور " استخلاف في الارض " اور " وراثت و تمکن في الارض " سے مقصود زمین کي قومي عظمت وریاست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت و سلطنت ھے - قرآن حکیم اِسکو سب سے بڑي نعمت قرار دیتا ھے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں ملسکتي ھے - قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضي کا مقصد یه ھوتا ھے که دنیا میں نوع انساني کي ھدایت و سعادت کیلیے ایک خاص ذمه دار قوم و حکومت قائم ھو - وہ الله کي عدالت کو دنیا میں قائم کراے ' ظلم و جور اور انسان کي ابلیسي ضلالت و طغیان سے اُس کي زمین پاک ھو جاے ' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیة دنیا میں پھیل جاے ' اور الله کا وہ ھمه گیر قانون عدل جو تمام کائنات ھستي میں سورج سے لیکر زمین کے اندر کے حشرات تک کیلیے نافذ و قائم ھے ' اور جسکو قران اپني زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیرکرتا ھے اور جس سے صرف انسان ھي روگرداني کرنے والا ھے' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاري و ساري ھوکر کرۂ ارضي کو سعادت و امنیت کي ایک بہشت بناد ے !

لغة کے اعتبار سے یه اطلاق اسلیے ھوا که سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفه ھوا ' وہ زمین پر الله کي عدالت قائم رکھنے میں' الله کي نیابت اور قائم مقامي رکھتا تھا ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تھي ' اور ھر خلیفه' سابق کا قائم مقام - ظھور اسلام کے بعد جب ارضي خلافة کے وارث مسلمان ھوے' تو اس سلسله کا پہلا خلیفة الله صاحب و شارع اسلام تھا - یعني محمد الرسول الله صلعم - اور پھر انکے بعد جن لوگوں کے ھاتھہ اسلام کي مرکزي حکومت آئي' وہ اس خلیفة الله کے نائب اور قائم مقام ھوے - اسلیے اُن پر خلیفه کا اطلاق ھوتا رھا اور ابتک ھو رھا ھے -

یه زمین کي وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد ھوتي رھي اور وہ دنیا میں الله کي طرف سے دین حق کے خدمت گزاررھے- آیات ذیل میں اسي خلافت کا ذکر ھے :

وهو الذي جعلكم خلائف الارض (۶ : ۱۶۵) — وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمین میں خلافت دي -

ویستخلف ربي قوماً غیرکم - (۱۱ : ۵۷) — اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کیا تو الله تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو تمهاري جگه دیدیگا -

ثم جعلناکم خلائف في الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون ؟ (۱۰ : ۱۴) — پهر اُن قوموں کے بعد هم نے تم کو اُنکي جگه دي تاکه دیکهیں تمهارے کام کیسے هوتے هیں ؟

و اذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح - (۷ : ۶۸) — اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین بنایا -

یا داؤد انا جعلناک خلیفة في الارض (۳۸ : ۲۶) — اے داؤد ! هم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بهي تعبیر کیا گیا :

ولقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادي الصالحون (۲۱ : ۱۰۵) — اور زبور میں بهي همارا اعلان یهي تها که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آتي هے -

یهي چیز زمین کي " تمکین " اور " تمکن " یعني طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بهي هے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تهي ' جبکه وه غلامي کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پهر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک هوگیا :

کذالک مکنا لیوسف - (۱۲ : ۵۶) — اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعده کیا گیا تها :

الذین ان مکنا هم في الارض اقا موا الصلوة و آتوا الزکواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر ' و لله عاقبة الامور - (۲۲ : ۴۳) — وه لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں قائم کردیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز قائم کرینگے ' زکواة ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے -

اس آیۃ کریمہ سے صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ تمکین فی الارض یا حکومت کا مقصد اصلی قرآن حکیم کے نزدیک کیا ہے ؟ معلوم ہوگیا کہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جائے ' نیکی اور راستی کا اعلان و ظہور ہو ' برائی سے نوع انسانی کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جائے !

دوسری آیۃ میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ' و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولائک هم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیے ' اللہ کا انسے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی خلافت دیگا - ٹھیک اسی طرح جس طرح پچھلی قوموں کو دی جا چکی ہے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے ان کا دین حق قائم ہو جائیگا اور خوف کی گھڑیاں دائمی امن کی خوشحالی سے بدل دی جائینگی -

یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب ہجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اور قلت تعداد و بے سرو سامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ہتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اسوقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یاتی علینا یوم نامن فیه و نضع عنا السلاح " ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے ساتھہ صبح شام بسر کرتے اور ہتیار اپنے جسم سے الگ کرسکتے - ابو العالیہ راوی ہیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ہے جبکہ خوف کی جگہ امن ہوگا ' مظلومی و بیچارگی کی جگہ قیام و فرمانروائی ہوگی ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کی خلافت انہی کے قبضۂ اقتدار میں آ جائیگی - (تفسیر طبری جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ہے ' وہ خلافت فی الارض ہے - یعنی زمین کی حکومت

و تسلط - پس اسلام کا خلیفہ ہو نہیں سکتا جب تک اس آیت کے بموجب زمین پر کامل حکومت و اختیار اُسے حاصل نہو - وہ مسیحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی و دینی اقتدار نہیں ہے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافی ہو - وہ کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائی ہے - اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خدا و رسول کے سوا کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے - اسکا مٹانا اُس کے ظہور کا پہلا کام تھا : اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً مــن دون اللـــه - (۹ : ۳۲) اور ما کان لبشر ان یوتیه الله الکتاب و الحکم و النبوة ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون الله و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون - (۳ : ۷۹)

الله کے تمام وعدوں کی طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا - آٹھہ نو سال بعد جب داعی اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابلہ کیلیے اسلامی فوجیں مدینہ سے نکل رہی تھیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیہ کا پہلا خلیفة الله خود حضرة داعی اسلام (صلی الله علیه و سلم) کا وجود مقدس تھا ' اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تھا کہ وہ آپکے نائب اور قائم مقام ہونگے - " علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین " (ابن ماجه عن العرباض بن ساریه) و امثالها - آپکے بعد حضرة ابوبکر رضی الله عنه جب جانشین ہوے تو وہ خلیفۂ رسول الله تھے -

(خلافت خاصه و خلافت ملوکی)

آنحضرة کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہوگئی - خود آنحضرت نے نہ صرف ان دو سلسلوں کی پیشتر سے خبر ہی دیدی تھی ' بلکہ اُنکے تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تھے اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں ' وہ کثرت طرق و شہرت متن و قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں - پہلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مہدیین کا تھا جنکی خلافت منہاج نبوة پر تھی - وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشیں اور جامعیة شخص رسالة کے قائم مقام تھے - یعنی انکا طریق کار ٹھیک ٹھیک طریق نبوت کے مطابق تھا اور اسلیے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزء - اور جس طرح وجود

نبوۃ میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسی طرح آنکی شخصیت بھی جامع و حاوی تھی - دینی دعوۃ اور شرعی اجتہاد و امر ' حکومت و فرمانروائی اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام سیاست ' یہ سب آنکی ذات میں اکٹھے تھے - آنکی حکومت سچے اور حقیقی اسلامی نظام پر تھی - یعنی حکومت شوری ' جسکو آجکل کی زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھہ ربی پبلک کہہ سکتے ھیں - یہ سلسلہ حضرۃ علی علیہ السلام پر ختم ھوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاہت کا تھا ' جبکہ عجمی بدعتیں خالص اسلامی و عربی تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا ' لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ھوگئے تھے - خلفاء بنو امیۃ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاری ھے ' وہ اسی دوسری قسم میں داخل ھے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ھدایت و نبوۃ خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ھے " الخلافۃ بعدی ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذلک " اور حدیث ابو ھریرہ " الخلافۃ بالمدینہ و الملک بالشام " ایک دوسری حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ھیں " نبوۃ و رحمۃ ' ثم خلافۃ و رحمۃ " و فی لفظ " خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم یکون ملک عضوض " امیر معاویہ نے اس کی نسبت کہا تھا - ھم نے عہد ملوکی پر قناعت کرلی -

آخری حدیث کے مطابق تین دور ھوے - عہد نبوت و رحمت ' خلافت و رحمت ' پادشاہی اور استبدادی فرمانروائی - پہلا دور آنحضرۃ صلعم کی وفات پر ختم ھوگیا - دوسرا دور فی الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمی جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوۃ و ظہور نبوت اور تکمیل کاروبار شرائع میں ھمیشہ سنۃ اللہ رہی ھے) جو حضرۃ امیر علیہ السلام پر ختم ھوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاہی و استبدادی شروع ھوا جو آجتک جاری ھے - اس دور کی بھی بہت سی مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائی گئی تھیں ' اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کی برکات کی محرومی و فقدان کا ایک تدریجی تنزل تھا ' اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کی ایک تدریجی ترقی تھی '

کالحصیر عوداً عوداً ' جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئی ' اور جسقدر عہد نبوت سے دوری بڑھتی گئی ' اتنی ہی عہد نبوت اور خلافت رحمت کی سعادتوں سے امت محروم ہوتی گئی - یہ محرومی صرف امامت و خلافت کبریٰ کے معاملہ ہی میں نہیں ہوئی ' بلکہ قوام امت کی اونچی اور اُصولی باتوں سے لیکر حیات شخصی و انفرادی کی اعتقادی و عملی جزئیات تک ' ساری باتوں کا یہی حال ہوا - فتنۂ و فساد کے اس سیلاب کو صرف ایک دیوار روکے ہوے تھی جو بقول حضرۃ حذیفہ (اعلم الصحابۃ بالفتن) حضرۃ عمر (رض) کا وجود تھا - جونہی یہ بنیان مرصوص ہٹی ' وہ سیلاب عظیم اُمنڈا ' اور پھر کوئی سد و بند اُسکی راہ نہ روک سکا - اسی سیلاب کو حضرۃ حذیفہ کی روایت میں " التی تموج کموج البحر " سے تعبیر کیا گیا تھا - یعنی سمندر کی موجوں کی طرح اسکی موجیں اُٹھینگی - سو واقعی اُٹھیں ' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافۃ علی منہاج النبوۃ " کی عظیم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغیان میں آناً فاناً بہہ گئی -

احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھہ اسلام کے ایک آخری دور کی بھی خبر دی گئی ہے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کردیگا ' اور جسکا حال یہ ہوگا کہ " لا یدری اولہا خیر ام آخرھا " نہیں کہا جاسکتا کہ اُمت کی ابتدا زیادہ کامیاب تھی یا اُسکا اختتام ؟ یہی وہ آخری زمانہ ہوگا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا ہوکر رہیگا کہ :

لیظھرہ علی الدین کلـہ	دین اسلام اور اُسکا رسول اسلیے آیا تا کہ تمام
ولو کرہ المشرکون (۹:۶۱)	دینوں اور قوموں پر بالاخر غالب ہوکر رہے
	(کیونکہ آخری غلبہ صرف اصلح کیلیے ہے اور
	تمام دینوں میں اصلح صرف اسلام ہی ہے)

یہی وجہ ہے کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کی اس عالمگیر تاریکی میں بھی جو آج چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ' ایک مومن قلب کیلیے فتح و اقبال کی روشنیاں برابر چمک رہی ہیں - بلکہ جسقدر تاریکی بڑھتی جاتی ہے ' اُتنا ہی زیادہ طلوع صبح کا وقت قریب آتا جاتا ہے : الا ' ان نصر اللہ ھی قریب !

تفـاوت ست میاں شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم !

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نہوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کيليے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختيار مائل کرلے - اس مقام کي مزيد وضاحت کيليے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرليں - ايک " اجتماع " اور " ائتلاف " ہے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " ہے - نہ صرف امۃ اسلاميہ بلکہ تمام اقوام و امم عالم کي موت و حيات' ترقي و تنزل ' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکيم نے بيان کيے هيں ' اُنکي سب سے زيادہ اهم حقيقت انهي الفاظ کے اندر پوشيدہ ہے - " اجتماع " کے معني هيں " ضم الشيئ بتقريب بعضہ من بعض " (مفردات امام راغب : ۹۵) يعني مختلف چيزوں کا باهم اکٹھا هو جانا - اور ائتلاف " الف " سے ہے - اسکے معني هيں " ما جمع من اجزاء مختلفۃ ' و رتب ترتيباً ' قدم فيه ما حقه أن يقدم ' و اخر فيه ما حقه أن يؤخر " (مفردات : ۱۹) يعني مختلف چيزوں کا اس تناسب اور ترتيب کے ساتهہ اکٹها هوجانا کہ جس چيز کو جس جگہ هونا چاهيے وهي جگہ اُسے ملے - جو پہلے هونے کي حقدار ہے وہ پہلے رہے - جسکو آخري جگہ ملني چاهيے ' وہ آخري جگہ پاے - " عہد اجتماع و ائتلاف " سے مقصود وہ حالت ہے جب مختلف کارکن قوتيں کسي ايک مقام ' ايک مرکز ' ايک سلسلے ' ايک وجود ' ايک طاقت ' اور ايک فرد واحد ميں اپني قدرتي اور مناسب ترکيب و ترتيب کے ساتهہ اکٹهي هو جاتي هيں ' اور تمام مواد ' قوی ' اعمال ' اور افراد پر ايک اجتماعي و انضمامي دور طاري هو جاتا ہے - بعديکہ هر قوت اکٹهي ' هر عمل با همدگر جڑا اور ملا هوا ' هر چيز بندهي اور سمٹي هوئي ' هر فرد زنجير کي کڑيوں کي طرح ايک دوسرے سے متحد و متصل هوتا ہے - کسي چيز ' کسي گوشے ' کسی عمل ميں علحدگي ' جدائي ' انتشار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' هوکر رهنے والي حالت نہيں هوتي - مادہ ميں جب يہ اجتماع و انضمام پيدا هوجاتا ہے ' تو اسي سے تخليق و تکوين اور وجود و هستي کے تمام مراتب ظہور ميں آتے هيں - اِسي کو قران حکيم نے اپني اصطلاح ميں مرتبۂ " تخليق " و " تسويہ " سے بهي تعبير کيا ہے : الذی خلق فسوی (۸۷ : ۲) پس زندگي اور وجود نہيں ہے مگر اجتماع و ائتلاف ' اور موت وفنا نہيں ہے مگر اسکا ضد - يہي حالت جب افعال و اعمال پر طاري هوتي ہے تو اخلاق کي زبان ميں اسکو " خير " اور شريعۃ

کي زبان میں "عمل صالح" اور "حسنات" کہتے ھیں - جب جسم انساني پر طاري ھوتي ھے تو طب کي اصطلاح میں "تندرستي" سے تعبیر کي جاتي ھے اور حکیم کہتا ھے کہ یہ "زندگي" ھے - اور پھر یہي حالت ھے کہ جب قومي و ملي زندگي کي قوتوں اور عملوں پر طاری ھو جاتي ھے تو اُسکا نام "حیات قومي و اجتماعي" ھوتا ھے ' اور اُسکا ظہور قومي اقبال و ترقي اور نفوذ و تسلط کي شکل میں دنیا دیکھتي ھے - الفاظ بہت سے ھیں مگر معني ایک ھے - مظاھر گو مختلف ھیں مگر تمام کارخانۂ کائنات میں اُس حکیم یگانۂ و واحد کي ذات کي طرح ' اُسکا قانون حیات و وجود بھي ایک ھي ھے :

عبارا تنا شتي و حسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر !

اس حالت کا ضد "اشتات و انتشار" ھے - "اشتات" "شتت" سے ھے جسکے معني لغۃ میں "تفریق" اور الگ الگ ھو جانے کے ھیں - "یقال شت جمعھم شتا و شتاتاً ' و جاؤا اشتاتاً - ای متفرقی النظام" (مفردات : ۲۵۶) قران حکیم میں ھے : یومئذ یصدر الناس أشتاتا (۹۹:۶) اور من نبات شتی (۲۰:۵۳) اور و قلوبہم شتی (۵۹ : ۱۴) "ای مختلفہ - انتشار" "نشر" سے ھے - اسکے معني بھي الگ الگ ھوجانے کے ھیں - یعني تفرق کے - سورہ جمعہ میں ھے : فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا - یعني تفرقوا - "اِشتات و انتشار" سے مقصود وہ حالت ھے جب اجتماع و ائتلاف کے برعکس ھر بات میں الگ الگ ھو جانے ' متفرق اور پراگندہ ھونے ' اور باھمدگر علحدگي و بیگانگي کي حالت طاري ھو جاے - مواد میں ' قوی میں ' اعمال میں ' افراد میں ' ھر بات میں پہلي حالت سے ضد اور عکس کي حالت پیدا ھو جاے - یہ حالت جب مادہ پر طاري ھوتي ھے تو "تکوین" کي جگہ "فساد" اور "وجود" کي جگہ "عدم و فنا" کا اُسپر اطلاق ھوتا ھے - جسم پر طاري ھوتي ھے تو اُسکا نام پہلے "بیماري" اور پھر "موت" ھے - اعمال پر طاري ھوتي ھے تو اُسي کو قرآن حکیم اپني اصطلاح میں "عمل سوء" اور "عصیان" سے تعبیر کرتا ھے - اور پھر یہي چیز ھے کہ جب قوموں اور امتوں کي اجتماعي زندگي پر طاري ھوجاتي ھے تو دنیا دیکھتي ھے کہ اقبال کي جگہ ادبار' عروج کي جگہ تسفل' ترقي کي جگہ تنزل' عظمت کي جگہ ذلت ' حکومت کي جگہ محکومي ' اور بالاخر زندگي کي جگہ موت اُس پر چھا گئي ھے !

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جابجا " اجتماع و ائتلاف " کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد ، اور اسلیے انسان کیلیے اللہ کی جانب سے سب سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا ہے، اور اسکو " اعتصام بحبل اللہ " اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے - مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کرکے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمایا :

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا ! و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمۃ اخوانا - (۳ : ۱۰۳)

سب مل جلکر اور پوری طرح اکٹھے ہوکر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو - سب کے ہاتھہ اسی ایک حبل اللہ سے وابستہ ہوں - اللہ کے اس احسان و رحمت کو نہ بھولو کہ کیسی عظیم الشان نعمت ہے جس سے تم سرفراز کیے گئے ؟ تمھارا حال یہ تھا کہ بالکل بکھرے ہوے اور ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوے تھے - باھمدگر دشمن و مخالف - لیکن اللہ نے اپنے رسول اور اپنی تعلیم حق کے ذریعہ تم سب کو باھم ملادیا اور اکٹھا کردیا - پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اب بھائی بھائی ہوگئے !

اسکے بعد فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقاؤ قیام نہیں ہوسکتا - وہ ہلاکی کی ایک آگ ہے جسکے دھکتے ہوے شعلوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشو و نما نہیں پاسکتی :

و کنتم علی شفا حفرۃ من النار، فانقذکم منھا - کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تھتدون - (۳ : ۱۰۳)

اور تمھارا یہ حال تھا کہ آگ کے دھکتے ہوے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، پر اللہ نے تمھیں بچا لیا - اللہ تعالی اپنے فضل و رحمت کی نشانیاں اسی طرح تم پر کھولتا ہے تاکہ تم کامیابی کی راہ پالو !

یہ بھی جا بجا بتلادیا کہ قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کی صالح و حقیقی زندگی کا پیدا کردینا محض انسانی و ارضی تدبیر و سعی سے ممکن نہیں - دنیا میں کوئی انسانی تدبیر امت نہیں پیدا کرسکتی - یہ بات صرف اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اسکی وحی و تنزیل کی آسمانی طاقت پر موقوف ہے کہ بکھرے ہوے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بنادے :

لو انفقت ما في الارض جميعا ' ما الفت بين قلوبهم - رلكن الله الف بينهم - انه عزيز حكيم (۸ : ٦٨)

اگر تم زمین کا سارا خزانه بهي خرچ کردالتے جب بهي ان بکهرے هوے اور اختلاف وتفریق میں ڈوبے هوے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتهه جوڑ نهیں سکتے تهے - یه الله هي کا فضل هے جس نے متفرق دلوں کو اکٹها کردیا -

اور اسي لیے قرآن حکیم ظهور شریعت و نزول وحي کا پهلا نتیجه اجتماع وائتلاف قرار دیتا هے ' اور بار بار کهتا هے که تفرقۂ و انتشار شریعت و اسلام کے ساتهه جمع نهیں هوسکتے - اور اسیلیے یه نتیجه شریعت سے بغي و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا هے : فما اختلفوا حتی جاء هم العلم(۱۳ : ۹۳) و آتینا هم بینات من الامر ' فما اختلفوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیاً بینهم (۴۵ : ۱٦) ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات (۲ : ۱۰۴)

اور اسي بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامي زندگي کا دوسرا نام " جماعت " رکها هے ' اور جماعت سے علحدگي کو " جاهلیة " اور " حیاة جاهلي " سے تعبیر کیا هے ' جیساکه آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ' فمات ' فمیتة جاهلیه " وغیر ذالك ' اور اسي بنا پر کثرت کے ساتهه وه احادیث و آثار موجود هیں جن میں نهایت شدت کے ساتهه هر مسلمان کو هر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ' اگرچه وه غیر مستحق هو ' نا اهل هو ' فاسق هو ' ظالم هو ' کوئي هو ' بشرطیکه مسلمان هو اور نماز قائم رکهے (ما اقاموا الصلوة) اور ساتهه هي بتلادیا گیا که جس شخص نے جماعت سے علحدگي کي راه اختیار کي تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعني گمراهي اور ٹهوکر اسکے لیے ضروري هے - زنجیر کا توڑنا مشکل هے ' لیکن کوئي کڑي زنجیر سے الگ هوگئي هو تو ایک چهوٹا سا حلقه هے جسکو انگوٹهے سے مسل دیا جاسکتا هے - بندهے هوے جهاڑو کو کون زور آور هے جو ایک زور میں دوکردے ؟ لیکن اسي کي الگ الگ سینک کو ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے طفل شیرخوار کي اُنگلیاں بهي پوري طرح مضبوط هیں - حضرة عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرة صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطان مع الفذه و هو من الاثنین ابعد " دوسري روایت میں هے " فان الشیطان مع الواحد " یعني جماعت سے الگ نهو - همیشه جماعت بنکر رهو - کیونکه جب کوئي تنها اور الگ هوا تو شیطان اسکا ساتهي هے - دو انسان بهي ملکر رهیں تو شیطان اُنسے دور هے - انتهاي

وجماعتي قوت اُن میں پیدا ہوگئي - اب انپر شیطان کا داؤ نہیں چل سکتا - یہ الفاظ مشہور خطبۂ جابیہ کے ھیں جو عبد الله بن دینار ' عامر بن سعد ' سلیمان بن یسار ' وغیرھم سے مروي ھے ' اور بیہقي نے امام شافعي کے طریق سے نقل کیا کہ انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسي روایت کو پیش کیا تھا - اسي طرح حدیث متواتر بالمعني " علیکم بالسواد الاعظم " اور " فانه من شذ شذ في النار " اور " ید الله علی الجماعه " اور " لا یجمع الله امتي علی الضلاله " (او کما قال) اور خطبۂ حضرۃ امیر که " و ایاکم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشیطان ' کما ان الشاذ من الغنم للذئب - الا ' من دعا الی ھذا الشعار فاقتلوہ ولوکان تحت عمامتي ھذا " وغیر ذالک اس بارے میں معلوم و مشہور ھیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق مرفوع بھي منقول ھے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت ھر حال میں التـــزام پر زور دینا ' اور اگرچه امام نا اھل ھو لیکن سعي قیام اھل کے ساتھہ التزام جماعت کو بھي جاري رکھنا ' حتی که " صلوا خلف کل بر و فاجر " تو اسمیں بھي یہي حقیقت مضمر ھے که زندگي جماعتي زندگي ھے - انفراد وفرقة ھرحال میں بربادي و ھلاکت ھے - پس جماعت سے کسي حال میں باھر نه ھونا چاھیے ' اور نه بجز کفر ظاھر و صریح کے امام کي اطاعت سے منحرف ھونا چاھیے - یہي وجه ھے که اوائل عہد بنو امیه میں جبکه صحابۂ کرام کي جماعت ھر ناحیۂ ملک میں موجود تھي ' تمام صحابه نے اسپر اجماع کیا که گو امراء بنو امیه خلافت کے اھل نہیں ' طریق ھدی و سنة سے منحرف ھوگئے ' نظام شوری درھم برھم ھوگیا ' بدعة و احداث اور صریح ظلم و جور اُنکا شیوہ ھے - با ایں ھمه اُنپر خروج جائز نہیں - اُنہي کي اطاعت کرني چاھیے - اُنہي کے پیچھے نماز پڑھني چاھیے - اُنہي کو زکواۃ دیني چاھیے - حفظ ملک و ملت کي راہ میں نکلیں تو اُنہي کے جھنڈے کے نیچے سمع و طاعة کے ساتھہ جمع ھو جانا چاھیے - کما سیاتي تفصیله عنقریب -

اور یہي سبب ھے که سورۂ فاتحه میں جو قومي دعا ھر مومن قلب و لسان کو سکھلائي گئي ' اسمیں متکلم واحد نہیں قرار دیا گیا بلکه جمع ' حالانکه وہ دعا فرداً فرداً ھر مومن کي زبان سے نکلنے والي تھي : اھدنا الصراط المستقیم - فرمایا - " اھدني " نہیں کہا گیا - یه اسیلیے ھے که قران کے نزدیک فرد اور فرد کي ھستي کوئي شے نہیں ھے - ھستي صرف اجتماع او ر جماعت

گي هے ' اور فرد کا وجود اور اعمال بهي صرف اسي ليے هيں تاکه اُنکے اجتماع و تاليف سے هئيةِ اجتماعيه پيدا هو - اسي ليے اس دعا ميں که حاصل ايمان ' و خلاصهٔ قران ' و عصارهٔ اسلام هے ' ضمير متکلم جمع آئي ' نه که واحد - اور اسي ليے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتيازي دعا قرار دي گئي ' وه بهي بصيغهٔ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - يعني " السلام عليکم " - " السلام عليک " نهيں قرار ديا گيا - اسي طرح نماز سے باهر آنے کيليے بهي " السلام عليکم " بصيغهٔ جمع رکها گيا - واحد کا صيغه استعمال نهيں کيا گيا -

اور اسي بنا پر شريعة نے نه صرف قومي زندگي کيليے جماعت کي پابندي بنياد حيات قرار دي ' بلکه احکام و اعمال کے هر گوشے اور هر شاخ ميں بهي يهي اجتماعي و ائتلافي حيثيت بطور اصل و اساس کے رکهي گئي - نماز کي جماعت خمسه اور جمعه و عيدين کا حال ظاهر هے - حج بجز اجتماع کے اور کچهه نهيں - زکواة کي بنياد هي اجتماعي زندگي کا قيام اور هر فرد کے مال و اندوخته ميں جماعت کا ايک حصه قرار ديدينا هے - علاوه بريں اُسکي ادائيگي کا نظام بهي انفرادي حيثيت سے نهيں رکها گيا بلکه جماعتي حيثيت سے - يعني هر فرد کو اپني زکواة خود خرچ کرديني کا اختيار نهيں ديا گيا جيسا که بدقسمتي سے آج مسلمان کر رهے هيں اور جو صريح غير شرعي طريقه هے ' بلکه مصارف زکواة متعين کرکے حکم ديا گيا که هر شخص اپني زکواة کي رقم امام و خليفهٔ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کي بهي اصلي صورت جماعتي هے نه که انفرادي - يه امام کا کام هے که اسکا مصرف تجويز کرے اور مصارف منصوصه ميں سے جس کام ميں زياده ضرورت ديکهے خرچ کرے - هندوستان ميں اگر امام کا وجود نه تها ' تو جس طرح جمعه و عيدين وغيره کا انتظام عذر کي بنا پر کيا گيا ' زکواة کا بهي کرنا تها -

اور پهر يه حقيقت کسقدر واضح هو جاتي هے جب اُن تمام مشهور احاديث پر غور کيا جاے جن ميں مسلمانوں کي متحده قوميت کي تصوير کهينچي گئي هے : " مثل المومنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکی منه عضو ' تداعي له سائر الجسد با لسهر و الحمي " اور " المسلم للمسلم کالبنيان يشد بعضه بعضا " - يعني مسلمانوں کي قوميت ايسي هے جيسے ايک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ايک عضو ميں درد هو تو سارا جسم محسوس کرتا هے ' اور اسکي بے چيني اور تکليف ميں

اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اسکے اندر درد اٹھہ رہا ہو - اور انکی مثال دیوار کی سی ہے - ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے - پھر تشبیک اصابع کرکے اسکی تصویر بتلادی - یعنی ایک ہاتھہ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھہ کی انگلیوں میں رکھکر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متصل ہے - سو ان تمام تصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے - دیوار کا نام ہے - الگ الگ اینٹ کاکوئی مستقل وجود نہیں - ہے تو اجتماعی وجود ہے - یعنی دیوار کا ایک جزء ہے ' اور انہی اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ہوتی ہے -

اور یاد رہے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندی پر ' اور سب کے سروں ' سینوں ' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ہونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللہ بین وجوھکم " (بخاری) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ " (بخاری) و فی لفظ " من تمام الصلوۃ " تو اسمیں بھی یہی بھید ہے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کی تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ہیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ہوں -

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

حضرات ! اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی و عروج کا اصلی دور رہی تھا ' جب اُنکی قومی و انفرادی ' مادی و معنوی ' اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی ' اور اُنکے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی ' جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوگئی - ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تھا ' ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی ' ہر چیز بندھی ہوئی تھی ' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا ' ہر جماؤ میں پھیلاؤ ہوا ' ہر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہوکر منتشر اور تتر بتر ہوگئی - قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ہوئی ' اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزرچکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی اور بڑھتی جاتی ہے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے

موسوم کرتے هیں ' حالانکہ در اصل قرآن و سنۃ اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسي ایک چیز کا نتیجہ هیں - اس ایک حقیقت کو کتنے هي مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلي علت اسکے سوا کوئي نہیں ھے -

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چیزوں پر طاري ہوا ' لیکن یہاں صرف ایک هي پہلو واضح کرنا مقصود ھے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصیت تھي - آپ جب دنیا سے تشریف لیگئے تو صرف ایک داعي شریعت یا حامل وحي هي کي جگہ خالي نہیں هوئي ' بلکہ اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حیثیتوں ' اور هر طرح کے نظري و عملي اختیارات و قوی کي ' جو آپکي شخصیت مقدسہ میں اکٹھي تھیں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس میں جمع هونا اسلام کي شرعي و دیني خصوصیات میں سے تھا - اسلام کا داعي مسیحیت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ایک اخلاقي معلم هي نہ تھا ' اور نہ دنیا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستان شہنشاہ - اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانباني سے الگ نہیں رکھا - وہ تو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین اور دنیا دو نہیں ایک هي چیز هیں ' اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں ھے ' بلکہ سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وهي ھے جسکو شریعت نے خود پیدا کیا هو ' خود اپني گودوں میں پالا هو ' اور اُسکے تاج و تخت کے اندر بیٹھکر جسم کیلیے روح کي طرح کام کر رهي هو - پس اسلام کے داعيِ اول کا وجود ایک هي وقت میں اُن تمام حیثیتوں اور منصبوں کا جامع تھا ' جو همیشہ دنیا کي صدها مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رهي هیں - وہ اللہ کا پیغامبر تھا ' شریعت کا مقنن تھا ' امت کا باني تھا ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا - وہ پتوں اور چھال سے پٹي هوئي مسجد کے ممبر پر وحي الٰهي کا ترجمان اور انساني سعادت و هدایت کا واعظ تھا ' تو اُسي کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجنے کیلیے طیار کرنے والا بھي تھا - وہ ایک هي وقت اور ایک هي زندگي میں جبکہ گھرونکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا تھا ' تو ساتھہ هي بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھي روکتا ' اور مکہ کي گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمراں کي طرح گزرتا تھا - غرضکہ اُسکي ایک شخصیت

کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے ' اور اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں - جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع قوی و مناصب کی نیابت کاملہ پر قائم ہوئی' اور اسی لیے اُسکو " منہاج نبوۃ " سے تعبیر کیا گیا - یعنی یہ نیابت ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے شخص جامع نبوۃ کی سچی قائمقامی اپنے اندر رکھتی تھی - منصب نبوۃ مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے - ازاں جملہ ایک جزء وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے - یعنے قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کی معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت - اس جزء کے اعتبار سے تو نبوت آپکے وجود پر ختم ہوچکی تھی اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہوچکا تھا - جب نعمت کامل ہوگئی تو پھر کامل چیز ہی کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیے - اسکی جگہ کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظہور ہوگا نہ کہ تکمیل کار کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ' ورضیت لکم الاسلام دینا (۵ : ۴) لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھہ' بہت سے تبعی اجزاء پر بھی مشتمل تھا ' اور ضرور تھا کہ اُنکا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے - امت کے قیام اور سعادت و ہدایت کے بقاء کیلیے اُنکا سلسلہ تا قیامت جاری رہنے والا تھا اور جاری رہا - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے - حضرۃ عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی - مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بھی اسی سلسلہ میں داخل ہے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچی ' اُسمیں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں ہوسکتی تھی ' لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی - پھر چونکہ داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھہ خلافت ارضی' حکومت و سلطنت ' نظام و قوام سیاست ' قیادۃ فوج و حرب ' فتح و عمران ممالک ' ریاست مجالس شوری ' وغیرہ ' جہاں بانی و حکمرانی کے تمام منصب تنہا اپنی شخصیت ہی کے اندر رکھتا تھا ' اسلیے ٹھیک اسی طرح خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدین کا تنہا وجود ان ساری نظری و عملی قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع ہوا - وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب امامت

و خلافت بھي تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھي تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھي تھے - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دیني اور سیاست ملکي ' دونوں پر حاوي ھے - اسلیے آنکي امامت میں یہ دونوں قسمیں اپني تمام شاخوں کے ساتھہ اکٹھي تھیں - حضرۃ عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیہ کا بہ حیثیت ایک مجتہد کے فیصلہ کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجي میں فوجوں کو تنخواہ بھي بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کي معین تکبیرات پر صحابہ کا اجماع کراتے تھے' تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھي ادا کرتے تھے - میدان جنگ میں احکام بھي وھي بھیجتے' اور روم کے سفیر کو بہ حیثیت شہنشاہ اسلام اپنے سامنے بھي وھي بلاتے -

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے مرکب تھا - قران حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانٹ دیا ھے :

یتلو علیهم آیاته ' و یزکیهم ' و یعلمهم الکتاب و الحکمة (۶۲ : ۳) تلاوت آیات - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے ساتھہ قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي کي طرح خدا کے کلام کي منادي کرنے والے ' ایک نبي کي طرح دلوں کا تزکیہ اور روحوں کو پاک کردینے والے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنۃ سے امت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں ابو حنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي و حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویہ بھي (رح) - جسموں کا نظام بھي آنھي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي آنھی کے قبضہ میں تھي - یہي حقیقي اور کامل معني منصب نبوت کي نیابت کے ھیں - اور اسي لیے اُنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک آخري جزء تھے کہ " علیکم بسنتي و سنۃ الخلفاء الراشدین" اور اسي لیے " وعضوا علیها بالنواجذ " کے حکم میں نہ صرف سنۃ عہد نبوت ' بلکہ خلافت راشدۂ و خاصہ کي سنۃ بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الہي کي بہت طولاني ھے - یہاں محض اشارات مطلوب -

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدی گئی تھی، اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرۃ علی علیہ السلام پر ختم ہوگئی، اور اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ہوا - ازانجملہ مرکزی قوتوں اور منصبوں کا انتشار واشتات تھا، جس نے فی الحقیقت امت کا تمام نظام شرعی و اصلی درھم برھم کردیا - خلافت خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قوتیں الگ الگ ہوگئیں - ایک وجود کی جگہ مختلف وجودوں میں اُنکا ظہور اور نشوء و نما ہوا - حکومت و فرماں روائی کا ٹکڑہ الگ ہوکر مجرد پادشاہی کی شکل میں آگیا - اسی کی طرف اشارہ تھا " الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم ملک " سو واقعی اسکے بعد صرف پادشاہی ہی رہگئی - اجتہاد اور قضاء شرعی کا جزء خلافت سے الگ ہوا تو مجتہدین و فقہاء کی ایک الگ جماعت پیدا ہوگئی - انہوں نے یہ کام سنبھالا - اسی طرح تعلیم و تربیت روحانی کے کارو بار سے نظام حکومت بالکل الگ ہوگیا - پہلے خلافۃ کی ایک ہی بیعت تمام مقاصد کی کفیل تھی - اب خلیفہ کا وجود محض پادشاہی کیلیے اور فقہاء کا وجود مجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رہگیا، تو تزکیۂ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسری بیعت مستقلاً قائم ہوئی، جو بیعت توبۂ و ارشاد ہوئی، اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کی بنیاد پڑی - پہلے صرف ایک وجود تھا - وہ پادشاہ، مجتہد، مرشد و ہادی، قاضی القضاۃ، سپہ سالار جنگ، میر عدل و احتساب، سب کچھہ تھا - اب یہ ساری قوتیں الگ الگ ہوگئیں - حکومت و فرمانروائی الگ ایک وجود میں آئی - اجتہاد و تفقہ کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیۂ قلوب کیلیے چوتھا - و ھلم جرا - اسطرح عہد اجتماع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع ہوکر رفتہ رفتہ کمال ظہور و بلوغ تک پہنچ گیا - حتی کہ یہ تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانہ و مخالف ہوگئیں کہ یا تو ایک ہی وجود میں جمع تھیں، یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بھی متفق نہ رھسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع ہی نہیں رہا، بلکہ اختلاف تضاد کی شکل پیدا ہوگئی - یہی سب سے بڑی مصیبت و ھلاکت تھی جو اُمت پر طاری ہوئی - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کی اصلی علت یہ ہے - وہ افسانے نہیں ہیں جن میں تم سرمست ہو - افسوس کہ سطحی و جزئی حالات کے استغراق نے اصلی اسباب و علل پر غور کرنے کی تمھیں کبھی مہلت نہ دی، اور نہ بحث و نظر میں یورپ کی تقلید سے آزاد ہوسکے کہ خالص اسلامی نظر سے اسباب ترقی و تنزل پر تدبر کرتے!

غرضکہ خلافت راشدہ کے بعد جو سلسلۂ خلافت قائم ہوا ' وہ خواہ قرشي رہا ہو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاهي کا سلسلہ تھا ' اور بجز چند مستثنی اوقات کے (جیسا کہ عہد حضرۃ عمر بن عبد العزیز) یہ نیابت نبوت کے آور تمام اجزاء سے یکقلم خالي تھا - منصب بٹ چکے تھے اور قوتیں منتشر هوچکي تهیں - البتہ جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں ہوا اور جسکا نتیجہ سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا طریق استبدادي و شخصي سے طریق شوری میں تبدیل هوجانا هے اور جس دور کے اولین خلیفہ سلطان محمد خان خامس اعلی اللہ مقامہ تھے ' سو بلا شبہ یہ خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا ایک مبارک قدم تھا ' جسکے لیے شوری اور پارلیمنٹ کا هونا سب سے پہلي شرط هے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص هر دور اور هر سلسلے کے رهي رهے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلادیے گئے تھے ' اور اسمیں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ هوئي -

(اطاعت خلیفہ والتزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اهم مسئلہ سامنے آتا هے - یعنے اسلام کا وہ نظام شرعي جو هر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا هے ' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر ' جب تک کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - میں چاهتا هوں کہ کسي قدر وضاحت کے ساتھہ اس مسئلہ کي تشریح کردوں - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح في الحقیقت کائنات هستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام هستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي هے - کائنات کے هر حصہ اور هر گوشہ میں هم دیکھتے هیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظـام پر کار فرما هے جسکو قانون " مرکزیۃ " یا قانون " دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا هے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے هر جگہ اور هر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي هے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ نقطۂ مرکز کے هوتا هے ' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے هیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اُس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف هوتي هے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ هوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باهر هوجائیں ' تو معاً نظام

هستي درهم برهم هوجاے اور دائرہ کي اکيلي هستياں مرکز سے الگ رهکر کبهي قائم و باقي نه رهسکيں - مرکز سے مفارقت اور تخلف کے ساتهه هي فناؤ هلاکت أنپر طاري هوجاے - يہي وہ حقيقت هے جسکو بعض اصحاب اشارات و کشف نے يوں تعبير کيا کہ " الحقيقه کالکرہ " يه قانون مرکزية و دوائر نظام هستي کے هر جزء اور هر حصه ميں صاف صاف ديکها جاسکتا هے - يه نظام شمسي جو همارے اوپر هے ' ستاروں کي يه گنجان آبادي ' کروں کا يه صحرا بے کنار ' زندگي اور حرکت کا يه محير العقول طلسم ' کيا هے ؟ کس نظام پر يه پورا کارخانه چل رها هے ؟ اسي قانون مرکزية پر - متحرک سياروں کے حلقے اور دائرے هيں ' اور هر دائرہ کا نقطۂ حيات و بقا سورج کا مرکزي نقطه هے - تمام ستارے اپنے اپنے کعبۂ مرکز کا طواف کررهے هيں اور هر دائرہ کي ساري زندگي اور بقا صرف مرکز شمسي کي اطاعت و انقياد پر موقوف هے : ذلک تقدير العزيز العليم - خود هماري زمين بهي ايک ايسے هي دائرہ کي ايک کڑي هے اور شب و روز اپنے مرکز کے طواف و انقياد ميں مشغول هے - هر ستارے کے طواف و دوران کيليے حکمت الهي نے ايک خاص راہ اور ايک خاص زمانه قرار ديديا هے - اور وہ اُس سے باهر نہيں جاسکتا - سب بحکم وله اسلم من في السماوات والارض (۲ : ۸۳) اور ان الله يسجدله من في السماوات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم (۲۲ : ۱۹) خدا کے بناے هوے قانون کے مطابق اپني اپني جگهوں ميں کام کررهے هيں : لاالشمس ينبغي لها ان تدرک القمر ' ولا الليل سابق النهار ' وکل في فلک يسبحون (۳۶ : ۴۱)

قانون مرکزية کا يه پهلا اور بلند ترين نظارہ تها - اب اسکے بعد جسقدر نيچے اُترتے آئينگے ' اور بلند سے بلند گوشوں سے ليکر چهوٹے سے چهوٹے گوشوں تک نظر ڈالينگے ' هر جگه زندگي اور بقا اسي قانون سے وابسته نظر آئيگي - عالم نباتات ميں درخت کو ديکهو - اسکي ايک مجتمعه وحدة کتني وسيع کثرت سے مرکب هے ؟ ڈالياں هيں ' شاخيں هيں ' پتے هيں ' پهول هيں - ليکن سب کي زندگي ايک هي مرکز يعني جڑ سے وابسته هے - جڑ سے جہاں کوئي شاخ الگ هوئي ' موت و فنا اُسپر طاري هوگئي - آفاق کو چهوڑکر عالم انفس کي طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود کو ديکهو جسکے ديکهنے کيليے نظر اُٹهانے کي بهي ضرورت نہيں - تمهارا وجود کتنے مختلف ظاهري و باطني اعضاء سے مرکب هے ؟ جسموں اور وجودوں کي ايک پوري بستي هے

جو تم میں آباد ہے - ہر جسم کا فعل ہے اور ایک خاصہ - لیکن دیکھو، یہ ساری آبادی کس طرح ایک ہی مرکز کے آگے سر بسجود ہے ؟ سب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے - اس سے الگ رہکر ایک عضو بھی زندہ نہیں رہسکتا " اذا صلحت ' صلحت کلها ' و اذا فسدت ' فسدت کلها "

اسلام فی الحقیقت سنۃ اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے - اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اُسی فاطر السماوات والارض کا بنایا ہوا ہے جسنے تمام کائنات کی زندگی کیلیے ایک خاص نظام بنایا ' تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہو' بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جزء نظر آے' جیسے کسی زنجیر کی ایک کڑی - پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیۃ پر قائم ہوا - قران نے یہ حقیقت جابجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مراکز سے وابستہ ہے' اسی طرح نوع انسانی اور اسکی جماعت و افراد کا جسمانی و معنوی بقاء بھی قانون مرکزیۃ پر منحصر ہے - جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے - اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے - پس انکی اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹھہری : وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (٤ : ٦٨) اور اسی لیے فرمایا : فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ' ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (٤ : ٦٩) اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - پھر قوم و ملت کے بقاء کیلیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹھہرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے : ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (٤ : ٥٢) عبادات میں صلواۃ مرکز قرار پایا جسکے ترک کے بعد تمام دائرۂ اعمال منہدم ہو جاتا ہے - " فمن اقامها اقام الدین ' و من ترکها فقد هدم الدین " - اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ " کان اصحاب رسول اللہ صلعم لا یرون شئیا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ (ترمذی) اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت وادی حجاز کا کعبۃ اللہ قرار پایا : جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس - اور چونکہ یہ مرکز ٹہرا ' اسلیے تمام دائرہ کا رخ اسی طرف ہوا - خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں' لیکن اُنکا منہہ اسی طرف ہونا چاہیے : و حیثما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ (٢ : ١٤٥)

پھر جس طرح شخصي اور اعتقادي و عملي زندگي کيليے مرکز قرار پاے ' ضرور تھا کہ جماعتي اور ملي زندگي کے بقاء کيليے بھي ايک مرکزي وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بھي قرار ديديا گيا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرايا - اُسکي معيت ' اُسکي رفاقت ' اسکي اطاعت ' اُسکي حرکت پر حرکت ' اُسکے سکون پر سکون ' اسکي طلب پر لبيک ' اُسکي دعوة پر انفاق جان و مال ' ہر مسلمان کيليے فرض کرديا گيا - ايسا فرض جسکے بغير وہ جاھلية کي ظلمت سے نکلکر اسلامي زندگي کي روشني ميں آ نہيں سکتا - اسلام کي اصطلاح ميں اسي قومي مرکز کا نام "خليفہ" اور " امام" ھے ' اور جب تک يہ مرکز اپني جگہ سے نہيں ھٹتا ھے ' يعني کتاب و سنة کے مطابق اُسکا حکم ھے ' ہر مسلمان پر اسکي اطاعت و اعانت اُسي طرح فرض ھے جس طرح خود اللہ اور اُسکے رسول کی :

يا ايها الذين آمنو اطيعوا اللہ و اطيعو الرسـول و اولي الامر منکم - فان تنا زعتـم في شي فردوہ الى اللـہ و الرسول ' ان کنتم تومنون باللہ و اليوم الاخر - ذلک خير و احسـن تاويـلا - (۴ : ۶۳)	مسلمانو ! اطاعت کـرو اللہ کي ' اُسکے رسول کي ' اور تم ميں جو اولو الامر ھو ' اُسکي - پھر اگر کسي معاملـہ ميں تم مختلف ھو جاؤ تو چاھيے کہ اللہ اور اسکے رسول کي طرف لوٹو اور اسکے فيصلہ پر متفق ھو جاؤ -

صحابہ کي مستند تفسير بالاتفاق يہ ھے کہ " اولي الامر " سے مقصود خليفۂ و امام ھے - البتہ تبعاً امرا ؤ مجتہدين اور اصحاب حل و عقد بھي اسميں داخل ھوسکتے ھيں جنسے اسلام کي حکومت شوری مرکب ھوتي ھے - خود قران سے بھي يہي معلوم ھوتا ھے - اسي سورۂ نساء ميں آگے چلکر ھے : و لو ردوہ الى الرسول و الى اولى الامر منهم' بعلمہ الذين يستنبطونہ منهم (۴ : ۸۶) ظاھر ھے کہ يہاں " اولو الامر " سے مقصود بجز حاکم و امير کے اور کوئي نہيں ھے - عالم يا مجتھد و فقيہ نہيں ھوسکتا - ملکي اور جنگي معاملات کا ذکر ھے - سياق و سباق بتلا رھا ھے کہ معاملہ فقہ و مسائل کا نہ تھا - جنگ کا تھا - علاوہ اسکے احاديث صحيحہ سے ثابت ھے کہ خود يہ آية جس واقعہ کي نسبت اُتري ' وہ امير و امام کي اطاعت ھي کا معاملہ تھا - صحيح مسلم ميں ھے " قال ابن جريج : نزل يا ايها الذين آمنوا اطيعو اللہ

و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم في عبد الله بن حذافه بن قیس بن عدی السہمي' بعثه النبي صلعم في سریة " تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیه امام بخاري کا بھي مذهب یہي ھے - کتاب الاحکام میں اسي آیة کریمه کو ایک باب کا عنوان قرار دیا ھے اور اسمیں حضرت ابوھریرہ کي مشہور روایت لاے ھیں: " من اطاع امیري فقد اطاعني و من عصی امیري فقد عصاني " اس سے معلوم ھوا که اس آیة میں " اولو الامر " کي اطاعت سے مقصود امیر کي اطاعت ھے -

" فان تنازعتم " الخ سے یه حقیقت بھي واضح ھوگئي که اسلامي خلیفه کا وجود مسیحیت کے پوپ سے کس درجه مختلف ھے جو اسلام کے نزدیک اربابا من دون الله میں داخل ھے - مسیحیت کا خلیفه' ارضي خلیفه نہیں ھے - آسماني و دیني فرمانروا ھے جو مذھب کي آخري طاقت اپنے قبضه میں رکھتا ھے - بر خلاف اسلامي خلیفه کے جسکے وجود کي اصلي بنا خلافت ارضي یعني حکومت و سلطنت ھے - وہ صرف شریعت اور اُمت کي حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا ھے - یعني محض ایک قوت نافذہ ھے - نه که مقننه - اسکي ذات کو اصل شریعت اور اسکے احکام میں کوئي دخل نہیں - اگر ایسا نه ھوتا تو فردوہ الی الله و الرسول نه فرمایا جاتا - یعني اگر کوئي ایسي صورت پیش آجاے جسمیں نزاع و اختلاف پیدا ھو' تو پھر اسکے آخري فیصله کي قوت خلیفه کا حکم نہیں ھے بلکه مرکز اولی و حقیقي کا - یعني قران و سنت کا - اور خود خلیفه بھي اسکي اطاعت پر اسي طرح مجبور ھے جس طرح جماعت امت کا ھر عام فرد -

احادیث صحیحه سے اسکي مزید توضیح ھوگئي ھے - اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھه احادیث و آثار موجود ھیں' اور عہد صحابه سے لیکر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات رواۃ و حفاظ میں اسقدر اُنکي شہرت رهچکي ھے که اسلام کے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد شاید ھي کوئي اور چیز اس درجۂ تواتر و یقین تک پہنچي ھوگي - سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کي ایک روایت نقل کرونگا جسمیں بالترتیب اسلام کا جماعتي نظام بیان کیا گیا ھے " قال صل الله علیه وسلم : انا امرکم بخمس' الله امرني بہن : الجماعة' و السمع و الطاعه' و الهجرة' و الجهاد في سبیل الله - فانه من خرج من الجماعة قید شبر' فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان یراجع' و من دعا بدعوي جاهلیة فهو من جثي جهنم - قالوا یا رسول الله و ان صام وصلی ؟

قال و ان صلی و صام و زعم انه مسلم - فادعو المسلمین باسمائهم علی ما سما هم الله - المسلمین المومنین عبـــاد الله " اخرجه احمد و الحاکم من حدیث الحارث الاشعری علی شرط الصحیحین - قال ابن کثیر هذا حدیث حسن وله الشواهد -

یعنی فرمایا - میں تم کو پانچ باتوں کیلیے حکم دیتا ہوں جنکا حکم مجھے الله نے دیا ھے - جماعت ' سمع و طاعة ' ھجرة ' اور الله کی راہ میں جہاد - یقین کرو کہ جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باھر ھوا تو اس نے اسلام کا حلقه اپنی گردن سے نکال دیا ' اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگہ جاھلیة کی بے قیدی کی طرف بلایا تو اسکا ٹھکانا جہنم ھے - لوگوں نے عرض کیا - کیا ایسا شخص جہنمی ھوگا اگرچہ روزہ رکھتا ھو اور نماز پڑھتا ھو؟ فرمایا ھاں - اگرچہ روزہ رکھتا ھو' نماز پڑھتا ھو' اور اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ھو -

اس حدیث میں پانچ باتیں بتلائی ھیں :

پہلی چیز "جماعت" ھے - یعنی تمام امت کو ایک خلیفه و امام پر اکٹھا ھوکر اور اپنے مرکز قومی سے ملحق ھوکر رھنا چاھیے - الگ الگ نہیں رھنا چاھیے - آگے چلکر کثرت کے ساتھ وہ حدیثیں ملینگی جن سے معلوم ھوگا کہ جماعت سے الگ ھوکر رھنے کو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ھے ' اور ابھی آپ سن چکے ھیں کہ انفرادی زندگی کو قرآن کوئی زندگی ھی نہیں مانتا - اسلامی زندگی جماعت ھے -

دوسری بات " سمع و الطاعه " ھے - یعنی خلیفه کی کامل درجه کی اطاعت - ایسی اطاعت کہ بس سننا اور اسپر بلا چون و چرا چلنا -

تیسری بات " ھجرة " ھے - ھجرة ھجر سے ھے جسکے معنی ترک کردینے اور چھوڑ دینے کے ھیں - اسلام کی اصطلاح میں جب کبھی کوئی فرد یا جماعت سعادت و صداقت کے کسی مقصد اعلی کیلیے اپنی دنیوی محبوبات و مالوفات ترک کردے - مثلاً دولت کو' آرام و راحت کو' عزیز و اقرباء کے قرب کو' وطن و مکان کو' تو اسکا نام ھجرة الی الله اور ذھاب الی الله ھے - خدا کے ھر رسول اور انکے پیروؤں کو قیام حق کی راہ میں یہ منزل طے کرنی پڑی : انی مہـــاجر الی ربی - اور انی ذاھب الی ربی - چونکہ وطن و مکان کا علاقه ایک ایسا علاقه ھے جسکے

ترک کرنے میں اهل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' هر طرح کے علاقوں کو ترک کردینا پڑتا هے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر اور ساري زنجیروں سے بهاري هے ' اسلیے ترک وطن کي هجرة اعلی اور جامع قسم کي هجرة هوئي ' اور زیاده تر اطلاق مهاجرة نا تارکین وطن هي پر کیا گیا - " و لکل امري ما نوي - فمن کانت هجرته الی الله و رسوله ' فهجرته الی الله و رسوله - و من کانت هجرته لدنیا یصیبها ' او امراة یتزوجها ' فهجرته الی ما هاجر الیه " (بخاري عن عمر رض) مفردات راغب میں هے - " الهجر والهجران مفارقة الانسان غیره ' اما بالبدن او باللسان او بالقلب - و المهاجره ' مصارمة الغیر و متارکته " (٥٥٨)

پانچویں چیز "جهاد في سبیل الله" هے - "جهاد" جهد سے هے جسکے معني " استفراغ الوسع في مدافعة العدو ظاهراً و باطناً " هیں (مفردات راغب) یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دفع کرنے میں انتها درجه کي کوشش کرنا - یه کوشش زبان سے بهي هوتي هے - مال سے بهي هوتي هے - جان سے بهي هوتي هے - جس قسم کي کوشش کي ضرورت هو - هر قسم جهاد في سبیل الله میں داخل هے - " و جاهدوا المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم " (رواه ابوداؤد و احمد و نسائي و ابن حبان عن انس)

یه کهنا ضروري نهیں که یهي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد هیں - دنیا میں کوئي قوم زنده نهیں رهسکتي جسکي قومي هستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نهو - سعي و عمل کا کوئي گوشه هو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسه کے ممکن نهیں - ایک مٹهي گیهوں کے حصول سے لیکر قطب شمالي کي تحقیق تک ' اور چاندي سونے سے لیکر خدا اور اسکي محبت تک ' کوئي چیز بغیر جماعت ' اطاعت ' هجرة ' اور جهاد کے حاصل نهیں هوسکتي - دنیا نے آجتک جو کچهه پایا هے اور نوع انساني نے جسقدر بهي حاصل کیا هے ' غور کروگے تو وه سب انهي پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج هیں - ایک هي چیز مختلف بهیسوں اور ناموں میں آکر عقلوں کو الجها دیتي هے ' ورنه حقیقت هر حال میں ایک هي هے - دنیا ان پانچ بنیادي حقیقتوں کو مختلف ناموں سے پکارتي اور مانتي هے - دنیا میں کوئي عقل نهیں جو انکی منکر هوسکے - البته نام کے اختلاف نے معاني پر پرده ڈال دیا هے - اگر ان کي تشریح کروں تو پوري ایک کتاب بن جاے - مسلمانوں نے جو کچهه پایا تها انهي پر عمل کرکے ' اور جسقدر کهویا انهي کو چهوڑکر -

یہاں ایک اَور اہم اور قابل غور امر یہ بھی ھے کہ اس حدیث اور نیز دیگر احادیث میں ھمیشه جماعت اور اطاعت خلیفه کی زندگی کو اسلامی زندگی قرار دیا ھے اور اسکے عکس کو جاھلیة - جاھلیة کی زندگی میں ھلاکت کا اصلی تخم کیا تھا ؟ قرآن نے واضح کیا ھے کہ تفرقه اور باھم دگر علحدگی ' اور کسی ایک مرکزی قوت کے ماتحت نہونا - اسلام نے ظاھر ھوکر زندگی کی جو تخم ریزی کی ' وہ کیا تھی ؟ باھمی اتحاد و ائتلاف - تمام افراد کو ایک متحدہ جماعت بناکر نفس واحدہ کردیا اور سب کے سر ایک ھی چوکھٹ پر جھکادیے - و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء ' فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمته اخوانا - وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا " الخ -

پس جاھلیة کا دوسرا نام تفرقه ھوا ' اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت - یہی وجه ھے کہ تمام احادیث میں یه حقیقت واضح کی گئی ' اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ ھوگیا تو گویا جماعت اسلام سے خارج ھوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکه جاھلیة پر ھوئی - اگرچه نماز پڑھتا ھو ' روزہ رکھتا ھو ' اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ھو -

جمہور اھل اسلام کا یه ایک ایسا متفقه عقیدہ ھے کہ اسکو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش ایسی ھی کوشش ھوگی جیسی عقیدۂ توحید کے اثبات کی کوشش - جمہور اھل اسلام نے خوارج کے خلاف ابتدا سے جس چیز پر اجماع کیا ' اور انکی سب سے بڑی علامت قرار پائی ' وہ یہی التزام جماعت و اطاعت امام فی المعروف کا مسئله ھے - اگرچه غیر مستحق خلافة مسلط ھوگیا ھو - البته اطاعت فیما وافق الشرع میں ھے - لا فی ما خالفه -

" من اطاعنی فقد اطاع اللہ ' و من اطاع امیری فقد اطاعنی ' و من عصی امیری فقد عصانی " (صحیحین عن ابی ھریرہ) جس نے میری اطاعت کی ' اُس نے اللہ کی اطاعت کی ' اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی ' اسنے خود میری اطاعت کی ' اور جس نے امیر سے روگردانی کی ' اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - حاصل یه کہ امیرالمومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ھے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری " کی جگه صرف " الامیر " ھے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام ھو اُسکی اطاعت -

" اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبة " (صحيحين عن انس) اگر ايک حقير صورت حبشي غلام بهي تمهارا امير بنا ديا جاے تو چاهيے که اسکي سنو اور اطاعت کرو -

معلوم هوتا هے که يه جمله بار بار اور کثرت سے خطبوں ميں آپ فرماتے تهے - اسي ليے مختلف لفظوں ميں اور مختلف مواقع کي نسبت مروی هے - حجة الوداع کے عظيم الشان اور يادگار عالم موقعه پر جبکه دو تين ماه کے بعد آپ دنيا سے تشريف ليجانے والے تهے اور ايک آخري اور وداعي پيام دنيا کو سنا رهے تهے ' فرمايا " و لو استعمل عليکم عبد يقودکم بکتاب الله ' اسمعوا و اطيعوا " (مسلم) اگر ايک حبشي غلام بهي تم پر امير بناديا جاے اور وه کتاب الله کے ساتهه تم پر حکومت کرے ' تو اُسکي سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعه و فارق الجماعه ' فمات ' مات ميتة جاهلية " و عن ابن عباس " من راي من اميره شيئا يکرهه ' فليصبر ' فانه من فارق الجماعة شبرا ' فمات ' فميتته ميتة جاهلية " و في لفظ " فانه ليس احد من الناس خرج من السلطان شبرا فمات عليه ' الا مات ميتة جاهليه " (متفق عليه) يعني جس نے جماعت کا ساتهه چهوڑ ديا - خليفه کي اطاعت سے باهر هوگيا ' اور اسي حالت ميں بغير توبه کے مرگيا ' تو اُسکي موت جاهلية کي موت هوئي (اسلام سے پہلے اهل عرب پر جو زمانه گزرا هے ' اسکو عہد جاهلية کہتے هيں - پس مطلب يه هوا که عرب جاهلية کي طرح گمراهي پر موت هوئي) دوسري روايت ميں هے - اگر کوئي شخص اپنے امير کو ايسي بات کرتے ديکهے جو اُسے پسند نه آے تو چاهيے که صبر کرے - اسکي اطاعت سے باهر نهو - کيونکه جو کوئي سلطان اسلام کي اطاعت سے بالشت بهر بهي باهر هوا اور اُسي حالت ميں مر گيا ' تو اُسکي موت جاهلية کي حالت پر هوئي - حضرة ابن عمر کي روايت ميں هے " من خلع يدا من طاعة ' لقي الله يوم القيامه و لا حجة له ' و من مات و ليس في عنقه بيعة ' مات ميتة جاهلية " جس نے خليفه کي اطاعت سے هاتهه کهينچا ' يعني اطاعت نه کي ' تو قيامت کے دن وه الله کے سامنے حاضر هوگا اور اسکے ليے کوئي بچاؤ نهوگا - اور جو مسلمان دنيا سے اس حال ميں گيا که خليفه کي بيعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي هوئي ' تو يقين کرو که اسکي موت جاهلية کي موت هوئي -

" من فارق الجماعة شبرا فكانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي)
جو جماعت سے باہر ہوا تو گویا وہ اسلام کی پابندی سے باہر ہوگیا - ایک روایت میں ہے " دخل النار" (اخرجه الحاکم علی شرط الصحیحین) یعنی جو خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا ' اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے -

" کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدي - و سیکون خلفاء فیکثرون - قالوا - فما تأمرنا ؟ قال - فوا بیعة الاول فالاول ' ثم اعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم (متفق علیه) بنی اسرائیل کی رهنمائی و ریاست انبیاء کرتے تھے - ایک نبی گیا تو دوسرا اُسکی جگه مامور ہوا - لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے - البته خلفاء ہونگے - لوگوں نے عرض کیا - ہم کو اُنکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے ؟ فرمایا - جس سے پہلے بیعت کی یعنی جس کی حکومت پہلے مان لی گئی ' اُسکی اطاعت مقدم ہے - پھر کسی دوسرے کو خلیفه نه مانو - اور فرمایا - اُنکا تم پر جو کچھه حق ہے ' وہ اُنکے حوالے کرو - یعنی اُنکی طاعت کرو - زکواۃ و خراج وغیرہ اُنہی کو دو -

انکے علاوہ بے شمار احادیث ہیں - اجماع کے شواہد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نہیں کرتا که مشہور و معروف ہیں ' اور احادیث کے بعد اُنکی ضرورت نہیں -

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے که شریعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی ہیں - اور قدرتی طور پر یہی دو صورتیں اس مسئله کی ہوسکتی تھیں -

اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یه مقرر کیا تھا که امام کے انتخاب کا حق امت کو ہے - اور طریق انتخاب جمہوری تھا نه که شخصی و نسلی - یعنی قوم اور قوم کی اصحاب الراے جماعت (اہل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفه منتخب کرنا چاہیے - بحکم و امرهم شوری بینهم بنیاد تمام امور کی شرعاً شوری یعنی باہمی مشورہ ہے - نه که نسل و خاندان - خلافت راشدہ کا عمل اسی نظام پر تھا - خلیفۂ اول کا انتخاب عام جماعت میں ہوا - خلیفۂ دوم کو خلیفۂ اول نے نامزد کیا اور اہل حل و عقد نے منظور کرلیا - خلیفۂ سوم کا انتخاب جماعت شوری

نے کیا - خلیفۂ چہارم کے هاتهہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کي - نسل ؑ خاندان ' ولي عہدي ' کو اسمیں کوئي دخل نه تها - اگر دخل هوتا تو ظاهر هے که خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتي ' یا دوم و سوم کے خاندان میں ' حالانکه ایسا نہیں هوا - خلیفۂ دوم نے یه بات بهي گوارا نه کي که اُنکا فرزند اصحاب شوری میں شامل هو -

پس پہلي صورت یه هے که اگر صحیح نظام شرعي قائم هو جو خالص جمہوري هے ' اور قوم کو اپنا خلیفه منتخب کرنے کا موقعه ملے ' تو کیسا شخص منتخب کرنا چاهیے ؟ اور اُسمیں کیا کیا اوصاف هونا چاهیئیں ؟

دوسري صورت یه هے که اگر یه نظام باقي نه رها هو - قوم کي راے اور انتخاب کو اُسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کي بنا پر کوئي خاندان یا کوئي ایک طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض هو جاے ' تو اُس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاهیے ؟ اگر وہ اهل نہیں هے ' شرائط خلافت اُسمیں نہیں پاے جاتے - یا ظالم و جابر هے ' تو اُس صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے ؟ اُسکي اطاعت کرني چاهیے ' یا اُس پر خروج کرنا چاهیے ؟ وہ شرعاً خلیفۃ المسلمین هوسکتا هے یا نہیں ؟ اُسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے هیں یا نہیں جو از روے شرع خلیفۂ اسلام کي موجودگي پر موقوف هیں ؟ اُسکو زکواۃ دیني چاهیے ؟ اسکے پیچھے جمعه پڑهنا چاهیے ؟ اسکے تمام احکام کي اطاعت کرني چاهیے ؟

یه مسئله امت کي اجتماعي زندگي کا بنیادي مسئله تها ' اور ممکن نه تها که شریعت اسکي پوري پوري تشریح و توضیح سے خاموش رهتي - اس بارے میں نصوص سنۃ بے شمار اور بالکل واضح هیں - اسي لیے جب خلافۃ راشده کے بعد بنوامیه کي حکومت ظلم و جبر کے ساتهہ قائم هوئي ' تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بهي تامل و تذبذب نه هوا - بالکل اُس شخص کي طرح جو پہلے سے ایک خاص وقت کا سمجها بوجها هوا منتظر هو ' فوراً یکسوئي کے ساتهہ فیصله کرلیا - جو کچهہ اُنهوں نے بتلایا اور کیا ' اُسي پر اجماع امت کي مہر لگ گئي ' اور تیره سو برس سے جمہور اهل اسلام کا وهي متفقه اعتقاد و عمل قرار پایا - بلاشبه پہلي صورت میں بعض اسلامي فرقوں کو اختلاف هوا ' مگر اس بارے میں سب متفق هوگئے -

پہلی صورت میں شریعت نے اہلیت و صلاحیت کے وہ تمام شرائط اپنے انتہائی اور کامل مرتبہ میں قرار دیے ہیں جو ایک ایسے مرکزی اور اہم ترین منصب کیلیے قدرتی طور پر ہونا چاہیئیں - کیا باعتبار قوت علمی کے - اور کیا بہ لحاظ قوت عملی کے - اور چونکہ یہ منصب متعدد حیثیتوں سے مرکب ہے، اسلیے ہر حیثیت کے لحاظ سے ضروری اوصاف بتلائے گئے - مثلاً اسلام، علم و نظر، عمل و تقوی، شجاعت و صولة، عدالة و ایثار، قدرت و نفوذ، طاقت و شوکت - چنانچہ عام کتب عقائد میں صدیوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے ہیں: "و یشترط ان یکون من اهل الولاية المطلقة الكاملة بان يكون مسلماً، حراً، ذكراً، عاقلاً، بالغاً، سائساً بقوة رائه و رويته، و معونة باسه و شوكته، قادراً بعلمه و عدالته و كفايته و شجاعته على تنفيذ الاحكام، و حفظ حدود الاسلام، و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم" الخ - (۱) كذا في شرح المواقف، و النسفي، و التمهيد، و شرح فقه الاكبر للقاري، و شرح المقاصد - و من كتب المحدثين شرح عقيده ابن عقيل، و فتح الباري، و شرح منظومة الاداب، و خلاصه ابن مفلح، و نيل الاوطار، و بلوغ المرام للشوكاني، وغيرهم -

جس وقت تک خاندان عباسیه کی خلافت باقی رهی، یعنی خلافت خاندان قریش و عرب میں رهی (سنه ۶۴۰ھ مطابق سنه ۱۲۴۳ع - تک) علماء اسلام کی ایک بڑی جماعت کا یه خیال رها که به موجب حدیث " ان هذا الامر في قريش " خلیفه کو قرشی هونا چاهیے - یعنی اگر مسلمان خلیفه مقرر کریں، تو جہاں اور بہت سی باتیں اسمیں هونا چاهیئیں، وهاں یه بات بهی هو که خاندان قریش میں سے هو -

(۱) یعنی ایسے شخص کو خلیفه منتخب کرنا چاهیے جس میں حسب ذیل اوصاف پاے جائیں - مسلمان هو، آزاد هو، مرد هو، عاقل و بالغ هو، صاحب راے و نظر هو، تدبیر و انتظام کی پوری قوت رکهتا هو، احکام شریعت کا محافظ هو، انکے جاری و نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تهام کیلیے جسقدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت هے، وه سب اس میں موجود هوں - اتباع شریعت، عدل و انصاف، شجاعت و همت، شوکت و صولت، ساری صفتیں هونی چاهیئیں -

اسي طرح جماعت اماميه اس طرف گئي كه خلافت خاندان نبوت يعني بني فاطمه كے مخصوص آئمۂ اهل بيت ميں رهني چاهيے - أنكے اعتقاد ميں آنحضرة صلعم كے بعد حضرة علي عليه السلام كو خليفه هونا چاهيے تها - اور أنكے بعد أنكي نسل كے آئمۂ عترة رضي الله عنهم كو -

زيديه اسطرف گئے كه بني فاطمه يعني تمام سادات مستحق خلافت هيں - آئمۂ عترة كي خصوصيت ضرروري نهيں - آور شرطوں كے ساتهه صرف اسقدر كافي هے كه امام سيد يعني بني فاطمه ميں سے هو -

ليكن دوسري صورت (يعني اگر نظام شرعي كي جگه ملكي قبضۂ وتسلط كي صورت پيدا هو جاے ' اور جمهور كو انتخاب و نصب كا موقعه نه ملے ' تو أس صورت ميں از روے شرع مسلمانوں كو كيا كرنا چاهيے ؟) سو اسكي نسبت چونكه خود احاديث صحيحه اور اجماع صحابه و عترة بالكل صاف صاف موجود تها ' اسليے بلا اختلاف يه اسلامي اعتقاد قرار پايا كه جب ايک مسلمان منصب خلافت پر قابض هوجاے اور آسكي حكومت جم جاے ' تو هر مسلمان پر از روے شرع واجب هے كه آسي كو خليفۂ اسلام تسليم كرے - آسي كے سامنے گردن اطاعت جهكادے - بالكل آسي طرح جيسے ايک اهل و مستحق خليفه كے آگے جهكنا چاهيے - اطاعت و اعانت كي وه تمام باتيں جو منصب خلافت كے شرعي حقوق ميں سے هيں ' ايسے خليفه كو حاصل هوجاتي هيں - أس سے رو گرداني كسي مسلمان كيليے جائز نهيں - آسكے مقابلے ميں خروج اور دعوے كا حق كسي كو نهيں پهنچتا اگرچه كيسا هي افضل اور جامع الشروط هو - جو كوئي ايسا كرے ' مسلمانوں پر واجب هے كه آسكے مقابلے اور قتل ميں خليفه كا ساتهه ديں - وه شرعاً باغي هے - آسكو قتل كردينا چاهيے -

شريعت نے دوسري صورت ميں يه حكم كيوں ديا ؟ اسكي علت و مصلحت اسقدر كهلي هے كه شرح و تفصيل كي حاجت نهيں - شريعت اور آمت كا قائم و باقي رهنا خلافت كے وجود و قيام پر موقوف تها - ساري باتيں شاخ هيں - جڑ يهي مقام و منصب هے - پس اسكے ليے ايک نظام شرعي مقرر كيا گيا جو بهتر سے بهتر اور افضل و اعدل نظام هوسكتا تها - يعني اسلامي حكومت كي بنياد جمهور اور شورى كے انتخاب پر ركهي - شخص ' نسل ' تسلط و اقتدار اور پادشاهي و ملوكي كو اسميں دخل نهيں - ساتهه هي اس منصب كي اهليت كيليے تمام ضروري شرطيں اور صفتيں

بتلادیں کہ اپنا خلیفہ بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ - ایسے کو نہ بناؤ جو اُسکی اهلیت نہ رکھتا هو - پھر پورے زور کے ساتھہ اسکا بھی اعلان کردیا کہ لوگوں کو خود خلیفہ بننے اور امارت و سرداری حاصل کرنے کا خواهشمند نہ هونا چاهیے - نہ دعویدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاهیے - آنحضرة همیشه اس عہد پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے کہ " لا ینازع الا مر اهله " جس کام کا جو اهل هوگا اسی پر وہ کام چھوڑ دینگے - دنیا اگر اس چھوٹے سے جملہ پر عمل کرے تو روے زمین کے سارے جھگڑے ختم هوجائیں - امام بخاری نے کتاب الاحکام میں باب باندھا ھے " ما یکرہ من الحرص علی الامارہ " (۱) اور

---

(۱) حق یہ ھے کہ بقول علامۂ ابن خلدون صحیح بخاری کی شرح و تفسیر کا قرض ابتک امت کے ذمہ باقی ھے - بے شمار شرحوں اور حاشیوں کے بعد بھی ابتک ابن خلدون کا قول ویسا هی صحیح ھے' جیسا فتح الباری اور عینی وغیرہ سے پہلے تھا - اس کتاب کے عجائب و دقائق قیامت تک ختم نہونگے - هر کتاب' هر باب' ابواب کی هر ترتیب' اور هر هر عنوان و ترجمہ' اس فقیه الارض و اعجوبۃ الدهر کی فقاهۃ ربانی کی ایک آیۃ باهرہ و حجۃ قاهرہ ھے - اسی مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ' اور دیکھو' کس دقۃ نظر کے ساتھہ محض ترتیب ابواب هی میں اسلام کا نظام شرعی واضح کردیا ھے اور ساری مشکلات حل کردی هیں ؟ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ اسلام کا نظام مرکزیۃ اس بارے میں کیا ھے ؟ تو پہلا باب " اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم " کا باندھا ' اور " من اطاع امیری فقد اطاعنی " الخ کی روایت درج کرکے بتلا دیا کہ مرکز کتاب اللہ ھے' رسول ھے' اور پھر خلیفۂ و امام ھے - " اولوالامر " خلیفہ کے سوا کوئی نہیں - اُسکی اطاعت (بشرطیکہ کوئی خلاف شرع حکم نہو) مثل خدا و رسول کی اطاعت کے فرض ھے - پھر باب باندھا " الا مراء من قریش " اور اسمیں ابن جبیر والی روایت لاے " ما اقاموا الدین " جب تک قریش دین کے قائم رکھنے کی اهلیت رکھینگے' خلافت اُنھی میں رهیگی - اسطرح واضح کردیا کہ ایک خاص مدت تک قرشی خلافت کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی' مگر خلیفہ کا قرشی هونا کوئی شرط اصلی و تشریعی نہیں ھے - صرف پیشین گوئی اور هونے والے واقعات کا بتلا دینا ھے جیساکہ بے شمار معاملات کی نسبت خبریں دی گئی هیں - اور پھر جو کچھہ بھی ھے " ما اقاموا الدین " کے ساتھہ مشروط ھے - اسکے بعد ایک نہایت هی اهم اور دقیق نکتہ کی طرف متوجہ هوے اور باب باندھا " أجر من قضی

ابو موسیٰ کی روایت لائے هیں جس میں آپنے فرمایا : " انا لا نولی هذا من سأله ، و لا من حرص علیه " جو شخص خود اس چیز کا طالب هو یا اسکی حرص رکھتا هو ' اسکو میں یه کام سپرد نه کرونگا - یعنی امت کو اپنا عملی نمونه دکھلا دیا که جو دعویدار خود خلافت کا سائل و حریص هو ' اسکو خلافت کیلیے منتخب نه کرو -

مسئلۂ خلافت کا اصلی نظام شرعی یه هے - اگر یه قائم هو تو دنیا امن و سکون کی بہشت بن جاے - لیکن چونکه معلوم تھا که ابھی وہ وقت نہیں آیا - یه نظام تیس برس سے زیاده قائم رهنے والا نہیں ' اسلیے شرع

[بقیه نوٹ صفحه ۳٦]

بالحکمة " افسوس اس باب کے ربط و ترتیب کی اصلی علت لوگ نه سمجھے - منصب خلافت کے اثبات کے بعد یه چیز سامنے آتی تھی که اعمال خلافت کی بنیاد کیا هے ؟ اور اسکا طریق کس منہاج سے ماخوذ هے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاهتے هیں که بنیاد اُسکی طریق " حکمت " پر هے - یعنی انبیاء کرام کے طریق تربیت امم پر جو " سنت " کا اصلی اور وسیع مفہوم هے ' اور قرآن حکیم کی اصطلاح میں " حکمت " سنة نبوة هی کا دوسرا نام هے - ترجمۂ باب میں اسپر قرآن سے دلیل بھی لاے : و من لم یحکم بما انزل الله فاولائک هم الفاسقون - حکم و قضا " ما انزل الله " کے مطابق هونا چاهیے - اگر خلاف هو تو فسق هے - " ما انزل الله " کتاب و سنة هے : و یعلمهم الکتاب والحکمة - پس ثابت هوا که اعمال خلافت کی بنیاد حکمت و منہاج نبوة پر هونی چاهیے - اس بارے میں جو زیاده واضح و مفصل احادیث تھیں ' چونکه آنکی شروط کے مطابق نہیں لی جاسکتی تھیں ' اور بنیاد استدلال کی صرف مرفوع هی پر رکھتے هیں ' اسلیے آثار و موقوفات بھی نہیں لے سکتے تھے ' پس مشہور حدیث " لا حسد الا فی اثنتین " الخ درج کرکے قضاء بالحکمة کی اهمیت و مطلوبیت واضح کردی - جب یه مقدمات طے هوچکے ' تو اب دکھلانا تھا که اس مرکز کی اطاعت کس طرح امت پر فرض کردی گئی هے ؟ پس باب باندھا " السمع و الطاعة للامام ما لم تکن معصیة " امت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق میں سے هے - بجز اُس حکم کے که معصیت هو - اسمیں وہ تمام حدیثیں لاے هیں جن میں صریح حکم موجود هے که خلیفه اهل هو یا نا اهل ' جامع الشروط هو یا فاقد

و ملت کي حفاظت کیلیے ضروري تها که نظام اصلي پر زور دینے کے ساتهه آن وقتوں کیلیے بهي صاف صاف احکام دیدیے جائیں‘جب انتخاب و نصب خلافت کے بارے میں شریعت کا ٹهرایا هوا طریقه باقي نه رهے‘ اور جمهوري حکومت کي جگه شخصي و استبدادي طریقه قائم هو جاے -

ظاهر هے که اس صورت میں دو هي راهیں سامنے آتي هیں- اگر ایسے لوگونکي خلافت تسلیم کرلي جاے تو اس سے امت کي جمعیة ‘ جان و مال کا امن ‘ ممالک اسلامیه کي حفاظت ‘ احکام شرع کا اجراء ‘ جماعت کا قیام و بقا ‘ اور اسي طرح کے مصالح و فوائد حاصل هوتے هیں کیونکه بلا کسي نزاع کے اسلامي حکومت قائم هو جاتي هے - مگر ساتهه هي غیر مستحق کي خلافت اور غیر نظام شرعي کے قائم هو جانے کي خرابیاں بهي پیدا هو جاتي هیں -

---

[بقیه نوٹ صفحه ۳۶]

الشروط ‘ عادل هو یا جابر ‘ مکروهات کا حکم دے یا محبوبات کا ‘ جب تک وه مسلمان هے - نماز قائم رکهتا هے ‘ اُسکی اطاعت کرني چاهیے - کسي مسلمان کیلیے اُسکي اطاعت سے باهر هونا جائز نهیں - اسکے بعد بالترتیب تین باب آتے هیں - " من لم یسأل الامارة أعانه الله " دوسرا " من سأل الامارہ وکل الیها " تیسرا " ما یکره من الحرص علی الامارة " حاصل ان تینوں عنوانوں کا یه هے که جهاں شارع نے امت کو خلیفۂ و امام کي ضروري صفتیں اور شرطیں بتلا دي هیں ‘ وهاں اِس سے بهي روکدیا هے که کوئي شخص خود امامت و سرداري کا خواهاں هو اور اسکے لیے کوشش کرے - حتی که عبد الرحمن بن سمره سے کہا " جو اهل اور احق هو ‘ اُسي کا ساتهه دو - خود اپنے لیے خواهاں نه هو - اگرچه اسکے لیے قسم توڑني اور کفاره بهي دینا پڑے " پس ان تمام ابواب کي یکے بعد دیگرے ترتیب سے واضح هوگیا که اس بارے میں نظام شرعي کي قدرتي ترتیب یه هے :

(۱) امت کیلیے حسب نص " و اولی الامر منکم " مرکز اجتماع و جماعت خلیفه کا وجود هے - اسکي اطاعت فرض هے - (۲) خبر دیدي گئي تهي که جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهیگي ‘ خلافت پر قابض رهینگے - چنانچه ایسا هي هوا - (۳) بنیاد معاملۂ خلافت کي " حکمت " پر هے - وه حکمت که " و یعلمهم الکتاب و الحکمة " یه ... اور اعمال و سنة نبوت هے ، کا نام قرآن کي اصطلاح میں

لیکن اگر ایسوں کی خلافت تسلیم نہ کی جاے' اُن پر خروج کرنے کی اجازت دیدی جاے ' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اهل اور جامع الشروط خلیفه هی قرار دیا جاے ' تو پھر دائمی کشمکش ' خون جنگ و قتال ' دعوؤں کا تکرانا ' قوتوں کا تزاحم ' همیشگی کی بد امنی ' کبھی ختم نہ هونے والی طوائف الملوکی اور انارکی ' امت کی تباهی ' ملکوں کی خرابی ' نظام جماعت کا اختلال ' احکام شرع کی تعطیل ' مسلمانوں کے جان و مال سے امن کا اُٹھہ جانا ' دشمنان اسلام کا اس باهمدگر کشمکش سے فائدہ اٹھانا' اور اسی طرح کی بے شمار هلاکتوں اور بربادیوں کا پھیل جانا لازمی تھا - مگر ساتھہ هی اسکی امید بھی تھی کہ شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم هو جاے اور نا اهلوں کی جگہ کسی اهل اور ساری شرطیں رکھنے والے آدمی کو خلافت دلائی جاسکے -

پہلی صورت میں مصلحت کا بقا و حصول ' مگر خرابیوں کا امکان تھا -

دوسری صورت میں خرابیوں کا وقوع ' مگر مصالح کا امکان تھا -

اسلام نے پہلی صورت اختیار کی ' اور پوری قوت و اصرار کے ساتھہ دوسری راہ مسدود کردی - یعنی مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجیح دی -

---

[بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶]

" حکمت " ھے - پس ضرور ھے کہ خلیفہ کے تمام کاموں کی بنیاد طریق سنۃ پر هو - بدعۃ و احداث پر نہ هو - یہی معنی منہاج نبوت کے هیں - (۴) جب خلافت منعقد هوگئی تو تمام امت پر اسکی اطاعت فرض ھے - فی ما احب و یکرہ' ما لم یؤمر بمعصیۃ (۵) امت کو چاهیے کہ احق و اهل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نہ چاهیے کہ خود خلافت کی خواهش کرے - جس نے ایسا کیا ' اللہ کے حضور شرمندگی پائیگا - نتیجہ یہ نکلا کہ جب لوگ خود خواهش نہ کرینگے ' اور حق انتخاب جمہور کو ھے' تو کسی طرح کی بھی کشمکش نہوگی - نہ بہت سے دعویداروں میں باهم جھگڑا هوگا - امن و سکون کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا جائیگا -

یہ تھا صحیح نظام شرعی' جسکے علم و فہم کیلیے صرف صحیح بخاری هی کافی ھے ' اور اسلام کی کونسی حقیقت ھے جسکے لیے صحیح بخاری کافی نہیں ؟ لیکن افسوس کہ نظام شرعی قائم نہ رها - مجلس شوری کی جگہ میدان جنگ میں خلافت کا فیصلہ هوا ' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض هونے لگے - چنانچہ پہلے هی سے اسکی خبر دیدی گئی تھی -

کیا دنیا میں ایک دماغ اور ایک عقل صحیح بھی ایسی ملسکتی ھے جو شریعت کے اس فیصلہ کو غلط بتلاے ؟ اللہ کی شریعت کا اصل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ھے - یعنی ھمیشہ فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتھہ مفاسد بھی جمع ھو جائیں تو جس راہ میں مصالح زیادہ ھوں اور خرابیاں کم' اُسیکو اختیار کرنا - تمام احکام کا محور یہی اصل ھے - پس اگر پہلی راہ اختیار کی جاتی اور خلیفہ کی اطاعت کیلیے خلیفہ کا جامع الشروط اور بطریق صحیح منتخب ھونا شرط قرار دیدیا جاتا' تو اسکا کیا نتیجہ نکلتا ؟ نصب و انتخاب کیلیے نظام شرعی تو درھم ھوچکا تھا - ھر دماغ میں حرص و دعوا' اور ھر ھاتھہ میں تلوار تھی - یہی نتیجہ نکلتا کہ ایک عام طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی - ھر شخص یہ کہکر کہ خلیفہ اهل و مستحق نہیں ھے' بغاوت کیلیے اُٹھہ کھڑا ھوتا - تمام امت میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رھتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ھوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا' اور نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ باوجود اسلام کے اس صریح حکم اور مسلمانوں کے متفقہ اعتقاد کے' جو کچھہ تاریخ اسلام کا حال رھا ھے' ظاھر ھے - مدعیان سلطنت کی باھمی پیکار اور جماعتوں کے باھمی نزاع نے کسطرح اسلامی فتوحات کی بڑھتی اور پھیلتی ھوئی قوت روکدی ؟ اور پھر جو کچھہ حاصل ھوچکا تھا' اسکو بھی کھونا شروع کردیا ؟ حتی کہ جو قوم دنیا کی تمام قوموں کی وارث ھونے کیلیے آئی تھی' دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی اُسکی وارث بنگئی' اور اسلامی خلافت کے اجزاء حیات ٹوٹ ٹوٹ کر اور کٹ کٹ کر دنیا کی نئی نئی سلطنتوں اور ملکوں کیلیے سروسامان و مواد کا کام دینے لگے ! فما کان اللہ لیظلمھم' و لکن کانوا انفسھم یظلمون ! (۹ : ۳۹)

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاھیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ھوتی' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ھی بتلا دی گئی تھیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا ؟ یہ معاملہ اسقدر

یقینی اور ہر طرح کے شک و شبہ سے ماورا ہے کہ اگر دنیا اس پر یقین لانے کیلیے طیار نہیں تو اسکے یہ معنی ہیں کہ دنیا کے پاس ماضی کی جسقدر معلومات موجود ہے اُن میں سے کوئی بات بھی یقینی نہیں - نہ تو اس دنیا میں سکندر نامی کوئی پادشاہ کبھی گزرا ' نہ روما نامی کوئی سلطنت قائم ہوئی ' اور نہ ہم بیسویں صدی کے انسان اسکے لیے مجبور ہیں کہ نپولین کا وجود اور واٹر لو کی جنگ کا وقوع تسلیم کریں !

بہر حال احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہونے والے واقعات پیشتر سے معلوم تھے اور ہر حالت اور ہر وقت کیلیے صاف صاف حکم دیدیا گیا تھا - احادیث کے اس حصہ کا نہایت دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ کرنا چاھیے - ہر دور کی خاص حالت ہے اور اسلیے خاص حکم -

سب سے پہلے وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں خلافۃ خاصۃ و راشدہ کا ذکر کیا ہے ' اور چونکہ یہ خلافۃ ٹھیک ٹھیک طریق نبوۃ و سنۃ پر قائم ہونے والی تھی ' اسلیے امت کو وصیۃ کی ہے کہ نہ صرف اُنکی اطاعت کی جاے ' بلکہ اُنکے تمام اجماعی باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوۃ کے " سنۃ " سمجھا جاے اور اُسکی پوری طرح پیروی کی جاے -

مشہور حدیث عرباض بن ساریہ " قام فینا رسول اللہ صلعم ذات یوم ' فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ' و جلت منہا القلوب . و ذرفت منہا العیون ' . فقیل یا رسول اللہ ! وعظتنا موعظۃ مودع فاعہد الینا بعہد - فقال علیکم بتقوی اللہ ' و السمع و الطاعہ و ان کان عبداً جشیا ' و سترون من بعدی اختلافاً شدیدا ' فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین - عضوا علیہا بالنواجذ " (ابن ماجہ و ترمذی) اور حدیث " خیر القرون قرنی ' ثم یلونہم " الخ اور " اما طبقتی و طبقۃ اصحابی فاھل علم و ایمان " الخ رواہ البغوی عن انس - یعنی آنحضرۃ (صلعم) نے خطبہ دیا اور فرمایا - میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو ' اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچہ وہ ایک حبشی غلام ہو - اور دیکھو ! میرے بعد بڑے سخت جھگڑے ہونے والے ہیں ' پس چاھیے کہ فتنوں سے بچو اور ہمیشہ میری سنت اور میرے بعد کے جانشینوں کی سنت پر کاربند رہو ' اور اسکو اسطرح مضبوطی سے پکڑ لو جیسے کوئی شخص دانتوں سے کوئی چیز پکڑ لیتا ہے - اور فرمایا : بہتر زمانہ میرا ہے ' پھر وہ جو میرے بعد کا ہے - اور فرمایا : میرا اور

میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ ہے - اسي طرح حضرت ابن مسعود کي حدیث " ما من نبي بعثه الله في امته قبلي' الا كان له حواريون و اصحاب ' ياخذون بسنته و يقتدون بامره " الخ (مسلم) و غير ذلک -

غرضکه اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے تھے - ایک اطاعت کا ' دوسرا اقتداء اور پیروي کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتي ہیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا ہے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقي رهتا ہے' لیکن دوسرا حکم بالکل بدل جاتا ہے - یعنے اُمت کو اس دور کے خلفاء و سلاطین کي اطاعت کي تو ویسي ہي وصیت کي جاتي ہے' جیسے پہلے دور کیلیے کي تھي' لیکن اُنکے کاموں کي پیروي اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا ' بلکه بتدریج ترک و مخالفت کا حکم دیا جا رہا ہے - اس سے صاف واضح هوجاتا ہے که اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض هو جائینگے' اُنکي خلافة شریعت کے مطلوبه نظام پر نه هوگي ' اور نه اُنکا چلن قرآن و سنت کے مطابق هوگا - اُن میں اچھے بھي هونگے - برے بھي هونگے - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور اُنکي خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جا رہا ہے - اُنکے طور طریقوں کي پیروي اور اُنکے کاموں کو شرعي کام سمجھه لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - صاف صاف وصیت کي جاتي ہے که جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں' تو جس کي طاقت جہاں تک کام دے ' برائیوں کے روکنے کي پوري کوشش کرے - هاتھه سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یه دونوں درجے نصیب نه هوں تو کم از کم دل هي دل میں برائي کو برا سمجھے - " و ذلک اضعف الايمان " - لیکن برے کاموں کو اُنکي عظمت کے دباؤ سے اچھا نه سمجھه لے اور نه اُنکا ساتھه دے - " و ليس وراء ذلک من الايمان حبة خردل " (۱)

---

(۱) احادیث کا یه حصه نہایت اهم اور غور طلب ہے ۔ مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر ہے ' اسلیے احکام بھي مختلف ہیں - اس نکته پر جسکي نظر نه گئي وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران هوا - یا سخت غلطیوں میں مبتلا هوگیا - عہد نبوة سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - هر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس اُنکے احکام میں بھي اختلاف هوا -

عن عبادہ بن الصامت - قال " بایعنا رسول اللہ صلعم علی السمع و الطاعہ في منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا وأثرہ علینا ' و ان لا ننازع الامر اھلہ '

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲]

مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاھیے - پھر ھر حدیث اور ھر حکم کو اُسکي جگہ دیني چاھیے - ایسا نہ کرنے سے لوگوں کو بڑي بڑي غلط فہمیاں ھوئیں - بہتوں کو یہ لغـــزش ھوئي کہ " اطـــاعـت " اور " اقتدا " کا فرق نہ سمجھے - جن حدیثوں میں " اقتـــداء " کي ممـــانعت بلکہ خلاف کرنے کا حکم پایا ' اُنکو " منع اطاعت " اور جواز خروج پر محمول کرلیا - خوارج اور معتزلہ کے ایک گروہ کو یہي دھوکا ھوا - ایک دوسري جماعت نے یہ غلطي کي کہ حکم اطاعت کو عام مطلق سمجھہ لیا ' اور منع اقتداء و تأسي اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصیص کردي تھي ' وہ اُنکي سمجھہ میں نہ آئي - یعني اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب امراء و حکام کي اطاعت کا حکم دیا گیا ھے ' خواہ اُنکے اعمال کیسے ھي خراب ھوں ' تو پھر چاھیے کہ نہ کسي برائي پر ٹوکیں ' نہ منکرات کے خلاف جد و جہد کریں - ھر حال میں چپ چاپ بیٹھکر اطاعت کرتے رھیں - یہ جو صدیوں سے عام علماء اسلام نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف یکقلم ترک کردیا ھے ' تو نفس خادع اُنکو بھي یہي دھوکا دے رھا ھے - بعض حدیثوں میں آیا ھے کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ھے - ان لوگوں نے چونکہ " اطاعت " اور " اقتداء " کا فرق نہیں سمجھا تھا ' اسلیے یہ مطلب سمجھے کہ پادشاھوں اور امیروں کو برائي پر ٹوکنے اور اُنکے خلاف حق کے اعلان میں بڑي بڑي مصیبتیں جھیلني پڑتي ھیں - یہي چیز فتنہ ھے - پس اس فتنہ سے بچنا چاھیے - نتیجہ یہ نکلا کہ حق و باطل میں کوئي تمیز باقي نہ رھي - تمام زبانیں گونگي اور - تمام دل مردہ ھوکر رھگئے - حالانکہ دونوں جماعتوں نے ٹھوکر کھائي - دونوں نے حدیثوں کا صحیح مورد اور محل نہ سمجھا - ایک صورت یہ ھے کہ مسلمان کسي کو اپنا قومي پادشاہ مان لیں ' اور ایک پادشاہ کي جیسي فرماں برداري رعایا کو کرني چاھیے ' ٹھیک ٹھیک ویسي ھي فرماں برداري کریں - کوئي بات ایسي نہ کریں جس سے ثابت ھو کہ اُسے اپنا حاکم نہیں سمجھتے - اسکا نام " اطاعت " ھے - دوسري صورت یہ ھے کہ کسي انسان کو دیني و اخلاقي اعتقاد و عمل میں اپنا پیشوا مان لینا ' اور راستي و حق پرستي کے اعتبار سے اُسکي زندگي کو اپنے لیے

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من الله برهان " متفق علیه - عبادہ بن الصامت کہتے هیں - هم سے رسول الله (صلعم) نے اس بات پر بیعت لي

[بقیه نوٹ صفحه ۱۴۲]

نمونه بنا لینا ' اور اُسکے قدم به قدم چلنے کي کوشش کرنا - اسکا نام " اقتداء " اور " تأسي " هے - دونوں صورتیں الگ الگ هیں - بلاشبه " اطاعت " ایک عام حالت هے اور اسمیں " اقتداء " کي حالت بهي داخل هے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص هے ' اور ضروري نهیں که هر اطاعت اقتداء بهي هو - احادیث میں خلفاء راشدین کي نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نهیں - کیونکه معلوم تها که اُنکے کام اچھے نه هونگے - شریعت و عدالت سے منحرف هو جائینگے - اور چونکه نظام جماعت کے قیام کے ساتهه احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کي حفاظت کا انتظام بهي ضروري تها ' اسلیے امر بالمعروف و نهي عن المنکر کا فرض هر حال میں باقي رها - اور حکم دیا گیا که ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوري پوري اطاعت کرو ' لیکن پادشاہ کي اطاعت کے یه معنی نهیں که سفید کو سیاہ ' اور دن کو رات مان لو - حق حق هے - باطل باطل - برائي جب دیکهو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ اور ایک مزدور ' دونوں برابر هیں - " لا طاعة لمخلوق في معصیة الخالق ' قاعدۂ کلیه هے ' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسي مخلوق کي ایسي اطاعت نهیں کي جاسکتي جس میں خالق کے حکم سے نافرماني کرني پڑے - اور یه جو جابجا کہا که اطاعت نه کرنے میں فتنه هے - تو یاد رهے که " اطاعت " نه کرنے میں ' نه که " اقتداء " نه کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نهي عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نه کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا هي فتنه هے - یه مطلب نهیں که برائي کي مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنه هے - حق کا اعلان تو همیشه اور هر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن هے - وہ کبهي فتنه نهیں هوسکتا - اگر حق کي پکار فتنه هوجاے تو پهر نظام هستي منقلب هو جاے : و لو اتبع الحق اهوائهم لفسدت السماوات و الارض و من فیهن ! (۲۳ : ۷۴)

کہ ہر حال اور ہر طرح کي زندگي ميں امام کي اطاعت کرينگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دينگے ' اور کبھي اس بارے ميں کوئي جھگڑا نہيں کرينگے - الا يہ کہ بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاہر ہو - ايسي بات ميں جسکے ليے الله کي کتاب ميں حکم و دليل موجود ہے - سو اُسوقت کسي کي اطاعت بھي الله کي اطاعت سے نہ روک سکيگي - يعني جب تک امام سے صريح کفر نہ سرزد ہو' ہر حال ميں اُسکي اطاعت واجب ہے -

" خيار ائمتکم الذين تحبونہم و يحبونکم' وتصلون عليہم و يصلون عليکم ' و شرار ائمتکم الذين تبغضونہم و يبغضونکم' و تلعنونہم و يلعنونکم ' قال قلنا - أفلاننابذہم عند ذلک ؟ قال لا ' ما أقاموا فيکم الصلوة' الا من ولي عليه وال فرآه شيئاً من معصية الله فليکره ما يأتي من معصية الله ' و لا ينزعن يداً من طاعة " رواه احمد و مسلم -

و عن حذيفة أنه (صلعم) قال " يکون بعدي آئمة لا يہتدون بہدى ولا يستنون بسنتي ' و سيقوم فيکم رجال قلوبہم قلوب الشياطين في جثمان انس - قال قلت - کيف اصنع يا رسول الله ان أدرکت ذلک ؟ قال - تسمع و تطيع و ان ضرب ظہرک و اخذ مالک فا سمع و اطع " رواه مسلم و احمد -

يعني فرمايا : تمہارے بہتر حاکم وہ ہيں کہ اُنکي محبت تمہارے دلوں ميں ہو اور تمہاري انکے دلوں ميں - تمہاري زبانوں سے اُنکے ليے رحمت کي صدا نکلے اور اُنکي زبانوں سے تمہارے ليے - اور بدترين حاکم وہ ہيں کہ تمہارے دلوں ميں اُنکي دشمني ہو' اور وہ تمہيں دشمن سمجھتے ہوں - تم اُن پر لعنت بھيجو - وہ تم پر - صحابہ نے عرض کيا - يا رسول الله ! کيا ايسے حاکموں سے ہم نہ جھگڑيں ؟ فرمايا نہيں - جب تک وہ تم ميں نماز قائم رکھيں - اُنکي اطاعت ہي کرو ! ہاں جو بات گناہ کي ديکھو اُسے پسند نہ کرو مگر امام کي طاعت سے ہاتھہ نہ کھينچو - نيز فرمايا - ميرے بعد ايسے امام ہونگے جو ميرا طور طريق چھوڑ دينگے - ميري سنة پر نہيں چلينگے - عنقريب تم پر ايسے لوگ حکمراں ہونگے کہ اُنکا جسم تو انسانوں کا ہوگا مگر دل شيطان کا سا - راوي نے پوچھا - اگر ہم نے ايسا زمانہ پايا تو کيا کريں ؟ فرمايا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وہ تمہاري پيٹھہ پر تازيانے لگائيں اور تمہارا مال چھين ليں ' تب بھي اُنکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرة و امور تنکرونہا " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي عليکم' و تسألون الله الذي لکم " متفق عليه عن ابن مسعود '

و اخرجه ایضاً الحرث بن وهب و أ ورده الحافظ فی التلخیص ' و عن جابر بن عتیک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سیاتیکم رکب مبغضون ' فاذا أتوکم فرحبوا بهم وخلوا بینهم و بین ما یبتغون- فان عدلو' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعلیها"

و عن وائل بن حجر- قال سمعت رسول الله صلعم ورجل یسأله - فقال - أرایت إن کان علینا امراء یمنعونا حقنا ویسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا وأطیعوا ' فانما علیهم ما حملوا ' و علیکم ما حملتم " (مسلم والترمذي و صححه)

" علی المرء المسلم السمع والطاعة فیما أحب وکره ' الا ان یومر بمعصیة ' فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة " (شیخان وغیرهما عن ابن عمر)

سبکا خلاصه رهي هے جو اوپر گزر چکا - آخري روایت میں فرمایا - ایک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو یا ناگوار ' مگر امام کا کها سنے اور مانے - هاں اگر وه ایسا حکم دے جسکي تعمیل میں گناه هو ' تو پهر اُس حکم میں نه تو سننا هے اور نه ماننا - کسي بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بهي خدا سے نافرماني نهیں کي جاسکتي - یه اسلام کا ' اور در اصل تمام سچي تعلیموں اور سچے انسانوں کا عالمگیر قاعدهٔ کلیه هے -

اور یهي وجه هے که صدقات و زکواة وغیره مالیات کي ادائیگي کي نسبت حکم دیا گیا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' یا بیت المال کا روپیه نا جائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' لیکن اگر امام کي طرف سے مامور هیں تو اُنکي اطاعت کرني چاهیے - جس شخص نے زکواة ایسے عامل کو دیدي ' اُسکي زکواة ادا هوگئي - البته قوم کو کوشش کرني چاهیے که ایسے عامل معزول کیے جائیں - لیکن جب تک معزول نهوں ' نظم شریعت کے قیام کیلیے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعمیل کي جاے - بشیر بن خصاصیه کي روایت میں هے که لوگوں نے کها " ان قوماً من اصحاب الصدقة یعتدون علینا " عمال صدقه لینے میں هم پر ظلم کرتے هیں- کیا حق سے زیاده نه دینے میں اُنکا مقابله کریں ؟ فرمایا نهیں - (ابو داؤد) سعد بن وقاص کي روایت میں فرمایا " ادفعوا الیهم ما صلوا " ابن ابي شیبه میں حضرة ابن عمر کي نسبت هے که کسي نے کها - زکواة کسے دیں ؟ کها وقت کے حاکموں کو- سائل نے کها " اذا یتخذون بها ثیابا و طیبــاً " وه تو زکواة کا روپیه اپنے کپڑوں اور زینت میں خرچ کر ڈالتے هیں - فرمایا " و ان " اگرچه ایسا کرتے هوں مگـر زکواة حاکم هي کو دو- اسي بنا پر محدثین نے باب باندها " براة رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل

و الجور " اور اسي ليے جمہور فقہا کا یہي مذهب قرار پایا که اگر حکام جور کو زکواة دي گئي تو ادا هوگئي - آئمۂ اهل بیت و عترة نے بهي قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کیا جیسا که حضرة امام باقر (علیه و علی آبائه السلام) سے اصول میں منقول هے - اور اسي ليے محققین امامیه و فقہاء زیدیه بهي اس فیصله میں جمہور کے ساتهه هیں -

(اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا اخرهما)

اگر ایک خلیفه کي حکومت جم چکي هے اور قائم هے اور دوسرا مدعي کهڑا هو ' تو اُسکا حکم یه هے که وه باغي هے - فرمایا اُسے قتل کردو - اُسکي زندگي تمام اُمت کے نظم و امن کیلیے فتنه هے - وه امت میں پهوٹ ڈالنا اور جمے هوے انتظام کو درهم برهم کرنا چاهتا هے - والفتنة اشد من القتل -

عن عرفجة الاشجعي - قال سمعت صلعم یقول " من أتاکم و امرکم جمیع علی رجل واحد ' یرید ان یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم ' فاقتلوه " (احمد و مسلم)

اسي ليے جمہور اهل اسلام نے اتفاق کیا که خلیفه خواه اهل هو یا نا اهل ' لیکن اگر اسکي حکومت قائم هے تو جو اُس پر خروج کرے ' اُسکا حکم باغي کا حکم هے - اُس سے لڑنا اور اُسکي جماعت کو قتل کرنا جائز هے بشرطیکه تبلیغ و دعوة اور دفع شکوک کے بعد بهي باز نه آے - ایک گروه نے کہا که نه صرف جائز بلکه بحکم فقاتلوا التي تبغي (۴۹ : ۹) واجب هے - " و قد حکي في البحر عن العترة جمیعاً ان جهادهم افضل من جهاد الکفار الی دیارهم ' ان فعلهم في دار الاسلام کفعل الفاحشة في المسجد " (نیل الا وطار - جلد ۷ صفحه ۸۰) یعني تمام آئمه اهل بیت و عترة سے منقول هے که ایسے باغیوں سے جہاد کرنا کفار پر حمله کرنے سے بهي افضل هے -

(اجماع امت و جمہور فقہاء و اعلام)

بنو اُمیه کے امراء کي حکومت ظلم و بدعت کے ساتهه قائم هوئي اور اُسوقت ایک جم غفیر صحابۂ کرام و ائمۂ اهل بیت نبوة کا موجود تها - عہد عباسیه کي پوري پانچ صدیاں گذر گئیں ' اور یہي زمانه تمام علوم شرعیه کي تدوین و ترتیب کا تها - تمام آئمۂ و اعلام اور فقہاء مذاهب اسي عہد میں پیدا هوے اور عقائد و مسائل نے آخري ترتیب و تنظیم پائي - لیکن ان تمام عہدوں میں سب کا اتفاق اسي بات پر رها جو اوپر گزر چکي - عقائد ضروریه اور ارکان اربعه کے بعد شاید هی کسی اسلامی اعتقاد پر اس درجه محکم

و یقینی اجماع و تعامل ثابت کیا جاسکے - صحابہ کا حال معلوم ہے - مروان مدینہ کا گورنر تھا اور حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوی میں موذن تھے - مروان کی عبادت سے بد ذوقی کا یہ حال تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا اور مقتدیوں کو شرکت کا موقعہ دینا بھی اسکی جلد بازی پر شاق گزرتا تھا - ابو ہریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتنی بآمین " قرأت میں ایسی جلدی نہ مچائیو کہ میری آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسی کے پیچھے پڑھتے اور اُسکی اطاعت سے انکار نہ کرتے - اس سے بڑھکر یہ کہ امراء بنو امیہ علانیہ ظلم و ستم کرتے تھے - بدعات کا یہ حال تھا کہ جس سنت کو چاہتے ' اپنی ہواء نفس سے بدلڈالتے - لوگ اُنکی یارہ گوئی سننا پسند نہیں کرتے تھے - عید کے دن خطبہ دیتے تو لوگ اُٹھکر چلے جاتے کہ خطبۂ عید کی سماعت واجب نہیں - یہ حال دیکھکر مروان نے چاہا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ دیدے تا کہ نماز کے انتظار کی وجہ سے مجبوراً لوگوں کو خطبہ سننا پڑے - حالانکہ یہ صریح سنت مستمرۂ و اجماعی کے خلاف تھا - حضرت ابوسعید خدری نے بلا تامل اسپر ٹوکا - ایسی بے شمار باتیں کی جاتی تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکی سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ہمیشہ ٹوکتے - لیکن خلیفہ اُنہی کو مانتے اور اطاعت اُنہی کی کرتے - کسی صحابی نے بھی اطاعت سے پہلے اسکی جستجو نہ کی کہ خلیفہ میں ساری شرطیں خلافت کی پائی جاتی ہیں یا نہیں ؟ اگر اسکی جستجو کرتے تو سب سے پہلی شرط یعنی بطریق انتخاب شرعی و شوری منتخب ہونا ہی مفقود تھا - باقی شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کی ہیں - حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بنی مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ہیں اور کتوں کو کھلاتے ہیں (۱) اور پھر اُنکے ہاتھوں ہر طرح کے مظالم و شدائد بھی سہتے ' مگر ساتھہ ہی بہ حیثیت سلطان اسلام کے اُنہی کی اطاعت بھی کرتے - مامون و معتصم کے عہد میں علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ہوے ' معلوم ہیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسی کوڑوں کی ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رہنا گوارا کرلیا لیکن مامون و معتصم کی دعوۃ بدعت کی پیروی نہ کی - با ایں ہمہ اطاعت کا مستحق اُنہی کو سمجھا ' اور اپنے نامۂ وصیۃ میں بھی لکھا " و الدعاء لائمۃ المسلمین بالصلاح ' و لا تخرج علیہم بالسیف ' و لا تقاتل ہم فی الفتنہ " کذا نقل عنہ ابن الجوزی فی سیرتہ -

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی ، - ۱ : ۴۷ -

اسي طرح تمام آئمۂ اهلبيت کا زمانه خلفاء بنو اميۂ و عباسيه کے عہدوں میں گزرا - یه معلوم هے که وہ خلافۃ کا مستحق صرف اپنے هي کو يقين کرتے تھے نه که بنو اميۂ و عباسيه کو - با ایں همه کسي نے بهي آنکے خلاف خروج نه کیا اور نه اطاعت سے انکار کیا - سب اسي پر متفق هوے که حکومت آنکي قائم هوچکي هے ' اسليے سلطان وقت وهي هیں - خاندان اهل بيت میں سے جس کسي نے خروج کیا ' آئمه نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاهر کي - جیسا که حضرۃ زید کے واقعه اور امام جعفر صادق علیه السلام کے انکار سے ثابت و معلوم هے - حضرۃ امام علي رضا کو مامون الرشيد نے اپنا ولي عهد قرار دیا - امام موصوف نے ولي عهدي قبول کرلي - یعنے تسلیم کرلیا که مامون خلیفه هے' اور آسکو اپنے استخلاف اور ولي عهدي کا حق پهنچتا هے - اگر وہ خود خلیفه نه تها تو دوسرے کو ولي عهدي کیونکر مل سکتي تهي ؟ آئمۂ اهل بيت کي پوري تاریخ میں ایک واقعه بهي موجود نہیں که انہوں نے لوگوں کو بنو اميۂ و عباسيه کي اطاعت سے روکا هو - بلکه برخلاف اسکے کتب حدیث امامیه (مثلاً اصول کافي وغیرہ) میں بے شمار تصریحات موجود هیں که باوجود اظهار استحقاق خود ' و شکوۂ غصب و تعدي' عدم اطاعت و خروج سے همیشه مانع رهے -

(سني اور شیعه دونوں متفق هیں)

یہیں سے یه حقیقت بهي واضح هوگئي که حضرات امامیه اور اهل سنت میں مسئلۂ خلافۃ کي نسبت جو مشہور اختلاف هے ' وہ پہلي صورت میں هے ' نه که دوسري صورت میں - یعني اس بارے میں هے که اگر امت خليفه وُ امام منتخب کرے تو کس کو اور کیسے کو منتخب کرے ؟ شیعه کہتے هیں که اسکا استحقاق صرف آئمۂ اهل بيت کو هے - وهي امام هوسکتے هیں - اهل سنۃ کہتے هیں که یه شرط ضروري نہیں - لیکن اگر اصلي نظام باقي نه رها هو اور غلبۂ و تسلط سے کوئي شخص اور خاندان اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض هوگیا هو ' تو آسکي اطاعت پر جسطرح اهل سنۃ کي تمام جماعتیں متفق هیں' ٹهیک اُسي طرح شیعه بهي متفق هیں - اهل سنۃ کے نزدیک خلافۃ کي تمام شرطیں صرف خلفاء راشدین هي میں جمع تهیں اور آنکا انتخاب صحیح نظام شرعي کے مطابق هوا تها - آنکے بعد پهر نه هوا - امامیه کے نزدیک ابتدا هي سے نه هوا - لیکن اطاعت دونوں عہدوں میں اهل سنۃ نے بهي ضروري قرار دي - شیعوں نے بهي ضروري قرار دي -

نتیجہ یہ نکلا کہ ایک قائم و نافذ اسلامی سلطنت کی اطاعت پر سنی و شیعہ ' دونوں متفق ہیں - یہی حال زیدیہ وغیرہ فرقوں کا ہے ' اور بجز خوارج کے کسی اسلامی فرقہ کو اس سے اختلاف نہیں -

(بعض کتب مشہورۂ عقائد و فقہ)

بہتر ہوگا کہ اس موقعہ پر چند مشہور کتب عقائد اور فقہ و حدیث کے اقوال بھی نقل کردیے جائیں' تاکہ جو لوگ علوم شرعیہ سے نا واقف ہیں ' انکو معلوم ہو جاے کہ یہ بات مسلمانوں کے عقائد کی ایک مانی ہوئی بات ہے اور تمام اسلامی مدرسوں میں صدیوں سے پڑھی پڑھائی جا رہی ہے - شرح مقاصد میں ہے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ' او لم یقتدر علی نصبہ لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمہ و ارباب الضلال ' فلا کلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکھتے ہیں " نعم ' اذا لم یقتدر علی اعتبار الشرائط ' جاز الابتداء للاحکام المتعلقه بالامام ' علی کل ذي شوکة تغلب او استولي " اور آسي میں ہے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبرہ ' ولي کناني ' فان لم یوجد ' فرجل من ولد اسماعیل ' فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواۃ میں ہے " و اما الخروج علیهم و قتالهم ' فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل وا حد " کی شرح میں لکھتے ہیں " ای له اهلیة الخلافة ' او التسلط و الغلبه " -

شامي میں ہے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاہ کما فعل ابوبکر ' و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الراے " -

مسامرہ میں ہے " و المتغلب تصح منه هذہ الامور (ای ولایة القضاء و الامارة و الحکم بالاستفتاء و نحو ها) للضرورة ' و صار الحال عند التغلب کما لم یوجد قرشي عدل ' او وجد و لم یقدر (ای لم توجد قدرة علی تولیته لغلبة الجورة) اذ یحکم في کل من الصورتین بصحة ولایة من لیس بقرشي و من لیس بعدل للضرورة " -

اور شرح مواقف میں امامت کی شرطیں بیان کرکے لکھتے ہیں : لکن للامة ان ینصبوا فاقد ها ' دفعا للمفاسد التی تندفع بنصبه " (٦٦٣)

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلاني نے فتح الباري میں کي هے "و قد اجمع الفقهاء علی وجوب طاعة السلطان المتغلب و الجهاد معه ' و ان طاعته خير من الخروج عليه لما في ذلک من حقن الدماء و تسکين الدهماء ' و لم يستثنوا من ذلک الا اذا وقع من السلطان الکفر الصريح فلا يجوز طاعته في ذلک بل تجب مجاهدته لمن قدر عليها کما فی الحديث " (جلد : ٢١٢)

حافظ نواوي شرح مسلم میں لکھتے هیں " و هذه الاحاديث في الحث علی السمع و الطاعه في جميع الاحوال ' و سببهما اجتماع کلمة المسلمين ' فان الخلاف سبب لفساد احوالهم في دينهم و دنياهم - و قوله صلعم : و ان کان عبد امجدع الاطراف - يعنی مقطوعها ' و المراد اخس العبيد - اے اسمع و اطيع للامير و ان کان دني النسب * * * * * و يتصور امارة العبد اذ ولاه بعض الائمه ' او يغلب علی البلاد بشوکته " الخ - (جلد ٢ : ١٢٥)

اور قاضي شوکاني درر البهيه میں لکھتے هیں " و طاعة الائمة واجبة الا في معصية الله ' و لا يجوز الخروج عليهم ما اقاموا الصلوة " (شرح درر : ٤١٤)

اور حجة الله البالغه میں هے " ان الخليفة اذا انعقدت خلافته ' ثم خرج آخر ينازعه ' حل قتله "

اور ازالة الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت و حقیقت خلافت پر کرتے هوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید هي کسي دوسري جگه ملسکے) لکھتے هیں " و حرام ست خروج بر سلطان بعد ازان که مسلمین بر وے جمع شدند' مگر آنکه کفر بواح از وے دیده شود' اگرچه آن سلطان مستجمع شرائط نه باشد و ایں مضمون متواتر بالمعني ست" (جلد - ١ : ١٣٧)

حاصل ان تمام عبارتوں کا وهي هے جو اوپر گزر چکا - یعنی هر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفه هونا چاهیے جو صاحب طاقت و اقتدار هو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں هیں - لیکن اگر کسي مسلمان کي حکومت قائم هوگئي هے اور وهي صاحب اقتدار و شوکت هے تو اُسي کو خلیفه ماننا چاهیے- خواه تمام شرطیں اُسمیں پائي جائیں یا نه پائي جائیں ' اور اُسکي اطاعت و حمایت هر مسلمان پر واجب هے -

(من حمل علينا السلاح فليس منا)

بخاري و مسلم ميں هے " من حمل علينا السلاح فليس منا " (رواه ابن عمر، و سلمه، و ابو موسى الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علينا السيف ") يعني جس مسلمان نے مسلمانوں كے مقابلے ميں هتيار اُٹھايا (كفار كے ساتھه هوكر) يعني حمله كيا يا لڑائي كي ، وه مسلمانوں ميں سے نہيں هے -

يه حديث نہايت اهم هے، اور من جمله قواعد و كليات كے هے - اسي ليے امام مسلم كتاب الايمان ميں لاے تاكه حقيقت ايمان و كفركي تحقيق ميں اس سے مدد ليں ، اور حافظ نواوي نے ايک مستقل عنوان قرار ديكر باب باندها -

آنحضرة صلعم كے طرز تكلم و خطاب پر غور كرنے سے معلوم هوتا هے كه " ليس منا " اور " ليس مني " وعيد كا ايک ايسا جمله تها جو اُن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے ، جہاں صريح و قطعي كفركي جگه كفر سے كوئي بہت هي قريب اور اسلامي زندگي سے بہت هي بعيد حالت كا بتلانا مقصود هوتا تها - عام معاصي و فسوق سے يه حالت زياده سخت مگر كفر قطعي سے كم هوتي تهي - جن جن احاديث ميں يه لفظ آيا هے ، اُن سب پر غور كيا جاے ، اور ايمان و كفر كے عملي مراتب كي حقيقت بهي پيش نظر هو، تو يه بات واضح هو جائيگي - صاحب شريعت نے جن كاموں كيليے جو احكام ديے اور جو الفاظ استعمال كيے ، هميں حق نہيں هے كه تاويل و توجيهه كركے اُنكے لغوي مفهوم كا اصلي زور و اثر گهٹانے كي كوشش كريں - ايسي كوششيں جن لوگوں نے كيں ، اُنهوں نے مسلمانوں كو اسلام و ايمان كي عملي زندگي سے محروم كرديا (۱) - " ليس منا " كے صاف معني يه هيں كه " وه هم ميں سے نہيں " يعني مسلمانوں ميں سے نہيں - اس سے ثابت هوا كه مسلمانوں كي كسي جماعت پر بطور جنگ و قتال كے هتيار اُٹهانا جبكه وه غير مسلمانوں سے لڑ رهے هوں ، ايک ايسا فعل هے جسكے كرنے كے بعد انسان مسلمانوں ميں شمار هونے كے قابل نہيں رهتا - مسلمانوں

---

(۱) قال النواوي " و كان سفيان بن عيينه يكره قول من يفسره بليس منا بليس على هدينا ، و يقول بئس هذا القول - يعني بل يمسک عن تاويله" (شرح مسلم مطبوعه احمدي - صفحه ۶۹

کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے - لوگوں کا خواہ کچھ ھی قیاس ہو' لیکن اللہ کے رسول کا صریح فیصلہ یہی ہے' اور قرآن و سنت کے تمام احکام اسی کی تائید میں ہیں -

(واقعہ امام حسین علیہ السلام)

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اگر سلطان اسلام کو خلیفہ مان لینا چاہیے گو نا اہل ہو' تو پھر حضرۃ امام حسین علیہ السلام نے یزید بن معاویہ کی حکومت کے خلاف کیوں خروج کیا ؟ اور کیوں اُنکو برسر حق اور شہید ظلم و جور تسلیم کیا جاتا ہے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقیہ مطالب کی تشریح میں مخل ہورہا ہے' لیکن چونکہ اس معاملہ میں عام طور پر ایک سخت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے' اسلیے صاف کردینا ضروری ہے - یہ بالکل غلط ہے کہ حضرۃ امام حسین اُس حالت میں لڑے' جبکہ وہ یزید کی حکومت کے مقابلے میں خود مدعی امامت اور طالب خلافت تھے - جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں' اُنہوں نے واقعۂ کربلا کا دقت نظر کے ساتھہ مطالعہ نہیں کیا - حالات میں اچانک ایسی تبدیلیاں ہوئی ہیں کہ اس غلط فہمی کا پیدا ہوجانا عجیب نہیں - حضرۃ امام جب مدینہ سے چلے' تو اُنکی حیثیت دوسری تھی - جب کربلا میں حق پرستانہ لڑکر شہید ہوے' تو اُنکی حیثیت دوسری تھی - دونوں حالتیں مختلف ہیں - دونوں کا حکم شرعاً مختلف - جب وہ مدینہ سے چلے ہیں تو حالت یہ تھی کہ نہ تو ابھی یزید کی حکومت قائم ہوئی تھی - نہ اہم مقامات و مراکز نے اسکو خلیفہ تسلیم کیا تھا - ابتدا سے معاملۂ خلافت میں سب سے پہلی آواز اور قوۃ انعقاد اہل مدینہ کی رہی ہے' پھر حضرۃ علی کے زمانے میں مدینہ کی جگہ کوفہ دار الخلافۃ بنا - لیکن اہل مدینہ اُسوقت تک متفق نہیں ہوے تھے - اور کوفہ کا یہ حال تھا کہ تمام مخلوق یکقلم مخالف اور حضرۃ امام حسین سے بیعت کرنے کیلیے پیہم اصرار و الحاح کررہی تھی - انہوں نے خود خلافت کی حرص نہ کی' بلکہ ایک ایسے زمانے میں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالی ہوچکا تھا اور نئے کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی تھی' ایک بہت بڑی مرکزی و موثر آبادی (یعنی کوفۂ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کرلیا - البتہ اس منظوری میں یہ مصلحت بھی ضرور پیش نظر تھی' کہ

یزید جیسے نا اہل کی حکومت سے اُمت کو بچایا جائے - لیکن جب وہ کوفہ پہنچے ' تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکی ہے - تمام اہل کوفہ ابن زیاد کے ہاتھہ پر یزید کیلیے بیعت کرچکے ہیں ' اور سرزمین عراق کی وہ بے وفائی و غداری جو حضرة امیر کے عہد میں بارہا ظاہر ہوچکی تھی ' بدستور کام کر رہی ہے - یہ حال دیکھکر معاملۂ خلافت سے وہ بالکل دست بردار ہوگئے ' اور فیصلہ کر لیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کی فوج نے ظالمانہ محاصرہ کر لیا اور مع اہل و عیال کے قید کرنا چاہا - وہ اس پر بھی آمادہ ہوگئے کہ مدینہ کی جگہ دمشق جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصلہ کرائیں ' مگر ظالموں نے یہ بھی منظور نہ کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راہیں تھیں - یا اپنے تئیں مع اہل و عیال قید کرادیں - یا مردانہ وار لڑکر شہید ہوں - شریعت نے کسی مسلمان کو مجبور نہیں کیا ہے کہ ناحق ظالموں کے ہاتھہ اپنے تئیں قید کرادے - اُنہوں نے دوسری راہ کمال عزیمة دعوة کی اختیار کی ' اور خود فروشانہ لڑکر حالت مظلومی و مجبوری میں شہید ہوے - پس جس وقت کربلا میں میدان جنگ گرم ہوا ہے ' اُسوقت حضرة امام حسین مدعی خلافت و امامت نہ تھے - نہ اس حیثیت سے لڑ رہے تھے - اُنکی حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کی تھی جسکو ظالموں کی فوج ناحق گرفتار کرنا چاہتی ہے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا ' اور طاقتور ظلم کے مقابلے میں حق کی بے سروسامان استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلا دینا چاہتا ہے - تعجب ہے کہ یہ غلط فہمی صدیوں سے پھیلی ہوئی ہے - جسکو مفصل اور محققانہ بحث دیکھنی ہو ' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی منہاج السنہ جلد ۲ - کا مطالعہ کرے -

(شـــرط قـــرشیـــة)

مندرجۂ بالا فصول سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انتخاب خلیفۂ و امام کیلیے متعدد شرطیں ہیں - ازانجملہ ایک عرصہ تک علماء کی راے رہی کہ خلیفہ کو خاندان قریش میں سے ہونا چاہیے - لیکن اگر امت کیلیے انتخاب کا موقعہ باقی نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کر لینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعنی حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے) کے اور کوئی شرط نہیں ہے - خلفاء راشدین کے بعد سے جامع الشروط کوئی بھی سلسلۂ خلافت قائم نہ ہوا - بنو امیہ و عباسیہ میں اگر ایک شرط قرشیۃ کی

پائي جاتي تهي ' تو اور بهت سي اهم شرطيں مفقود تهيں - بنيادي شرط يه هے كه حكومت تلوار كے زور سے نه منوائي جاے بلكه امت كے انتخاب و اجماع سے هو' سو يه شرط كسي كي خلافت ميں بهي نه تهي - پهر خليفه كو عادل و منصف هونا چاهيے - حكومت نظام شوري كے ساتهه كرني چاهيے - سنة رسول الله اور سنت خلفاء راشدين پر عامل هونا چاهيے - بجز عمر بن عبد العزيز كے كوئي بهي ان سب كا جامع نه تها - عباسيه كے بعد حكومت عجميوں كے هاتهه آئي ' اور پهر مصر كے عباسي خلفاء كے بعد تركوں كا خاندان عثمانيه خلافت پر قابض هوا - آخري مصري خليفه نے خود سلطان سليم كے هاتهه پر بيعت كي - يه خلافت بلا نزاع آجتك قائم اور تمام عالم اسلامي كيليے شرع و امت كا مركزي اقتدار هے - اگر بنو اميه و عباسيه ميں پانچ شرطيں نہيں پائي جاتي تهيں تو ان ميں چهه نه سهي - يعني يه عرب بهي نہيں اور قرشي بهي نہيں - ليكن چونكه سوال خليفه كے انتخاب كا نہيں هے بلكه ايک قائم و نافذ خلافت كے ماننے كا ' اسليے شرائط كي بحث يہاں كوئي اثر هي نہيں ركهتي -

منجمله شروط خلافت كے ايک متفق عليه شرط حريت كي هے - يعني خليفه آزاد هو - غلام نهو - مصلحت و ضرورت بهي اسكي ظاهر هے' مگر معلوم هے كه تمام دنيا كي تاريخ ميں صرف ايک مسلمانوں هي كي تاريخ اسكي مثال پيش كر سكتي هے كه غلاموں نے امامت كي هے ' امارت كي هے' پادشاهت كي هے - اور تمام سادات و قريش اور عرب و عجم نے انكے آگے اطاعت كا سر جهكايا هے - خود مشهور حديث هے " اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبه " اور روايت ابوذر عند مسلم كه " و ان كان عبدا مجدع الاطراف " اور روايت ابن حصين كه " و لو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله' اسمعوا له و اطيعوا " يعني اگر ايک ذليل سے ذليل حبشي غلام بهي تمهارا امير هو جاے تو اسكي سنو اور اطاعت كرو - حافظ نواوي اسكي شرح ميں لكهتے هيں " و المراد اخس العبيد - اى اسمع و اطيع و ان كان دني النسب ' حتى لو كان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و يتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه ' او يغلب على البلاد بشوكته و اتباعه ' و لا يجـــوز ابتـداء عقـد الولايـــة لـه مع الاختيار ' بل شرطها الحـــرية " (جلد ۲ : ۱۲۵) يعني يه جو فرمايا كه اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے يه هے كه اگرچه امير نهايت ذليل نسب و خاندان كا هو' ليكن اگر

امیر ہوگیا ہے تو اطاعت کرو - اور اسی بنا پر غلام امیر ہوسکتا ہے اگر کسی امام نے مقرر کردیا ہو - یا خود وہ شہروں پر غالب آکر مسلط ہوگیا ہو- البتہ جائز نہیں کہ ابتدا میں کسی غلام کو امیر منتخب کیا جاے - کیونکہ آزاد ہونا شرائط امامت میں سے ہے "

جب غلبۂ و تسلط کی صورت میں خود حافظ نواوی (جو شرط قرشیۃ کے سب سے بڑے حامیوں میں سے ہیں) نص حدیث کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دنی النسب ' خسیس الحال ' حبشی غلام امیر ہوسکتا ہے اگرچہ آزاد ہونا شرط ابتدائی ہے' تو پھر ظاہر ہے کہ ایک غالب و مسلط اور منظم و قائم خلیفہ کی خلافت کیلیے شرط قرشیۃ کا موجود نہ ہونا کیوں مخل ہو اگرچہ قرشیۃ ایک شرط ابتدائی مان لی جاے ؟

پس یہ مان لینے کے بعد بھی کہ قرشی ہونا شرائط شرعیہ میں سے ہے' ترکان عثمانی کی خلافۃ مسلمۂ و منعقدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' اور شرائط کی پوری بحث موجودہ مسئلہ سے یکقلم غیر متعلق ہے ' تاہم تحقیق مقام کے خیال سے بہتر ہے کہ اس شرط کی حقیقت پر بھی ایک فیصلہ کن نظر ڈال لی جاے -

سو واضح ہو کہ جہانتک قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے دلائل کا تعلق ہے ' کوئی نص قطعی موجود نہیں' جس سے ثابت ہو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعاً مخصوص کردیا ہے - احادیث اس بارے میں جسقدر موجود ہیں ' سب صحیح ہیں - یہ بھی حق ہے کہ حضرۃ ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا - یہ بھی حق ہے کہ صحابہ میں ہمیشہ اس بات کی شہرت رہی - یہ بھی غلط نہیں کہ جب تک خاندان عباسیہ باقی رہا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رہے - با ایں ہمہ ان ساری باتوں کی حقیقت وہ نہیں ہے جو اب سمجھی جاتی ہے - ان ساری باتوں کے سچ ہونے کے ساتھہ یہ بھی سچ ہے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسی قوم میں مخصوص کیا ' نہ کسی خاندان میں ' اور نہ کسی خاص نسل میں - اسلام جو اس طرح کی تمام قومی و نسلی امتیازات کے مٹانے اور ہمیشہ کیلیے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کے قائم کرنے اور " عمل " کے قانون الہی کے آخری اعلان کیلیے آیا تھا ' اسکی نسبت ساری باتیں مان لی جاسکتی ہیں لیکن یہ محال ہے کہ اسنے خاندان و نسل کا کوئی امتیاز

قائم کیا هو ' بلکه اس سے بڑھکر اسلام کے دامن صداقت پر کوئي دهبه نہیں هوسکتا که اُسپر کسي طرح کے بهي اختصاص نسل و قوم کي تہمت لگائي جاے - یه کیونکر ممکن هے که امتیاز نسب کے جس بت کو توڑنا اُسکا سب سے بڑا کارنامه هو ' اُسي کے ٹکڑوں کو پهر جوڑنا اُسکي طرف منسوب کیا جاے ؟

تفصیل و دلائل کي ضرورت نہیں - یه بات هر اُس شخص پر جو اسلام سے کچهه بهي واقفیت رکهتا هے ' روشن هے که نسلي و خانداني امتیازات کي نسبت عام اسلامي احکام کا کیا حال هے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں هوا جنکے غرور قوم و نسب کا یه حال تها که وهاں کا ایک چرواها اپنے نسبي و خانداني شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بهي ذلیل و حقیر سمجهتا تها - - عرب کے علاوہ بقیه دنیا بهي طرح طرح کے قومي و وطني امتیازات کي پرستش کررهي تهي - اسلام نے اپني دعوة کي سب سے پہلي اور کاري ضرب اسي غرور نسل و قوم کے بت پر لگائي ' اور الله کے اس قانون فطرة کي منادي بلند کي که بنیاد هر طرح کی فضیلت کي عمل هے نه که کوئي اور شے :

یا ایها الناس ! انا خلقنا کم من ذکر و انثی ' و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند الله اتقاکم (۴۹ : ۱۳) اور فرمایا : لا تزر وازرة وزر اخری ' و ان لیس للانسان الا ما سعی ' و ان سعیه سوف یری (۵۳ : ۳۹)

آنحضرة (صلی الله علیه وسلم) کا زندگي بهر قول و فعل یه رها که " لیس منا من دعی الی عصبیة " اور " لیس منا من قاتل علی عصبیة " اور " لیس منا من مات علی عصبیة " و امثالها - یعني وہ هم میں سے نہیں جو نسل و قوم کي خصوصیت کے تعصب کي طرف لوگوں کو بلاے - وہ هم میں سے نہیں جو اس تعصب کي حالت میں دنیا سے جاے - وہ هم میں سے نہیں جو اس تعصب کي بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چهوڑنے سے پہلے حجة الوداع میں جو آخري پیام امت کو سنایا ' اُسمیں بهي سب سے پہلي چیز یہي تهي - یعنے نوع انساني کي عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربي علی عجمي ' و لا لعجمي علی عربي - کلکم ابناء آدم " اور فرمایا " لیس لا حد فضل علی احد الا بدین و تقوی - الناس کلهم بنو آدم ' و آدم من تراب " یعني اسلام کا ظہور و قیام نوع انساني کي مساوات اور باهمدگر

برابري کا اعلان ھے - اب نہ کسي عرب کو عجمي پر، اور نہ کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجہ سے فضيلت ملسکتي ھے - سب ایک ھي آدم کي اولاد ھيں، اور وھي سب سے بڑا ھے جو عمل ميں بڑا ھو -

عملاً یہ حال تھا کہ آپنے اپني زندگي ميں سب سے آخري اور ذمہ داري کے لحاظ سے نہایت اھم فوجي مہم جو بھيجي، اسکي سرداري أسامہ بن زيد کو دي، اور معلوم ھے کہ زيد آپکے غلام تھے - بعضوں پر یہ بات گراں گذري تو فرمایا " لقد طعنتم في امارۃ ابيہ و قد کان لہا اھلاً، و ان اسامہ لہا اھل " تم لوگ پہلے زيد کي سرداري پر بھي طعن کرچکے ھو حالانکہ وہ اس کام کا اھل تھا، اور اب أسامہ سردار بنایا گیا ھے اور وہ اس کام کا اھل ھے " - " اھل " کے لفظ پر زور دیا - یعني طعن بیکار ھے کیونکہ بنیاد معاملۂ امارت و سرداري کي صرف اھليت و قابليت ھے - اور کوئي نہيں - حضرۃ عائشہ کا قول مشہور ھے " لوکان زيد حياً، ما استخلف رسول اللہ غيرہ " (۱) أسامہ کو جس لشکر کي سرداري دي گئي، جانتے ھو اسميں کيسے کيسے لوگ ماتحت کيسے گئے تھے ؟ بڑے بڑے مہاجرين و قريش - جن ميں سب سے پہلے حضرۃ ابوبکر صدیق کا نام نظر آتا ھے - وھي ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول اللہ کے جا نشيں ھونے والے ھيں !

بندۂ عشق شدي، ترک نسب کن جامي
کيں دریں راہ فلاں ابن فلاں چيزے نيست !

---

(۱) اللہ اللہ ! اس بارے ميں اسلام و پيروان اسلام کے معاملات کيسے خون فروشانہ و عجيب رھے ھيں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خانداني امتيازات و تفریقات کي بت پرستانہ پرستش کررھے ھيں، کیونکر یاد دلایا جاے کہ ایک زمانے ميں بجز اللہ اور آسکے رسول کے رشتہ کے نہ کوئي رشتہ مقبول تھا، نہ عمل کي بزرگي کے سوا کوئي بزرگي تسليم کي جا سکتي تھي - حضرۃ عمر کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ مجھے نہيں بھولتا - آنکے لڑکے عبد اللہ نے ایک بار شکایت کي کہ تقسيم اموال وغيرہ ميں أسامہ بن زيد سے مجھے کم درجہ پر کیوں رکھا جاتا ھے ؟ حضرۃ عمر نے کہا " کان ابوہ احب الی رسول اللہ من ابوک، و کان احب الی رسول اللہ منک " اسليے کہ تیرے باپ سے زیادہ آسکا باپ اللہ کے رسول کو پیارا تھا، اور اسليے کہ وہ خود بھي تجھسے زیادہ رسول اللہ کے نزدیک محبوب تھا !

بلال حبشي ' صهيب رومي ' سلمان فارسي (رض) کا جو حال تها '
معلوم هے - بلال کو عمر فاروق جيسے قرشي نے " همارا آقا و سردار " کہا -
اور صهيب کو ديکهتے تو کہتے " نعم العبد صهيب ! لو لم يخف الله
لم يعصه " مرنے کے وقت وصية کي کہ نماز جنازه وهي پڑهائيں - سلمان کا
يہ حال تها کہ حضرة علي عليه السلام فرماتے " سلمان منا اهل البيت "
اسي چيز کا نتيجہ تها کہ ايک صدي کے اندر هي اندر عرب کي نسلي
عصبية کا نام و نشان باقي نہ رها ' اور وه زمانہ آگيا جب بزرگي و فضيلت
کے هر ميدان ميں سرداري و رياست عجميوں اور غلام زادوں کے هاتهہ ميں
تهي - عرب انکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جهکے هوے تهے ' جس طرح
ايک قرشي و هاشمي کے آگے جهک سکتے تهے - حتی کہ خليفۂ هشام بن
عبد الملک کو امام زهري سے کہنا پڑا " والله ليسودن المـوالي العرب '
و يخطب لهم علی المنـابر ' و العرب تحتهم ! "

پهر کيا ايسي حالت ميں ايک لمحہ کيليے بهي باور کيا جاسکتا هے کہ
اسلام کا داعي تمام دنيا کو تو قومي و نسلي امتيازات کي غلامي سے نجات
دلانا چاهتا هو اور مساوات عامہ کي طرف بلا رها هو' ليکن (نعوذ بالله) خود
اسدرجہ خود غرض هو کہ قيامت تـک کيليے پادشاهي و خلافت کو صرف
اپنے هي ملک کيليے ' اور اپنے ملک هي کيليے نہيں ' خاص اپنے هي
وطن کيليے' اور صرف اپنے وطن هي کيليے نہيں' خاص اپنے قبيلے کيليے '
اور پهر صرف قبيلہ هي کيليے نہيں ' بلکہ صرف اپنے هي خاندان کيليے
مخصوص کردے ؟ وه ساري دنيا سے کہے کہ تمهارے سارے بنائے هوے حق
جهوٹے هيں - سچا حق صرف عمل اور اهليت کا هے - ليکن خود اپنے ليے
يہ کر جائے کہ نہ تو عمل اور نہ اهليت ' بلکہ صرف قوم ' صرف نسل ' اور
صرف خاندان ؟

کيا اسلام کيليے اس سے بهي بڑهکر کوئي عجيب بات هوسکتي هے ؟

خير ' يہ بات کتني هي عجيب هوتي ' ليکن هم باور کرليتے اگر
في الحقيقت قـرآن و سنت نے واقعي ٹهـرا دي هـوتي - همارے
نزديک کسي اسلامي اعتقاد کي صحت و عدم صحت کا معيار صرف يہ
هے کہ کتاب و سنت سے بطريق صحيح ثابت هو - نہ کہ هماري عقلوں اور

سمجھوں کا احاطہ و ادراک - لیکن استعجاب کي ساري بنیاد همارا عقلي و قیاسي استبعاد نہیں ھے - یہي ھے کہ کسي نص سے ایسا ثابت نہیں ' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے هم جانتے هیں کہ اسلام کیلیے کوئي ایسي بات ثابت بھي نہیں هوني چاهیے -

شارع کے بیانات ' انسان کي عام بول چال کي طرح مختلف قسموں کے واقع هوے هیں - ازانجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کي ھے - دوسري قسم اخبار و اطلاعات کي - یہ دوسري قسم مجرد بیان واقعہ و حال ھے ' اور اگر آیندہ کي نسبت ھے تو پیشین گوئي ھے ؛ حکم اور تشریع نہیں ھے - یعني صرف ایک اطلاع ھے کہ ایسا هوگا - یہ نہیں ھے کہ ایسا کرنا چاهیے - قریش کي خلافت کي نسبت جسقدر روایات موجود هیں' سب دوسري قسم میں داخل هیں - نہ کہ پہلي قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کرکے دیکھا جاے ' تو بلا کسي اضطراب کے یہ حقیقت روشن هو جاتي ھے -

یہ حدیث صحاح میں حضرة ابو هریرہ ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ ' معاویہ بن سفیان ' وغیرهم مختلف صحابہ سے مروي ھے ' اور عمدہ طریق وہ هیں جو بخاري و مسلم نے اختیار کیے هیں - لیکن کسي طریق سے بھي کوئي ایسا لفظ مروي نہیں جس سے ثابت هو کہ مقصود پیشین گوئي نہ تھا - تشریع و امر تھا - " تشریع " یعني بہ حیثیت احکام شریعت کے کسي حکم کا دینا اور شرعي قانون ٹھرا دینا -

عن ابی هریرہ " الناس تبع لقریش في هذا الشان - مسلمهم لمسلمهم و کافرهم لکافرهم " (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت ھے " مسلمهم تبع لمسلمهم ' و کافرهم تبع لکافرهم " (مسلم) جابر کي روایت میں " الناس تبع لقریش في الخیر و الشر " ھے - امام نواوي اسکي شرح میں لکھتے هیں " معناہ فی الاسلام و الجاهلیة - لانهم کانوا في الجاهلیة رؤساء العرب و اصحاب حرم اللہ و اهل الحج ' و کانت العرب تنتظر اسلامهم ' فلما اسلموا و فتحت مکہ ' تبعهم الناس ' و جاءت وفود العرب من کل جهة ' و دخل الناس في دین اللہ افواجا " (جلد ۲ : ۱۱۹) پس معلوم هوا کہ اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئي تعلق نہیں - مقصود یہ ھے کہ عرب میں خاندان قریش حج کے اهتمام اور بیت اللہ کي مجاورة کي وجہ سے تمام قبائل کي سرداري رکھتا تھا ' اور هر کام میں سب

کي نظریں اُسي پر اُٹھتي تھیں - جب تک مکہ فتح نہوا اور قریش مسلمان نہ ھوے ' تمام عرب کے قدم رکے رھے - جونہي قریش مسلمان ھوے ' سب نے اُنکي پیروي کي ' اور اپنے اپنے وفد بھیجنا شروع کردیے - حتی کہ تمام عرب مسلمان ھوگیا - پس فرمایا " الناس تبع لقریش " لوگ جاھلیۃ اور اسلام ' دونوں حالتوں میں قریش کے تابع ھوے - وہ بگڑے رھے تو سارا عرب بگڑا رھا ' وہ سنورے تو سب سنور گئے - اور یہ بالکل حق و معلوم ھے - ھمیشہ اور ھر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا ھي اثر تمام ملک پر ھوتا ھے - اچھي بري ' ھر طرح کي باتوں میں لوگ اُنھي کي پیروي کرتے ھیں - حضرۃ ابوبکر کي روایت سے یہي حدیث مسند امام احمد میں یوں مروي ھے " بر النـاس تبع لبرھم ' و فاجرھم تبع لفاجرھم " اور بیہقي نے حضرۃ علي سے روایت کیا " کان ھذا الامر في حمیر فنزعہ اللہ منہم و جعلہ في قریش " لیکن اس سے یہ کہاں نکلا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بجز اُنکے کوئي اور ھو ھي نہیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب ھي کا اسلام نہ تھا جس میں ممتاز قریش تھے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام ھے جسکي سرداري و ریاست صرف علم و عمل حق ھي کو ملسکتي ھے ' اور یہ سرداري اسلام ھي نے دلائي ھے !

امام مسلم نے جابر بن سمرۃ سے ایک اور حدیث روایت کي ھے : " ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضي فیھم اثنا عشرۃ خلیفۃ ' ثم تکلم بکلام خفي علي - قال فقلت لا بي ما قال ؟ قال کلھم من قریش " حاصل اسکا اور اسکي ھم معني روایتوں کا یہ ھے کہ آپ آیندہ کي نسبت خبر دے رھے ھیں اور فرماتے ھیں ' ضرور ھے کہ بارہ خلیفہ ھوں - سب قریش سے ھونگے - اس طرز بیان کي وضاحت نے ظاھر کردیا کہ اس بارے میں جو کچھہ کہا جا رھا ھے ' اس سے صرف ائندہ کي نسبت اطلاع مقصود ھے - حکم و تشریع نہیں ھے -

ان سب کے بعد وہ حدیث آتي ھے جسکو امام بخاري نے باب " الامراء من قریش " کي بنیاد قرار دیا ھے - تمام روایات کے ساتھہ یہ حدیث سامنے رکھي جاے تو پوري طرح اصلیت روشن ھوجاتي ھے - امیر معاویہ کي مجلس میں ایک مرتبہ ذکر آیا کہ عبد اللہ بن عمرو کہا کرتے ھیں " سیکون ملک من قحطان " قحطان میں سے ایک پادشاہ ھوگا - امیر معاویہ یہ سنکر غضب ناک ھوے اور خطبہ دیا : " بلغني ان رجلاً منکم یحدثون احادیث لیست

في كتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله" الخ - مجهه تک یه بات پہنچي هے که تم میں سے کچهه لوگ هیں جو ایسي باتیں کہتے هیں جو نه تو قرآن میں هیں نه رسول سے ثابت هیں - " اني سمعت رسول الله یقول : ان هذا الامر في قریش ، لا یعادیهم احد ، الا کبه الله علی وجهه ، ما اقاموا الدین " میں نے رسول الله سے سنا هے که یه بات (یعني حکومت) قریش میں رهیگي جب تک وہ دین قائم رکهینگے - جو انکي مخالفت کریگا ، اُلٹا رسوا هوگا - یعني کامیاب نهوگا -

اس روایت نے سارا معامله حل کردیا - معلوم هوگیا که ایک خاص وقت تک کیلیے یه پیشین گوئي تهي ، اور حرف به حرف پوري هوئي - یعني آپنے بتلا دیا تها که قریش میں جب تک دین قائم رکهنے کي قابلیت رهیگي ، حکومت اُنهي کے قبضے میں رهیگي - جو اُنکے خلاف اُٹهیگا ، ناکام رهیگا - چنانچه ایساهي هوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهي ، اسلامي خلافت کے رهي مالک رهے - جب اسکے اهل نه رهے ، عجم و ترک نے یه بار اُٹهالیا - بحکم ان یشا یذهبکم و یات بخلق جدید ، وما ذلک علی الله بعزیز (۳۰ : ۱۶) اور یستبدل قوما غیرکم الخ - باقي رها امیر معاویه کا ابن عمرو پر انکار ، تو یه بهي صحیح نه تها - وہ صرف یه بات سنکر گهبرا اُٹهے که دوسري پادشاهت بننے والي هے - اصلیت پر غور نهیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت هے ، اور قریش والي حدیث میں " ما اقامو الدین " کي قید موجود هے - دونوں میں کوئي تعارض نهیں - اسي بنا پر ائمهٔ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے هوے صاف صاف لکهدیا که امارۃ قریش والي روایت تشریع نهیں هے - محض خبر هے - اور وہ بهي " ما اقاموا الدین " کے ساتهه مقید - شیخ الاسلام لکهتے هیں " هذا انکار من معاویه بلا تامل ، و الا ، فقد جاء حدیث القحطاني مرفوعاً ، و ما ذکر في المعارضة ، فهو حجة لما فیه من التقئید بقوله : ما اقاموا الدین " اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التین کا قول نقل کیا هے " الذي انکرہ معاویه في حدیث ما یقویه لقوله ما اقاموا الدین ، فربما کان فیهم من لا یقیمه فیتسلط القحطاني علیه و هو کلام مستقیم " یعني امیر معاویه کا سرے سے انکار آنکي بے غوري کا نتیجه تها - ورنه قحطاني و الی بات ثابت هے - امیر معاویه نے جو حدیث معارضه میں پیش کي ، اُسکا آخري ٹکرہ خود اُنهي پر حجة هے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رها هے - یعني اُسمیں " ما اقاموا

الدین " کی قید ھے - اس سے ثابت ھوا کہ جب قریش میں ایسے لوگ نہ رھینگے جو دین قائم رکھہ سکیں تو پھر کوئی غیر قرشی مسلط ھو جائیگا -

صحیح بخاری کے ترجمۂ باب سے صاف واضح ھوتا ھے کہ امام بخاری کا بھی مذھب یہی ھے - انھوں نے باب باندھا ھے " الامراء من قریش " قریش میں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نہیں باندھا کہ امارت ھمیشہ قریش ھی میں ھونی چاھیے -

امام بخاری نے ایک دوسری روایت بھی ابن عمر کی درج کی ھے جو مسلم وغیرہ میں بھی ھے " لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان " یعنی یہ چیز قریش ھی میں رھیگی جب تک دو آدمی بھی اُن میں باقی رھینگے -

اس روایت سے ھمارے بیان کی اور مزید تصدیق ھوگئی - حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ھے - اگر اسکا یہ مطلب قرار دیا جاے کہ جب تک دو انسان بھی خاندان قریش میں باقی رھینگے خلافت اُنھی کے قبضہ میں رھیگی ' تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ھے - دو کی جگہ ھزاروں قرشی انسان موجود رھے اور خلافت قریش سے نکل گئی - پس ضرور ھے کہ " ما بقی منھم اثنان " کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جاے - اور وہ یہی ھے کہ اگر قریش میں دو آدمی بھی ایسے باقی رھینگے ' جو خلافت کے اھل ھونگے ' تو کبھی خلافت کے شرف سے یہ خاندان محروم نہ ھوگا - مگر جب انقلاب حال سے ایسا وقت آ جائے کہ دو آدمی بھی اھل نہ رھیں ' تو مشیت الہی اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادیگی ' اور قریش خلافت سے محروم ھو جائینگے - چنانچہ تاریخ شاھد ھے کہ ایسا ھی ھوا - معتصم کے بعد سے عباسیہ کا زوال شروع ھوگیا تھا - آخر میں یہانتک پہنچ گیا کہ حکومت دوسروں کی تھی ' عباسی خلیفہ صرف اپنے عشرت کدوں کیلیے تھا - تاھم اقتدار خلافت اُنھی کا رھا - کسی کو جرأت نہ ھوئی کہ خلافت کا دعوا کرسکے - کیسی کیسی طاقتور اور باجبروت عجمی و ترکی اور سلجوقی حکومتیں قائم ھوئیں ؟ لیکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف یہی سمجھتے رھے کہ مقام خلافت سے اُنھیں خدمت و یاوری خلافت کا کوئی لقب ملجاے ' اور بس - ایک قرشی ' فاطمی ' عباسی بھی اگر کسی ھنگامۂ و قتال سے بچکر نکل جاتا ' تو جس گوشۂ عالم میں تن تنہا پہنچ جاتا ' ایک عالم

اُسکے ساتھہ هو جاتا اور اپني حکومت قائم کر لیتا - گویا هر قرشي کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھي - ایک اموي شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ هوکر یورپ جا پہنچا - وهاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کي عظیم الشان اسلامي سلطنت قائم هوگئي - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخري وقت آ گیا کہ دو قرشي بھي دنیا میں حکمراني کے اهل و لائق باقي نہ رهے ' تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربي و غیر قرشي خلافت کا دور شروع هوگیا -

و کان وعداً مفعولا !

باقي رهي مشہور حدیث " الائمة من القریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بني ساعدہ کے مجمع میں برخلاف انصار پیش کي اور سب نے تسلیم کرلیا ' تو اس سے بھي شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئي مدد نہیں ملسکتي - اولاً ' یہ الفاظ اور حضرت ابوبکرؓ والي روایت بطریق اتصال ثابت هي نہیں - فتح الباري میں هے " الائمة من القریش - رجالہ رجال الصحیح و لکن في سندہ انقطاع " ثانیاً ' اس سے بھي یہ کہاں ثابت هوتا هے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسي مسلمان کو نہیں ؟ یہ بھي آیندہ کي نسبت خبر هے ' اور اُنھي حدیثوں کا ایک ٹکڑہ جو دوسرے طریقوں سے صریح پیشین گوئي کے لفظوں میں پڑہ چکے هو - حضرة ابوبکر نے یہ بات اس لیے پیش کي کہ پیشتر سے هونے والے واقعات کي خبر دیدي گئي هے - پس ایسا هي هونا ضروري هے - اسکے خلاف بات نہ اُٹھاؤ - یہ سنکر انصار مایوس هوگئے اور تسلیم کرلیا - ثالثاً " الناس تبع لقریش " والي روایت سے مدد لي جاے تو بالکل کھل جاتا هے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا استدلال صرف قریش کي بزرگي و عظمت اور عرب میں اُنکي ریاست و سرداري سے تھا - نہ کہ شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاهتے تھے کہ خود آنحضرت نے فرمادیا هے کہ جاهلیة اور اسلام ' دونوں میں لوگ قدرتي طور پر قریش کي سرداري سے متاثر هیں اور رهینگے ' اسلیے یہ معاملہ بھي اُنھي کے قبضہ میں رهیگا - چنانچہ حضرة ابوبکر کا یہ مشہور جملہ اس مطلب کو زیادہ واضح کر رہا هے جو سقیفہ میں کہا تھا " ان العرب لا تعرف هذا الامر لغیر هذا الحي " یعنے اهل عرب قریش کے سوا اور کسي قبیلہ کي سرداري سے آشنا نہیں - پس یہاں سرے سے شرائط شرعیہ کا سوال هي نہ تھا -

صرف ملکي و وقتي مصالح کي بنا پر استدلال تھا کہ کس قبیلہ و خاندان سے امام ہونا چاہیے جسکي سرداري عرب کے تمام قبائل بلا چون و چرا تسلیم کر لیں ؟

اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش ھي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواھد موجود ھیں - امام احمد نے حضرۃ عمر کا قول نقل کیا ھے - اگر معاذ بن جبل میری وفات تک زندہ رھے تو اپنے بعد اُنھي کو خلیفہ بناؤنگا - یہ ظاھر ھے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیۃ شرط ھوتی تو حضرۃ عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر اُنکي خلافت کا تصور بھي کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرۃ عمر کا ایک اور قول بھی ابو رافع کی روایت سے موجود ھے " لو أدرکني احد رجلین ثم جعلت ھذا الامر الیہ ' لوثقت بہ - سالم مولی حذیفہ و ابو عبیدۃ الجراح " اگر سالم مولی حذیفہ اور ابو عبیدۃ الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رھتا اور خلافت اُسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد ھوتا - اگر حضرۃ عمر صدھا صحابۂ و مہاجرین قریش کی موجودگي میں سالم مولی حذیفہ کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کر سکتے ھیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ھے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتي اور صحابہ کا اس پر اجماع ھوگیا تھا ؟

(دعواے اجماع)

اب صرف ایک بات رھگئی - یعنی علماء اسلام کا شرط قرشیۃ پر زور دینا ' اور قاضي عیاض کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر ھیں :

اولاً ' یہ ظاھر ھے کہ قریش میں خلافت ھونے کي نسبت جو کچھہ فرمایا گیا ' وہ محض آیندہ کي پیشتر سے اطلاع تھي - یعنی پیشین گوئي تھي - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ھے کہ جب تک اُنکا ظہور کامل طور پر نہ ھو جاے ' اُنکے معاني و مطالب کي نسبت کسي قطعي بات کا اختیار کرنا مشکل ھے - اجتہاد و قیاس کیلیے کسي چیز میں اتني وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ھوتي ھے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیاں نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ ھوتي ھیں ' اور اس باب میں اُنکا ایک خاص مبہم اندازبیان ھے - پس چونکہ یہ پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوري طرح ظاھر نہ ھو جائیں ' اُنکا ٹھیک

ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یہ حال رہا کہ گو ابتدا سے بہت مدعی اٹھے، مگر ساتویں صدی ہجری تک قریش ہی میں رہی، اور اسی بات کی احادیث میں خبر بھی دی گئی تھی - جن علماء کی رائے پیش کی جاتی ہے، وہ سب وہی ہیں جنکا ظہور ساتویں صدی اور اس سے پیشتر یعنی عہد خلافت قریش میں ہوا - پس ضرور تھا کہ معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش ہی میں محدود دیکھکر یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ خلافت اسی خاندان سے شرعاً بھی مخصوص ہے اور یہی مطلب تمام احادیث کا ہے - اگر وہ بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کر جاتے کہ مقصود تشریع و حکم نہ تھا - محض خبر دی گئی تھی - وہ ان حدیثوں کا مقصود صرف اپنے وقت تک کے حالات کی روشنی ہی میں دیکھہ رہے تھے، اور اسکے لیے ہر طرح مجبور و معذور تھے -

حافظ نواوی شرح مسلم میں لکھتے ہیں " و قد ظہر ما قالہ صلعم - فمن زمنہ الی الان الخلافۃ فی قریش من غیر مزاحمۃ لہم فیہا، و تبقی کذالک ما بقی منہم اثنان" (جلد ۲ : ۱۱۹) یعنی جیسا فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا - آنحضرۃ صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسی رکاوٹ کے قریش ہی میں رہی، اور آیندہ بھی ہمیشہ انہی میں رہیگی جبتک دو قرشی بھی دنیا میں باقی رہینگے -

حافظ نواوی کا سال وفات سنہ ۶۷۶ھ ہے - اور سال پیدایش سنہ ۶۳۱ - یا اس سے بھی پہلے - آخری خلیفۂ بغداد المستعصم کو ہلاکو نے سنہ ۶۵۶ میں قتل کیا - پس گو انکی وفات فتنۂ تاتار کے بعد ہوئی، لیکن تصنیف و تالیف کا زمانہ مستعصم کی خلافت ہی کا زمانہ ہے - اسلیے وہ اپنے زمانے تک خلافۃ کو صرف قریش ہی میں قائم دیکھکر احادیث باب کے اسی مطلب پر قانع اور جمے ہوے ہیں، اور اسی لیے " ما بقی منہم اثنان " کا بھی یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ جب تک خاندان قریش کے دو انسان بھی دنیا میں باقی رہینگے، خلافت انہی میں رہیگی - لیکن اگر انکو اپنے بعد کا حال معلوم ہوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تھے ؟ کیا اس صورت میں اپنی تمام رائے پر نظر ثانی نہ کرتے ؟ وہ کیا جانتے تھے کہ عنقریب صفحہ الٹنے والا ہے اور خلافۃ نہ صرف قریش سے، بلکہ عرب ہی سے رخصت ہو جانے والی ہے - جو علماء اس انقلاب کے بعد پیدا ہوے، اور انہوں نے وہ زمانہ پایا جب " ما اقاموا الدین " کا ظہور پوری طرح ہوچکا تھا - یعنی

خلافت قریش کے خاندان سے نکل چکي تهي ' تو یه حالات دیکهکر اُنکي رائے بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کا دعوا باقي نه رها - علامۂ ابن خلدون (المتولد سنه ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیۃ پر بحث کرتے هوے لکهتے هیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتهم بما نالهم من الترف و النعم و بما انفقتهم الدولۃ في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافۃ ' و تغلبت علیهم الاعاجم و صار الحل و العقد لهم ' فاشتبه ذلک علی کثیر من المحققین ' حتی ذهبوا الی نفي اشتراط القرشیۃ و عولوا علی ظواهر في ذلک مثل قوله صلعم : اسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب الله " یعنی جب قریش کي قوت کمزور هوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر اپني عصبیۃ مٹا دي - خلافت کا بوجهه اُٹهانے سے عاجز آ گئے ' تو عجمیوں نے اُنپر غلبه حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصله اُنهي کے هاتهوں میں چلا گیا - یه انقلاب دیکهکر بهت سے محققین کے نزدیک قرشیۃ کي شرط مشتبه هوگئي - یهانتک که انهوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعره کے امام الائمه قاضي ابوبکر باقلاني نے یهي مذهب اختیار کیا تها که قرشیۃ کي شرط ضروري نهیں هے - یهي ابن خلدون لکهتے هیں " و من القائلین بنفي اشتراط القرشیۃ ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

تیرهویں صدي کے مشهور مجدد فقه و حدیث ' و مجتهد العصر ' و مصلح امت ' امام شوکاني یمني کي بهي یهي تحقیق هے - وبل الغمام میں شرط قرشیۃ کے دلائل نقل کرکے لکهتے هیں " لا ریب ان في بعض هذه الالفاظ ما یدل علی الحصر ' و لکن قد خصص مفهوم الحصر احادیث وجوب الطاعۃ لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منه صلعم بان الائمۃ من قریش ' هو کالاخبار منه بان الاذان فی الحبشه و القضاء فی الازد ' وما هو الجواب عن هذا ' فهو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمۃ من قریش ببعض بطونهم ' لا یتم الا بدلیل ' و الاخذ بما وقع علیه الاجماع لا شک انه احوط ' و اما انه یتحتم المصیر الیه ' فلیس بواضح ' و لو صح ذلک ' لزم بطلان اکثر ما دونوه من المسائل و المقام و المراکز ' و ما احقه بان لا یکون کذلک " یعني اگرچه امامۃ قریش کي روایات میں ایسے الفاظ هیں جنسے قریش کي خصوصیت معلوم هوتي هے ' لیکن وجوب طاعت امام کے عام احکام کتاب و سنۃ میں موجود هیں - وه دلالت کرتے هیں که غیر قرشي کي بهي اطاعت امت پر قرشي هي کي طرح واجب هے - باقي رهي یه بات که آنحضرۃ

نے قریش میں امامت کی خبر دی ' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنکے سوا کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا - یہ ویسی ہی خبر ہے جیسی اس بارے میں خبر دی کہ اذان کا کام اہل حبش میں ہے اور قضاء ازدیوں میں - جس طرح ان روایتوں سے یہ بات نہیں نکلتی کہ موذن اور قاضی صرف حبشی اور ازدی ہی ہونے چاہئیں ' اسی طرح یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام صرف قرشی ہی ہوسکتا ہے - جو جواب اُنکا دیا جایگا ' وہی اسکا ہوگا -

یہ واضح رہے کہ جن جن علماء حدیث و کلام کے اقوال سے یہ اجماع ثابت کیا جاتا ہے ' وہ سب کے سب اسی عہد کے ہیں جبکہ خلافت عباسی قائم تھی - بعد والوں نے جو کچھ لیا ہے ' اُنہی سے لیا ہے - سب سے زیادہ اعتماد اس بارے میں قاضی عیاض کے بیان پر کیا جاتا ہے جنکا قول نواوی نے شرح مسلم اور منہاج میں نقل کیا ہے - انکا سال وفات سنہ ۵۴۴ ھ ہے - پھر یہ بھی واضح رہے کہ اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختیار کرلی ہے ' اور جس طرح بتدریج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولی معنی سے ہٹ کر مختلف مصطلحہ معنوں میں ہونے لگا ہے ' اسکو فراموش نہیں کرنا چاہیے - علی الخصوص فقہاء مذاہب کے استعمالات متکلمین اور ارباب اصول کے مصطلحہ اجماع سے بالکل مختلف ہیں - ہر مذہب کے فقہا بلا تامل اپنے مسلک کو " جمہور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں - اسمیں کسی کا مطلب کچھہ ہوتا ہے کسی کا کچھہ - صاحب ہدایہ وغیرہ کے نزدیک عدم وجوب قرأۃ فاتحہ خلف امام اور افضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قرأۃ فاتحہ ہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر جماہیر علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوی کی (جو اشتراط قرشیۃ کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لی جاے - کس طرح شافعیہ کا ہر مذہب اُنکے نزدیک " جمہور " کا مذہب ہے ' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیہ اور حنفیہ کی خلافیات میں تقریباً دو تہائی مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکی نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے " ہذا مذہب الشافعی و الجماہیر ' و خالف فیہ ابو حنیفہ " امام شافعی اور جمہور کا مذہب یہی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوی کی ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں ' تو خیر ' شرط قرشیۃ کا ایک اجماع اور سہی !

ثانیاً ، میرا یقین ہے کہ یہ بات بھی اور بے شمار باتوں کی طرح وقت کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھی - یہ ظاہر ہے کہ معاملۂ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رہا - جو خاندان قابض ہوا ، اسکو رقیبوں اور دعویداروں کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا رہا - پس جبکہ خلافت اہل عرب کے ہاتھ میں تھی ، تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے کہ عجمیوں کے ولولوں کی اس بارے میں جرأت افزائی کی جاے ؟ اور عرب میں سے بھی جب خاص خاندان قریش میں تھی جو ہر طرح سیادۃ و بزرگی رکھتا تھا ، تو وہ کیسے پسند کر سکتے تھے کہ غیر قرشی خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو ہمتیں دلائی جائیں اور مادی طاقت کے ساتھ شریعت کی حمایت کا سہارا بھی اُنہیں حاصل ہوجاے ؟ بخاری کی روایت میں پڑھچکے ہو کہ امیر معاویہ نے قحطانی پادشاہ کے ظہور کی روایت سنی تو کس درجہ مضطرب اور غضب ناک ہوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والی روایات کا اعلان کردیا تاکہ پہلے ہی سے سد باب ہوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد ہے ، وہ سب کے سب وہی ہیں جنکا ظہور اواخر عہد عباسیہ میں ہوا ہے جب قرشی خلافت قائم تھی - مثلاً قاضی عیاض و امام نواوی وغیرہم - پس وقت کی حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑ رہا تھا ، وہ بھی یہی تھا کہ خلافت کو حکمران خاندان کی قوم اور خاندان سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام ایسی باتوں میں جس میں اجتہاد و راے کو دخل ہو ، فکر و قیاس کا میلان قدرتی طور پر اِسی جانب ہو جاے - علی الخصوص جبکہ اِسکے لیے کسی غلط بیانی یا تحریف احکام کی ضرورت نہ تھی - واقعی احادیث موجود تھیں - صرف مفہوم کے تعین میں اجتہاد کو کام کرنا تھا - اسی مسئلہ پر موقوف نہیں ، وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر ہی اندر کام کرچکے ہیں ، اور آج اُنکا پتہ لگانا بہت دشوار ہوگیا ہے - ساتویں صدی ہجری میں جب عربی خلافت کا خاتمہ ہوگیا ، تو آہستہ آہستہ اس اثر سے افکار خالی ہونے لگے ، اور بتدریج بحث و نظر کی صورت دوسری ہوگئی - حافظ عسقلانی اور قاضی عینی جو آٹھویں صدی میں بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں ، اُنکے مباحث پڑھو تو قاضی عیاض اور نواوی سے اُنکا رنگ مختلف نظر آئیگا - قاضی عینی تو صاف صاف وہی کہنا چاہتے ہیں جو ہمارا بیان ہے اگرچہ اسپر زیادہ زور نہیں دیتے -

بخاري کي حديث معاويه " ما اقاموا الدين " کي شرح ميں لکهتے هيں " اى مدة اقامتهم امور الدين - قيل يحتمل ان يكون مفهومه فاذا لم يقيموه لا يسمع لهم" يعني يه جو حديث ميں هے که " جب تک دين قائم رکهينگے " تو اسکا يه مطلب بهي هوسکتا هے که جب وه وقت آ جاے که قريش اقامت دين نه کريں تو أنکي بات نهيں سني جائيگي -

غرضکه جہاں تک تمام احاديث و دلائل پر نظر ڈالي جاتي هے ' اشتراط قرشية کيليے کوئي نص موجود نہيں ' اگرچه بصورت اشتراط بهي موجوده مسئله خلافت پر کوئي اثر نہيں پڑ سکتا - موجوده مسئله انتخاب امام کا نہيں هے - امام قائم و نافذ کي امامت و اطاعت کا هے -

(چند لمحـــات تاريخيـــه)

اب بہتر هوگا که تهوڑي ديرکيليے هم آگے بڑهنے سے رک جائيں ' اور چند لمحوں کے ليے گذشته تيره صديوں کي طرف مڑ کے ديکهيں که خلافت اسلاميه کے مختلف دوروں کا کيا حال رها هے ؟

" الخلافة بعدى ثلاثون سنة " (ميرے بعد خلافة خاصه ۳۰ برس تـک رهيگي) کي خبر کے مطابق خلفاء راشدين کا دور ۳۰ - برس تـک رها - سنه ۱۱ - هجري سے شروع هوا ' اور ٹهيک سنه ۴۱ - تـک باقي رها - اسي سنه سے بنو اميه کي خلافت کا دور شروع هوتا هے اور سنه ۴۱ - ھ سے سنه ۱۳۲ - ھ تـک قائم رهتا هے - اسکے بعد خلافت نے ايک نيا ورق اُلٹا ' اور خاندان عباسيه کا سلسله شروع هوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسله يهي هے جو سنه ۱۳۲ - سے ۶۵۶ - ھ تـک قائم رها - چونکه کامل پانچ صديوں تـک حکمراني ايک هي گهرانے ميں رهي ' اسليے وه تمام ذهني و جسماني اور اجتماعي و مدني فسادات کمال درجه تـک پيدا هوگئے ' جو هميشه امتداد سلطنت و عروج تمدن کے لازمي نتائج رهے هيں - قريش کي نسبت فرمايا تها " ما اقاموا الدين " جب تـک وه دين قائم رکهينگے ' حکومت انهي ميں رهيگي - سو اب ٹهيک ٹهيک وه وقت آ گيا تها - قريش و عرب ميں دين قائم رکهنے کي صلاحيت مفقود هوگئي تهي - قيـام دين کا کام دوسري قوميں اور طاقتيں انجام دے رهي تهيں - پس وهي هوا جو تاريخ عالم هر ايسے زمانے ميں دهراتي آئي هے - سنه ۶۵۶ - ميں هلاکو خاں نے بغداد پر حمله کيا اور آخري خليفۂ عباسي المستعصم

بالله کے خون نے بہکر ہمیشه کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمه کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل عربي خلافت کا قتل تھا :- (۱)

و مـا کان قیس هلکه هلک واحـد
و لکنـه بنیـان قـوم تهـدما !

یه سب کچهه هوچکا ' مگرابهي پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تهي - یعني " ما بقي منهم اثنان " قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بهي اُنکي عظمت رفته کا یه اثر باقي رهیگا که اگر دو قرشي بهي کسي گوشه میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنهي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشي خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بهي ایک آخري نقش چهوڑ گئي - وہ بغداد کي خون آلود خاک سے اُکهڑا اور تین سو برس تک کیلیے مصر میں جا کر جم گیا - البته یه جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نه تها - محض اُسکے نقش قدم کا تها :

گو که هم صفحهٔ هستي په تهے ایک حرف غلط
لیکن اُتهے بهي تو ایک نقش بٹها کے اُتهے !

عباسي خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تهے - اُنهي میں مستعصم کا چچا احمد بن ظاهر عباسي بهي تها - وہ سنه ۶۶۰

---

(۱) فتنه تاتار کا ظهور مسلمانوں کیلیے وهي معامله تها جو بني اسرائیل کیلیے بخت نصر کا ظهور - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (۱۷ : ۶) بحکم " یأتي علی اُمتي ما اتي علی بني اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بهي وہ سب کچهه گذرنے والا هے جو بني اسرائیل پر گزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو هي مرتبه عام بربادي بهي چهائي : و قضینـا الی بني اسـرائیـل في الکتـاب لتفسـدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (۱۷ : ۵) پہلي بربادي بخت نصر کے هاتهوں هوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري تیتس قیصر روم کے هاتهوں - معلوم هوتا هے که اسي طرح اس امت کیلیے بهي دو انقلاب لکهے گئے - ایک فتنهٔ تاتار - دوسرا فتنهٔ یورپ - پہلا هوچکا - دوسرا هو رها هے -

میں مصر پہنچا - وہاں ایوبی خاندان کے ممالیک کی حکومت قائم تھی اور ملک ظاہر بیبرس حکمراں تھا - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم ہوا تو منصب خلافت کا حقدار اُسی کو تسلیم کیا اور خود اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلی -

احمد بن ظاہر نے المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا اور بیبرس کی معیت و اعانت میں چاہا کہ دار الخلافۃ بغداد کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دلاے - لیکن کامیابی نہ ہولی اور لڑائی میں شہید ہوا - اب پھر وہ وقت آگیا تھا کہ قریش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم ہو جاے ' لیکن " ما بقی منهم اثنان " کی پیشین گوئی آخر تک اپنے عجائب دکھلانے والی تھی - قتل عام بغداد سے ایک اور عباسی ابو العباس احمد بن علی بچکر نکل گیا تھا اور حلب میں مخفی تھا - اُسکا حال بیبرس کو معلوم ہوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لایا اور اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلی - حاکم بامر اللہ لقب قرار پایا - اسی کی نسل میں مصر کی عباسی خلافت ۲۹۱ - برس تک قائم رہی - یعنی سنہ ٦٦٠ ھ سے سنہ ۹۲۳ ھ تک - اس عرصہ میں عالم اسلامی دو صدیوں تک طرح طرح کے انقلابات و حوادث سے تہہ و بالا ہوکر بالاخر ایک نئے دور میں منتقل ہو چکا تھا - عثمانی ترکوں کی حکومت قسطنطنیہ میں قائم ہوکر یورپ و ایشیا کے اندر ہر طرف پھیل رہی تھی - سنہ ۹۲۳ ھ (۱۵۱۷ - مسیحی) میں سلطان سلیم خاں اول نے مصر و شام پر قبضہ کیا ' اور آخری عباسی خلیفہ المتوکل نے اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرکے تمام حقوق و امتیازات خلافت سپرد کردیے - اختیار و حکومت کے علاوہ جو چیزیں اس سلسلہ میں سلطان سلیم کو دی گئیں ' اُن میں سب سے بڑی چیز مقامات مقدسہ و حرمین کی کنجیاں تھیں ' اور بعض آثار نبویہ - مثلاً آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کی تلوار - جھنڈا - ایک چادر - یہ آثار اسوقت تک قسطنطنیہ میں بطور سند خلافت کے موجود ہیں - اسی تاریخ سے عثمانی سلاطین نمایاں طور پر " خلیفہ " کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوے ' اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر بہ حیثیت امیر المومنین کے ہونے لگا - حج کی امارت بھی اُنہی کے قبضہ میں آگئی جو شرعاً خلافت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے -

سلسلۂ خلافت کی یہ ایک مجمل تاریخ ہے - بالفرض خلیفۂ متوکل عباسی نے سلطان سلیم کے ہاتھہ پر بیعت نہ کی ہوتی ' جب بھی آیندہ پیش آنے والے واقعات کا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ تمام عالم اسلامی کی

خلافت کا منصب عثمانی سلاطین هي کے قبضه میں آجاے - وقت کي جو اسلامي سلطنت سب سے بڑي اور سب سے زیاده شرع و ملت کي حفاظت کي طاقت رکھتي هو، وهي شرعاً خلافت کا منصب رکھه سکتي هے - گذشته چار صدیوں کے اندر اسلامي حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رها هے، اُنکو دیکھتے هوے کون کهه سکتا هے که یه حق بجز اس سلطنت کے اور کسي سلطنت کو ملسکتا تھا ؟ خود هندوستان میں سلاطین مغلیه کي حکومت قائم تھی - وہ هندوستان کے اندر اپنے هي کو امام سمجھتے تھے ، لیکن عالم اسلامي کي خلافت کا اُنھیں کبھي وهم و خیال بھي نهیں گزرا ، اور اگر گزرتا تو دنیا ماننے کیلیے طیــــار نه تھي - ابتــدا سے لیکر آخر تــک مقام خلافت کي جو عام و مشترک خصوصیات رهی هیں اور جنکو تمام دنیا کے مسلمانوں نے عملاً علائم خلافت تسلیم کر لیا هے ، وہ خلفاء عباسیه کے بعد صرف عثمانی سلاطین هي کو حاصل هوئیں - کوئي دوسري اسلامي حکومت اس عام اقتدار و اختیارات کے ساتھه قائم نه هوسکي -

(خلافت و امامت سلاطین عثمانیه)

اس عارضي وقفه کے بعد اب هم پھر آگے بڑھتے هیں - سلطان سلیم خاں اول کے عهد سے لیکر آجتک بلا نزاع سلاطین عثمانیهٔ ترک تمام مسلمانان عالم کے خلیفهٔ و امام هیں - ان چار صدیوں کے اندر ایک مدعي خلافت بھي اُنکے مقابله میں نهیں اُتھا - بنوامیه اور عباسیه کے عهدوں میں بے شمار رقیبوں اور دعویداروں کي کشمکش نظر آتي هے ، لیکن سلاطین عثمانیه کی خلافت کي پوري تاریخ میں کسي ایک مدعي خلافت کا نام بھي ڈھونڈھکر نهیں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعویدار سیکڑوں اُتھے هوں ، مگر اسلام کي مرکزي خلافت کا دعوی کوئی نه کرسکا -

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کي حفاظت کي تلوار صرف اُنھي کے هاتھوں میں هے - صدیوں سے صرف اُنھي کا سینه اسلام کي راہ میں زخمي هے ، صرف اُنھي کي لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتي هیں ، صرف اُنھي کي ذمه داري پر تمام کرهٔ ارضي کے مسلمانوں نے اسلام کي مرکزي حفاظت کا کاروبار چھوڑ رکھا هے - دنیا کے خواہ کسي گوشے میں کوئي مسلمان هو ، اگر وہ به حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتھا رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا هے ، تو عرفات کے میدان میں کھڑے هوکر اسکو

عثماني امامت کي ديني رياست قبول کرني پڑتي هے اور حج کا فريضه عثماني خليفه هي کے بهيجے هوے نائب کے ماتحت انجام دينا پڑتا هے - شريف حسين نے غير مسلم محاربين کا ساتهه ديکر اگر بغاوت کي اور حجاز کو قسطنطنيه کے اقتدار حکومت سے الگ کر ليا ' تو يه بغاوت فساد کي ايک عارضي حالت هے جو شرعاً معتبر نهيں - حجاز حکماً اب بهي خليفۀ قسطنطنيه کي حکومت هي کا ايک جزء هے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض هے که حرمين شريفين کو باغيوں کے تصرف سے نکالنے کي کوشش کريں ' اور اسوقت تک کرتے رهيں جب تک بغاوت اور باغيوں کا بالکل استيصال نهو جاے - نه کرينگے تو هر مسلمان اسکے ليے عند الله جوابده هوگا -

تمام کرۀ ارضي کے مسلمان آرام و عيش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالي کے بستر پر سونے کيليے هيں ' ليکن صرف وهي ايک هيں جو سارے مسلمانوں کي عزت و زندگي کے بچاؤ کيليے صديوں سے تلواروں کے سايے ميں دن کاٹ رهے هيں ' اور چاروں طرف سے دشمنوں کي زد ميں هيں - ايک چوتهائي صدي بهي آجتک اُنهيں ايسي نهيں ملي که آرام و چين سے بيٹهه سکے هوں - اُنکا جرم اسکے سوا کچهه نهيں که جب اسلام کا محافظ دنيا ميں کوئي نه رها - ساري تلواريں ٹوٹ گئيں - سارے بازو شل هوگئے - تو پانچ صديوں سے وه کيوں اسلام کے بچاؤ کيليے باقي هيں ؟ کيوں وه وقت نهيں آنے ديتے که اسلام کي پوليٹکل طاقت کا بالکل خاتمه هو جاے ؟

بدوستي تو خصمند عالمے با من
هزار دشمن و يک دوست مشکل اُفتاد است !

پس تيره سو برس کے متفقه عقيدۀ و عمل کے مطابق وهي آج تمام مسلمانان عالم کے خليفۀ و امام اور " اولو الامر " هيں - اُنکي اطاعت و حمايت الله اور اُسکے رسول کي اطاعت و حمايت هے - اُنسے پهرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نه دينا ' الله اور اُسکے رسول سے پهرنا اور الله اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کے طرف سے صاف جواب ديدينا هے - جو اُنکي اطاعت سے باهر هوا ' اگرچه صرف بالشت بهر باهر هوا هو ' اور اسي حالت ميں مرگيا ' تو اُسکي موت اسلامي زندگي کي موت نهوگي بلکه جاهلية کي - اگرچه نماز پڑهتا هو ' اگرچه روزه رکهتا هو ' اگرچه اپنے زعم باطل ميں اپنے تئيں مسلمان سمجهتا هو - جس نے اُنکے مقابله ميں تلوار اُٹهائي ' وه مسلمانوں ميں سے نهيں اگرچه دنيا اُسکو مسلمانوں

هیں سے سمجھتي هو - الله اور الله کے رسول کي شہادت ' اُسکي شریعت کي اَن گنت اور بے شمار دلیلیں ' ایک هزار تین سو برس سے مانا هوا اسلام کا حکم و عقیدہ ' اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گھرانوں کا تعامل و اجماع ' اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ' یہي بتلا رهي هے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکه وہ ساري باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجھتا هو ' اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتھ لے جانا چاهتا هو) اس میں کسي طرح کے شک و شبہ کي گنجایش نہیں - جاهل سے لیکر عالم تک ' ایک مزدور سے لیکر نظام دکن تک ' مسلمانوں کے ایک ایک فرد ' ایک ایک بچے کے دل پر یہ اعتقاد اسطرح کھدا هوا هے که تلوار کي نوک سے بھي چھیلا نہیں جاسکتا - یہ بہت ممکن هے که دنیا کي چند روزہ زندگي کا عشق اور انساني طاقتوں کا خوف کسي زبان کو گونگا یا کسي هاتھہ کو شل کردے - لیکن هندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک دل ایک بھي ایسا نہیں ملسکتا جو اس اعتقاد میں تمام مسلمانوں کا شریک نہو - زندگي کا عشق اور دنیوي تکلیفوں کا غم جس انسان سے چوري کراتا هے ' ڈاکے دلواتا هے ' قتل کراتا هے ' دل کے خلاف هزاروں دعوؤں سے ' اور اعتقاد و ضمیر کے خلاف لاکھوں اقراروں سے اُسکا حلق و دھن بھر دیتا هے ' اُس انسان سے کیا بعید هے که آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ' یا عثماني خلیفه کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر هاتھہ دھرنے لگے ؟ دنیا کي پوري تاریخ انساني کمزوریوں کي ایک غم آلود اور ندامت انگیز داستان هے - پس جہاں انساني کمزوري کي بے شمار مثالیں اُسکے هر عہد و باب میں ملتي هیں ' وهاں آج چند مثالوں کا اضافه اور سہي - لیکن حقیقت هر حال میں حقیقت هے - اُس سے انکار کیا جا سکتا هے لیکن چھپایا نہیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا هے ' لیکن اُس کا مقابله نہیں کیا جاسکتا - آج مسلمانوں کیلیے اس سے بڑھکر بدبختي کي کوئي ماتم انگیز مثال نہیں هو سکتي که ایک ایسي سچائي کے اثبات کیلیے دلیلوں کي تلاش هے اور بحث و نظر کي ضرورت - اگر ایسي مسلم و معروف باتوں کیلیے بھي دلائل و اثبات کي ضرورت هے ' تو شاید وہ وقت آ گیا جب توحید کے عقیدہ کو اسلامي عقیدہ ثابت کرنے کیلیے فتوے لکھوانے پڑینگے ' اور کتابیں چھاپکر شائع کرني پڑینگي !

فان کنت لا تدري ' فتلک مصیبة
وان کنت تدري ' فالمصیبة اعظم !

میں یہاں قصداً ترکوں کي سیاسي و تمدني لیاقت و نالائقي کي بحث نہیں چھیڑونگا - یہ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کي تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں ہي کي جماعت وہ جماعت ہے ' جسکے لیے کوئي یوروپین دماغ منصف نہیں ہو سکتا - یورپ کا مورخ ہو ' خواہ موجودہ عہد کا کوئي مدبر ' وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کي مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں ' لیکن اُن ترکوں کي نہیں کرسکتا جنکي تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے زندہ موجود ہیں - وہ بنو امیہ کي خلافت کی ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ہے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کي مدحت سرائي کرسکتا ہے - صلاح الدین ایوبي تک کو ایک بت کي طرح پوج لے سکتا ہے جسکي تنہا تلوار شام و فلسطین میں یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد (کروسیڈ) کا مقابلہ کرتي رہي ' لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع رہے ' نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کي حکومت اُنکو خوش کرسکي ' نہ وسط ایشیا کي ' بلکہ تمام مشرق سے بے پروا ہوکر یورپ کی طرف بڑھے ' اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا ' اور اُسکي اندروني آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کي طرح در آے - حتی کہ دار الحکومت اسٹریا کي دیواریں اُنکے جولان قدم کي ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو کبھي یورپ معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئي موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فاتح یورپ) میں اُنکا شریک نہیں - اسلیے ہر حکمراں مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہوسکا ' مگر ہر ترک وحشي و خونخوار ہے اسلیے کہ یورپ کا طلسم اُسکي شمشیر سے ٹوٹ گیا - ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادي و عدالت گستري کے ساتھہ حکومت کي ہے ' اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ہے کہ چار صدیوں کي متصل حکمراني کے بعد بھي محکوم عیسائیوں کي مذہبي و قومي عصبیت ایسي زندہ و توانا رہي کہ خود کسي مسیحي حکومت کے ماتحت نہیں رہسکتي تھي - حتی کہ وہ ترکوں کي کمزوري کے ساتھہ ہي آزاد و خود مختار ہوگئے - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھي پورے سو سال بھي نہیں ہوے ہیں - اتنے ہي عرصہ کي حکومت نے ہندوستان

میں قومی عظمت و عصبیۃ کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھی کھینچ لیے جنکے آباؤ اجداد ساتھہ ستر برس پہلے اسی سر زمین میں حکمراں تھے - صرف یہی ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کردینے کیلیے کافی ہے - ترکوں کے وہم و خیال میں بھی ظلم و خونخواری کی وہ ہیبت ناک صورتیں اور قومی تعصب و نفرت کی وہ وحشت ناک ہلاکیاں نہیں آسکتیں ' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین انیسویں اور بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں ایشیاؤ افریقہ کے اندر کر چکا ہے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کی نیند سوے' اور سانپوں کو انکی غاروں سے باہر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقہ کیلیے یورپ کے ہاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھی ایسا نہ بچ سکا جسکو وہانکی بد بخت مخلوق اپنی زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختارکی طرح امن و عزت کی زندگی بسر کرسکے ! خود اسی آخری جنگ میں یورپ کے ہر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ہر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا ' نہ صرف ترکوں کی تاریخ بلکہ تمام ایشیا کی تاریخ ویسی وحشت اور شرمناک درندگی کی مثال پیش نہیں کرسکتی - با ایں ہمہ ترک خونخوار اور وحشی ہیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جسقدر فرشتے بستے ہیں ' وہ صرف انسانی آزادی کی حفاظت اور چھوٹی قوموں کی حمایت ہی کیلیے آسمان سے اتارے گئے ہیں ! یہ کرۂ ارضی کی تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلہ ہے - آج اسکی فتح و شکست کا اصلی فیصلہ نہیں ہوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبی ہوئی ہے - فضاء ہوائی جہازوں کی قطاروں سے بھری ہوئی - اسکا فیصلہ کل ہوگا جب خدا کا دائمی قانون نتائج وعواقب کی زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا ' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائی کو دیا جا سکتا ہے - تا ہم سچائی ہی سب سے بڑی طاقت ہے - اور بالاخر فیصلہ اسی کا فیصلہ ہے - سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ' ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۶۲)

بہرحال ہماری صحبت سے یہ موضوع باہر ہے - ترکوں کی حکمرانی جیسی کچھہ بھی رہی ہو - ہر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسری

جیسے اشر بنو اُمیہ سے بھي بدتر کیوں نہ رها هو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کي اطاعت کا هر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور اُنکا از روے شرع یہي عقیدہ ہے کہ وہ خلیفۂ اسلام هیں - اسمیں کسي دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

---

(۱) جبکہ آج ترکوں کي وحشت و تمدن کا فیصلہ علم و تحقیق کے هاتھہ میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضہ میں ہے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگي دشمن کي قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے هیں ' تو اُمید نہیں ڈریپر (Draper) جیسے زمانہ حال کے مورخوں کي شہادت اس بارے میں سني جاے - یہ امریکن مصنف اپني مشہور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seience میں لکھتا ہے کہ انصاف و عدالت اور مذهبي بے تعصبي میں اپنے عہد کي تمام عیسائي دنیا پر ترکوں کو رهي فوقیت رهي ہے جو چھٹي صدي عیسوي میں عربوں کو تنزل یافتہ بیزنطائن کے مقابلے میں تمام یورپ پر حاصل تھي - ایڈ ورڈ کریسي نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمي ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدي کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا کے قسم کي کتابیں لکھنے کا یورپ میں ترکوں هي کي تقلید سے رواج هوا - یورپ کي زبانوں میں سب سے پہلي انسائیکلوپیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھي - لیکن ایک ترک مصنف کلبي بے کي قاموس العلوم هي کے مطالعہ سے اسکو رهنمائي ملي تھي - کمسریٹ ' رسد رسائي ' فوجي شفا خانوں کا با قاعدہ انتظام ' ترکوں هي سے یورپ نے سیکھا - قلعہ کي تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجي باجا تمام یورپ نے ترکوں هي سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکہ کا اصلي موجد ایک ترک تھا - یہ ڈریپر' کریسي ' اور کننگھم کلفرڈ وغیرہ مورخوں کي تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمال پر نظر ڈالي تھي - قدرتي طور پر مسٹر ایسکویتھہ اور مسٹر لائڈ جارج کي راے اس سے مختلف هوني چاهیے جو ابھي ابھي گیلي پولي اور عمارہ میں ترکوں کي تلوار کا کاري زخم کھا کر نکلے هیں ' اور میدان جنگ سے واپس آکر کتب خانوں کي جگہہ نظارت خانوں کے اندر فیصلہ کرنے بیٹھے هیں !

نمي دانم ز منع گـــریه مطلب چیست ناصح را ؟
دل از من ، دیده از من ، آستین از من ، کنار از من !

جب تک بغداد کي خلافت باقي رهي ، هندوستان کے تمام حکمران خاندان اسي کے زیر اثر اور فرمانبردار رهے - عباسیۂ بغداد کي خلافت جب مٹ گئي ، اور سنه ۶۶۰ ھ میں مصر کي عباسي خلافت کا سلسله شروع هوا ، تو اگرچه یه عباسیه کے کاروان رفته کا محض ایک نمود غبار تها ، تاهم تمام سلاطین هند اسکي حلقه بگوشي و غلامی کو اپنے لیے موجب صد فخر و امتیاز سمجهتے رهے ، اور مرکزي خلافت کی عظمت دیني نے مجبور کیا که اپني حکومت کو شرعي طور پر منوادینے کیلیے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت و امارت حاصل کرتے رهیں - سلطان محمد بن تغلق شاہ کے غرور حکومت کا یه حال تها که ضیاء الدین برني اسکو " همت فرعوني و نمرودي " سے تعبیر کرنا چاهتا هے - تاهم اس معامله میں زیاده سے زیاده غرور جو وہ کرسکا ، یهي تها که اپنے تئیں خلیفۂ مصر کا زیاده سے زیاده فرمانبردار غلام اور چاکر ظاهر کرے ، اور کہے که بلا اسکے حکم کے میں تم پر حکومت نہیں کرسکتا - تاریخ برني میں هے :

" امیر المومنین خلیفه را بنده ترین همه بندگان بود ، و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامری نه زد " (مطبوعه ایشیاٹک سوسیٹي - صفحه - ۴۹۰)

برني نے سلطان فیروز شاه کے فضائل و سوانح کیلیے گیاره مقدمے ترتیب دیے هیں - اُن میں نو واں مقدمه یه هے " مقدمه نهم درآنکه ذکرت از حضرت امیر المؤمنین خلعت اولو الامری و منشور اذن و لواء شاهي بر سلطان عصر فیروز شاه رسیده ، و بادشاهي و اولو الامری خداوند عالم بدان استحکام گرفته " پهر اس مقدمه میں لکهتا هے " در مدت شش سال دوکرت از امیر المومنین منشور اولو الامری و خلعت شاهي و لواء سلطنت بدو رسید ، و حق جل و علی پادشاه دین پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفیق بخشید ، و شرائط حرمت مراحم امیر المؤمنین بالغاً ما بلغ بجا آورد ، و هم چنین دانست که منشور و خلعت امیر المؤمنین از آسمان منزل شده ، و از درگاه مصطفی صلعم رسیده - عرضداشتے با تحفه و هدایا در نهایت تواضع بندگي امیر المؤمنین روان کرد " الخ (صفحه ۵۹۸)

یعنی سلطان فیروز شاہ کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑی بات یہ سمجھی گئی کہ خلیفۂ مصر نے اجازت حکومت کا پروانہ اور لواء و خلعت بھیجا' اور بادشاہ کو اسکی اطاعت و حرمت کی توفیق ملی - فیروز شاہ نے اس بات کی اس درجہ قدر کی گویا آسمان سے یہ عزت نازل ہوئی ہے' اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم سے اسکو قبولیت کی سند ملگئی ہے ! شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاہی میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے - جب خلیفہ کے سفراء شہر سے قریب پہنچے تو فیروز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں ہاتھوں میں لیا - پھر بوسہ دیکر سر پر رکھا ' اور اسی طرح سر پر دھرے ہوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو ! مقام خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا ؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت اسدرجہ ہیبت و جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرماں روائے اقلیم' مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہو جانے پر فخر کرتا ہے - مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی ہوئی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان ' اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے !

مغلیہ سلطنت خلفاء مصر کے آخری عہد میں قائم ہوئی - ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا جب سلطان سلیم خاں کے ہاتھہ پر خلیفۂ متوکل عباسی نے بیعت کی اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا اعلان ہوا - شاہان مغلیہ اگرچہ ہندوستان میں خود اپنے ہی کو امام سمجھتے تھے ' اور باعتبار حکومت کے یہ حق انہیں حاصل بھی تھا - تاہم عام اسلامی خلافت کا انہوں نے کبھی دعوا نہ کیا - ہمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفاء ہی کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے - خود شہنشاہ اکبر اور شاہجہاں بھی اگر حج کیلیے مکہ جاتے ' تو وہاں انکو قسطنطنیہ کے خلیفہ ہی کی امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ہوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا وہ کھڑے ہوکر اسی طرح سنتے ' جس طرح ایک عام مسلمان انکے بغل میں کھڑا سن رہا ہوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسی بات ہو سکتی ہے ؟

بعض یورپین اخبارات کے مشرقی نامہ نگاروں نے بار بار یہ خیال ظاہر کیا ھے کہ ترکی حکومت سے باھر بسنے والے مسلمانوں میں ترکی خلافت کا اعتقاد زیادہ تر سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کی سعی سے پیدا ھوا ' اور اُنکا مقصود اس سے یہ تھا کہ نام نہاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عالم میں پھیلایا جاے - یہاں ھم یورپ کے متخیلۂ و متوھمہ " پان اسلامزم " کی حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاھتے " پان اسلامزم " سے مقصود اگر مسلمانوں کی بلا امتیاز وطن و قومیت باھمی برادری ھے ' تو اسکی تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکہ نزول قران و ظہور اسلام سے شروع ھوتی ھے - لیکن عثمانی خلافت کے عالمگیر اسلامی اعتقاد کو سلطان عبد الحمید سے منسوب کرنا ایک ایسی بات ھے جو یا تو حد درجہ جہل کا نتیجہ ھو سکتی ھے یا حد درجہ دروغ گوئی کا - اور ھم نہیں جانتے کہ دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟
سنہ ۹۲۳ھ میں جب بعہد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیہ خلیفۃ المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایران میں سلاطین صفویہ کی حکومت تھی ' ھندوستان میں مغلیہ کی ' اندرون یمن میں آئمۂ زیدیہ کی ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کی - پس جہاں جہاں اسلامی حکومتیں موجود تھیں ' وھاں کے مسلمانوں کی اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامی اسلامی حکومت ھوگئی تھی ' اور احکام شرعیہ کے نفاذ و اجراء کیلیے بھی وہ کسی بیرونی حکومت کے محتاج نہ تھے - ظاھر ھے کہ ان ممالک میں مرکزی خلافت کا تعلق کسی نمایاں شکل میں یکایک ظاھر نہیں ھوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانہ جذبات بھی اپنی انتہائی حالت میں سب پر چھاے ھوے تھے - صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کی عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامی کو ٹکڑے ٹکڑے کرچکی تھی - لیکن ان ممالک کے علاوہ اور جہاں کہیں بھی مسلمان آباد تھے اور اپنی مقامی اسلامی حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچہ ترکی حکومت سے کتنے ھی دور دراز گوشوں میں واقع ھوں ' لیکن عثمانی سلاطین ھی کو اسلام کی مرکزی خلافت عظمی پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے اور اسلیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود ھندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیہ کی اس حیثیت

دیني کا پورا اعتقاد رکھتا تھا - جزائر سیلون هندوستان هي کا ایک بحري گوشه هیں - سنه ۱۱۷۵ ھ (سنه ۱۷۶۱ع) میں دکن کے ایک مشہور عالم سید قمرالدین اورنگ آبادي حج سے واپسي میں کولمبو پہنچے اور وهانکي سیر کي - میر غلام علي آزاد بلگرامي آنکے معاصر هیں - اپني کتاب سبحة المرجان میں آنکي زباني نقل کرتے هیں که ساحلي مقامات میں پرتگالیوں کي حکومت هے - اندروني جزائر میں هندو راجه هے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے هیں - جمعه کي نماز تین مرتبه سید موصوف نے وهاں پڑهي - خطبه میں امام نے پادشاه هند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگي - " لکونه خادما للحرمین الشریفین " یعني اسلیے که وه خادم حرمین هیں - (سبحة المرجان مطبوعه بمبئي صفحه ۲۳) یه اب سے ڈیڑه سو برس پیشتر کا واقعه هے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رهکر شاه هند کا ذکر کرتے تھے' تو یه کوئي غیر معمولي بات نه تھي که هندوستان بالکل انسے متصل تها - لیکن قسطنطنیه کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر هند سے اسقدر بعید فاصله پر واقع هے ' کیا معني رکھتا هے ؟ کیا اسکے سوا کوئي معني هوسکتے هیں که تمام عالم اسلامي میں وهي خلیفة المسلمین هے ' اور اسلیے گو اور بهي بهت سي اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود هوں' مگر هر گوشۀ عالم کے مسلمانوں کے دلي تعلق و اطاعت کا اصلي مرکز صرف وهي هوسکتا هے ؟

صاحب تحفة العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپني ملاقات کا حال لکھتے هیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وهاں کے رسم و رواج کا مشاهده کیا تها - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماٹرا ' ملایا ' جاوا ' وغیره هیں - سیاح مذکور کہتا هے که اکثر جزائر میں مسلمان آباد هیں - مسجدیں معمور - جمعه کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے هیں اور وهاں کے حالات سے خوب باخبر هیں - یه واقعه بهي بارهویں صدي کے اوائل کا هے -

باقي رها یه خیال که هندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیه کي خلافت کا اعتقاد حال کي پیداوار هے ' تو یه بهي صحیح نہیں - یه ظاهر هے که جب تک خود هندوستان میں اسلامي حکومت قائم تهي ' کسي بیروني اسلامي حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطه تعلق رکھنے کي کوئي ضرورت هي پیش نه آئي - البته سلطنت مغلیه کے انقراض

کے بعد مجبور ہوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کریں - تاہم سلاطین عثمانیہ کا اسلام کی مرکزی خلافت پر قابض ہونا ایک ایسی مسلم و معروف بات ہے جو ہمیشہ علماء ہند کے علم و اعتقاد میں رہی ہے - حضرۃ شاہ ولی اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ہجری ہے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالی کی آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت ابھی قائم تھی - انھوں نے تفہیمات الاہیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ہے - ایک جگہ لکھتے ہیں :

" از زمان سلطان سلیم خاں کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ہما اللہ شرفا و کرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اہتمام محامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت - و بہ ہمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصا حرمین شریفین ہر یکے از ایشان بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انھوں نے اندرون ملک میں کبھی اُنکی حکومت جمنے نہ دی - با این ہمہ گیارھویں سے تیرھویں صدی تک کے علماء یمن کی مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے ' اُنسے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کی مرکزی حیثیت تسلیم کی ہے جسکے معنی بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھہ نہیں ہوسکتے - علامۂ صالح مقبلی صاحب العلم الشامخ المتوفی سنہ ۱۰۴۷ ھ' علامۂ فلانی صاحب ایقاظ الھمم' شیخ عبد الخالق زبیدی صاحب صفوۃ الاخبار و غیرہم اپنی کتابوں میں جا بجا ترکی گورنروں کے جبر و ستم کی شکایتیں کرتے ہیں' مگر ساتھہ ہی سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ہیں جس سے اُنکی اسلامی خلافت و امامت کا مسلمہ ہونا ثابت ہوتا ہے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جو شخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفہ و امام کہلاے ' اسکے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں - سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا زمانہ ہزار صدی کے بعد شروع ہوتا ہے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ہے تو پچھلی دو تین صدیوں کی مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کی تصنیفات عام طور پر علماء ہند کے مطالعہ میں نہیں آئی ہیں' اسلیے مسئلہ کے تاریخی شواہد سے عموماً لوگ بے خبر ہیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ تاریخی شواہد کا فراہم ہوسکتا ہے -

خود یورپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کی اس دینی حیثیت کا ہمیشہ اقرار کرتی آئی ہے اور جب کبھی ضرورت ہوئی ہے ' قسطنطنیہ کی طاقت سے بہ حیثیت خلیفۂ اسلام کام لیا گیا ہے - غدر سنہ ۵۷ کے موقعہ پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان ہند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزی حکومت کے ساتھہ بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی ' اُسکی بنا یہی تھی کہ سلطان قسطنطنیہ کو بہ حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان ہند کی ارشاد و ہدایت کا حق حاصل ہے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارہا حج اور حاجیوں کی مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپریل گورنمنٹ نے باب عالی کو اس احتجاج کے ساتھہ توجہ دلائی کہ بہ حیثیت خلیفۂ اسلام ہونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذہبی فرض ہے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خاں کے زمانے میں متعدد مرتبہ ایسے اظہارات و اعترافات ہو چکے ہیں -

(قرون متوسطۂ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

ہم نے جا بجا " اسلام کی مرکزی حکمرانی " اور " خلافت عظمیٰ " کا لفظ استعمال کیا ہے - تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلۂ " توحید " ہے - " توحید " کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہونا - صرف اللہ کی ذات و صفات ہی میں یہ حقیقت محدود نہیں ہے جیسا کہ بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھہ رکھا ہے - بلکہ عقائد و اعمال کی ہر شاخ اور ہر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید ہی ہے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی ہیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاہتا ہے - خدا کی ذات کی طرح اُسکی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی ہر چیز پر اور ہر جگہ یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیۃ کار فرما ہے - ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصر ہل تری من فطور ؟ (ملک - قال ابن عباس " تفاوت " ای الا ختلاف اخرجه البخاری) پس اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبلہ ' اُنکا کعبہ ' اُنکا مرکز اجتماع ' اُنکا مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک ہی قرار دی تھی - یعنی تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو - لیکن جہاں ساری باتوں

میں انحراف اور تفرقۂ و انتشار ہوا ' وہاں یہ بات بھی جاتی رہی - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائی عہد تک یہ وحدۃ نظر آتی ہے - اسکے بعد کوئی زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامی کی حکومت کسی ایک طاقت میں جمع رہی ہو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اُتھے ' اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائی کرنے لگا - یہی وجہ ہے کہ مورخین نے بنو امیۂ مروانیہ کے عہد کو تاریخ اسلام کا بہترین زمانہ قرار دیا ہے جب کرۂ ارضی کے تمام اسلامی خطے پر صرف ایک ہی خلیفہ کی حکومت قائم تھی - علی الخصوص عبد الملک بن مروان کا زمانہ کہ تمام مشرق و مغرب و افریقہ کے منبروں پر بجز ایک حکمراں کے اور کسی کا ذکر نہ تھا - اسی لیے حافظ ذہبی نے کہا - بنو امیہ نے خلافت راشدہ کی برکتیں نہ پائیں لیکن بنو عباس کو بنو امیہ کی بھی برکات نہ ملیں - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں تفریق کلمۂ و حکومت کا معاملہ آخری حد تک پہنچ گیا - تمام اسلامی دنیا مختلف حکمرانوں میں بٹ گئی -

با ایں ہمہ ایک خاص مرکزی اقتدار ہر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور مورخ کی بصیرۂ محسوس کرلیتی ہے کہ اس تفرقۂ و انتشار کی عام سطح میں ایک مرکزی قوت اُبھری ہوئی ہے - اسلامی حکومتیں ہر گوشۂ عالم میں قائم ہوگئی تھیں ' مگر ہمیشہ ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا ' جہاں کی حکمرانی دنیا کی تمام اسلامی حکمرانیوں میں ایک مرکزی اقتدار کی حیثیت رکھتی تھی - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرۂ حکومت سے باہر کوئی اثر نہیں رکھتے تھے ' لیکن وہاں کا حکمراں باہر کے مسلمانوں کیلیے بھی ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کی حکومت تھی - عرب اسلام کا اصلی سر چشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامی قومیت کا دائمی مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کار گاہ - شریعت نے عرب ہی کو یہ شرعی خصوصیت دی ہے کہ ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھا جاے - شریعت کے اس حکم کی تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اسپر قابض ہوگی ' وہی اس شرعی حکم کی تعمیل و نفاذ کی ذمہ دار ' اور اقامۃ حج کی بھی کفیل ہوگی - پس قدرتی طور پر یہ بات ہوئی کہ یہاں کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں میں ایک مرکزی اقتدار اور

تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابي اثر حاصل ھو جاے - اسلام کے از منۂ متوسطۂ و اخیرہ میں یہي مرکزي اقتدار خلافت عظمیٰ کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي ان مقامات کي حکومت خلفاء مصر ھي کے قبضہ میں رھي - " مرکزي حکومت " سے مقصود یہي مرکزي اقتدار ھے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض ھوگئے تو بارجود متعدد اسلامي حکومتوں کي موجودگي کے ' اسلامي خلافت عظمیٰ کا مرکزي اقتدار بلا نزاع اُنہي کو حاصل ھوگیا - یہي وجہ ھے کہ ھزار صدي کے بعد سے تیرھویں صدي کے اوائل تک اگرچہ بڑي بڑي اسلامي حکومتیں دنیا میں قائم رھیں ' لیکن خلافت عظمیٰ کے اعتقاد کے ساتھہ جب کبھي کسي مسلمان کي نظر اُٹھتي تو وہ صرف قسطنطنیہ ھي کي طرف دیکھہ سکتا تھا -

(ترکان عثمانیہ اور عالم اسلامي)

اب ھم چاھتے ھیں کہ اس پوري تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخري نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کي بنا پر سلاطین عثمانیہ کے اعمال خلافت کا کیا حال رھا ھے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعي اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ ھوگا - اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے ھیں - پچھلي پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود ھیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رھي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقی ھیں - گو اُنکي حکومت محض براے نام ھو - سوال یہ ھے کہ ان تمام حکمراں قوموں میں کونسي حکومت اور قوم ایسي ھے جس نے شریعت کے ٹھہراے ھوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم الذین ان مکناھم فی الارض الخ تمکین فی الارض سے ھے ' وہ اُنکے ھاتھوں پوري ھوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا ھو' صرف وھي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کرسکتي ھے -

اس اھم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں ھو جا سکتا ھے - " خلافت اسلامیہ " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف ھوچکا ھے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ ھے کہ ایک ایسي طاقتور حکومت قائم ھو جو دشمنوں

کے حملوں سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں کی حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ہو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تک جاری و نافذ ہو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامی نصیب ہو - یہی مقصد پہلا مقصد ہے - باقی سب فروع و توابع ہیں -

یہی وجہ ہے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کی تعریف کرتے ہوے " اقامۃ الدین باقامۃ ارکان الاسلام ' والقیام بالجہاد ' و حفظ حدود الاسلام ' وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلہ " کے جملے سب سے پہلے ملتے ہیں - یعنی وہ مسلمانوں کی ایسی حکومت ہے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامی ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجی قوت کی ترتیب اور لڑائی کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ہو' اُسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کی خدمت انجام دیسکے - ساری باتیں ان دو لفظوں میں آگئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کی خدمت انجام دی ہے ؟ اسلام کا جب ظہور ہوا ' تو دشمنوں کی پہلی جماعت قریش مکہ کی جماعت تھی - اُنکے مٹ جانے کے بعد اس پوری تیرہ صدیوں میں صرف عیسائی قومیں ہی مسلمانوں کی دائمی حریف رہی ہیں - دوسری غیر مسلم قوموں میں سے کوئی قوم ایسی نہ تھی جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو- ایران کی مجوسی قوت کا ابتدا ہی میں خاتمہ ہوگیا - یہودیوں کی کوئی پولیٹکل قوت نہ تھی - هندوستان کے هندؤں اور بدھہ مذهب کے پیرؤں نے هندوستان سے نکلکر کبھی مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ انمیں کوئی داعیانہ قوت تھی - چین کے تاتاری اُٹھے اور بلا شبہ سب سے بڑی ہلاکت کا باعث ہوے لیکن بالاخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنے ایک صدی کے اندر ہی اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحی اقوام کے اور کوئی حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ہے - مشرقی عیسائیوں کی قوت ابتدا ہی میں شکست ہوگئی تھی - صرف یورپ کی حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہی آخری چار صدیاں ہیں جن میں بتدریج یورپ کی طاقت ترقی کرتی گئی ' او

اُسکي ترقي کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اسلام کي پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ھوا - اب فیصلہ کرلو کہ تمام کرۂ ارضي کے مسلمانوں میں سے کونسي قوم اور کونسي حکومت ھے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابلہ کیا ھے ' اور دفاع و جہاد جاري رکھکر اسلام اور مسلمانوں کي حفاظت کي ھے ؟ سولھویں صدي عیسوي ھي میں یورپ کي اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقي ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ' بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئي طاقتور اور مقاوم روک موجود نہ ھوتي تو ابسے دو صدي پیشتر ھي تمام وسط ایشیا ' شام ' عرب ' اور اسلامي افریقہ یورپ کے استیلاء سے پامال ھوچکا ھوتا -

پھر وہ کونسي نا قابل تسخیر فرجي قوت تھي جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا کہ پوري دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کي مہلت ھي نہ ملي ' اور پھر تمام ایشیا و بلاد اسلامي کے عین دروازہ پر مغربي مدافعت کي ایک آھني دیوار قائم کردي' اور اسطرح حکم جہاد کے فرض ھجوم اور فرض دفاع ' دونوں کو تن تنہا انجام دیا ؟

کیا ھندوستان کي سلطنت مغلیہ نے جس نے اپني پوري تاریخ میں ایک بار بھي ھندوستان سے باھر قدم نہ نکالا ؟ اور جسکي تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبہ بھي کسي حریف ملت کے خون سے رنگین نہ ھوئي ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں ھندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل ھند کے سامنے لوٹ رھے تھے اور وہ اُنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبي حملوں نے ھمیشہ سلاطین عثمانیہ کو مجبور کیا کہ یورپ کا فتح مندانہ اقدام ترک کرکے ایشیاء کي طرف متوجہ ھوجائیں اور جسکي وجہ سے یکایک یورپ کو ترکي تلواروں سے مہلت ملگئي اور تمام وسط یورپ فتح ھوتے ھوتے رھگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب آئمہ نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھي معلوم نہ تھا ؟

ھر انسان جو دو اور دو کو صرف چار ھي کہنا چاھتا ھو ' اسکا اقرار کریگا کہ بجز سلاطین عثمانیہ اور ترکوں کے مسلمانوں کي کوئي حکومت اور قوم نہیں ھے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کي یہ خدمت انجام

دي هو۔ اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد ہوتا تھا، اُسکو سمت کي طرف سے تن تنہا پورا کرتے رہے ہوں؟

حقیقت یہ ہے کہ ترکوں کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جسکي نظیر قرون اولیٰ کے بعد مسلمانوں کي کسي حکمراں قوم کي تاریخ پیش نہیں کرسکتي۔ صرف صلاح الدین ایوبي کي دعوۃ اس سے مستثنیٰ ہے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد کو شکست دي۔ تاہم وہ بھي ایک محدود زمانے کا جہاد تھا۔ مسلسل تین چار صدیوں تک صرف ترکوں هي کي اسلامي مدافعت قائم رهي ہے۔ ان پوري چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اس اولین قومي فرض سے غافل رہے۔ کسي قوم نے ایک زخم بھي اس مقدس راہ میں نہیں کھایا۔ کسي پادشاہ نے ایک قدم بھي اسکے لیے نہیں اُٹھایا۔ صرف تن تنہا ترک هي دنیا بھر کے مسلمانوں کي جانب سے یہ پورا کام انجام دیتے رہے۔ انہوں نے تمام مسلمانانِ عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چھوڑ دیا۔ خود اپنے لیے خاک و خون کي دائمي زندگي پسند کي۔ اگر ان قرون اخیرہ میں کہ مسلمانوں کا تنزل و ادبار آخري درجہ تک پہنچ چکا تھا، اور علی الخصوص فرض دفاع و جہاد کو کہ سنام دین، و عماد ملت، و اساس شرع ہے، تمام روے زمین کے مسلمان چھوڑ بیٹھے تھے، ترکوں کي جانفروش و سرباز جماعت تن تنہا نہ سنبھال لیتي، تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کي آبادیوں کا کیا حال ہوتا؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش ہے، وہ کب کي آچکي اور مسلمانوں پر سے گزر چکي ہوتي؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یہ وہ احسان عظیم ہے کہ اگر اسکے معاوضہ میں مسلمانان عالم اپنا سب کچھہ اُن پر سے قربان کردیں، جب بھي اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اگر گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاہتیں کي ہیں تو صرف انہي کي بدولت، اور اگر آج اپني پادشاہتیں کھو کر بھي کچھہ نہ کچھہ عزت کي پونجي اپنے ساتھہ رکھتے ہیں تو صرف اُنہي کي بدولت۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسي حصہ میں بستا ہو، چین میں یا افریقہ کے بعید گوشوں میں، لیکن صدیوں سے اُسکي قومي زندگي، قومي عزت، قومي عیش و آرام، اور وہ سب کچھہ جو ایک قوم کیلیے ہے اور ہوسکتا ہے، صرف ترکوں هي کے طفیل ہے اور اُنہي کا بخشا ہوا۔ یہي

وجہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض ہوا کہ ترکوں کی مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یہ کچھہ ضروری نہیں کہ وہ هندوستان یا افریقہ میں بانٹنے کیلیے روپیہ بھیجتے رہیں - وہ تو چار صدیوں سے وہ کام انجام دے رہے هیں جسکے تصور سے بھی هم مسلمانان هند کے دل کانپتے اور جسکے وهم سے هی هم پر موت طاری هو جاتی ہے ؟ یعنی اپنی جانیں اسلام کی حفاظت کی راہ میں قربان کر رہے هیں - اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جا سکتا ہے ؟ اور اسکے بعد کیا رهگیا جسکی طلب اور سوال هو ؟ بہت ممکن ہے کہ کسی دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیادہ نمازیں پڑھی هوں ' لیکن نماز کے بقا کی راہ میں آنسے زیادہ اپنا خون کسی نے نہیں بہایا - بہت ممکن ہے کہ عرب اور هندوستان کے مسلمانوں کی زبانوں نے انسے زیادہ قرآن کی تلاوت کی هو ' لیکن قرآن کی حفاظت کی راہ میں چار سو برس سے زخم صرف آنہی کے سینے کہا رہے هیں - اگر اللہ کی شریعت حق ہے ' اور اگر قرآن و سنت کا فیصلہ باطل نہیں ' تو همیں یقین کرنا چاهیے کہ دوسرے ملکوں کے هزاروں عابد و زاهد مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبھی جہاد فی سبیل اللہ کا خطرہ بھی نہیں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناهگار و معصیت آلود فرد اللہ کے آگے کہیں زیادہ فضیلت و محبوبیت رکھتا ہے - هماری مدۃ العمر کی عبادتیں بھی آنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بہنے والے ایک قطرۂ خون کی عظمت نہیں پاسکتیں - " حرس لیلۃ فی سبیل اللہ افضل من الف لیلۃ یقام لیلها و یصام نہارها " (۱) یعنی آنحضرۃ نے فرمایا : جہاد فی سبیل اللہ کی ایک رات هزار دنوں کے روزوں اور هزار راتوں کی عبادت سے بھی افضل ہے ! ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص - حضرۃ عبد اللہ بن مبارک نے حضرۃ فضیل بن عیاض کو ایک مرتبہ یہ اشعار لکھکر بھیجے تھے :

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا * لعلمت انك فی العبادۃ تلعب !
من کان یخضب خدہ بدموعہ * فنحورنا بدمائنا تتخضب !
ریح العبیر لکم ' و نحن عبیرنا * رهج السنابک والغبار الاطیب (۲)

---

(۱) اخرجہ الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(۲) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمہ میں یہ اشعار نقل کیے هیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال

جو مسلمان یورپ کے مسیحي و سیاسي اثر سے مختل هوکر ترکوں پر اعتراض کرتے هیں ' آنکو چاهیے که پہلے اپنے گریبان میں منه ڈالکر دیکھیں که صدیوں سے آنکي منافقانه غفلت و اعراض کا کیا حال رها هے ؟ علی الخصوص هندوستان کے مسلمانوں کو جو تعداد میں هر جگه کے مسلمانوں سے زیادہ هیں ' غور کرنا چاهیے که جس اولین فرض دیني کیلیے ترک چارسو برس سے اپنا خون بہا رهے هیں' انہوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یه که کبھي کبھار چند لاکھه سکے ترک زخمیوں کي مرهم پٹي کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کي مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کي قیمت بھي نہیں هوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو رات بستروں پر اور دن آرام و بے فکري کي چھتوں کے نیچے بسر کرتے هوں ' یه حق پہنچتا هے که اُن لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چار سو برس سے اپني لاشیں خاک و خون میں تڑپا رهے هیں ؟

بہرحال منصب خلافت کا پہلا مقصد دفاع و جہاد هے - وہ پچھلي چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسي اسلامي حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواهد نه هوتے ' جب بھي صرف یہي ایک بات سلاطین عثمانیه کي خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتي تھي -

اور پھر یه بھي واضح رهے که یه تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا که گذشته صدیوں میں متعدد اسلامي حکومتوں کے رهتے هوے سلاطین عثمانیه هي کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکه تمام اسلامي حکومتیں مٹ چکي هیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثماني کے کسي دوسري خلافت کا وجود هي نہیں -

---

[بقیه نوٹ صفحه ٩٠]

تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرۃ فضیل اُس عہد کے مشہور عباد و زهاد میں سے هیں - حاصل ان اشعار کا یه هے " اے حرمین کے گوشه نشین عابد ! اگر تو نے همارا حال دیکھا هوتا تو معلوم کرلیتا که جس زهد و عبادۃ میں مشغول رهتا هے وہ تو ایک طرح کا کھیل هے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) تر کرتا هے ' اُسے معلوم هونا چاهیے که هماري عبادت وہ هے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکه گردنیں خون سے رنگین هوا کرتي هیں " ! حضرۃ فضیل نے جب یه اشعار پڑھے تو اُنکي آنکھیں اشکبار هوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد الله بن مبارک نے سچ کہا !

(فـــريضـــة عظيـــمة دفـــاع)

نتائج بحث تک پہنچنے میں اب صرف ایک منزل اور باقي رهگئي هے - امید هے کہ آپ صبر و سکون کے ساتهه میرا ساتهه دینگے - اسلام کے شرعي واجبات و فرائض میں ایک نہایت اهم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کر دینے والا فرض " دفاع " هے - تشریح اسکي یہ هے کہ جب کبهي کسي مسلمان حکومت یا کسي مسلمان آبادي پر کوئي غیر مسلم گروہ یا حکومت حملہ کرے ' تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض هو جاتا هے کہ دفاع (ڈیفنس - Defence) کیلیے اُٹهه کهڑے هوں' اس حکومت اور آبادي کو غیر مسلم قبضہ سے لڑ کر بچائیں - اگر فوري قبضہ هوگیا هے تو اس سے نجات دلائیں ' اور اس کام کیلیے اپني ساري قوتیں اور هر طرح کي ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود هیں ' اور اسلامي فرائض میں سے یہ اسدرجہ مشہور فرض هے کہ شاید هي دنیا میں کوئي مسلمان اس سے نا واقف نکلے - یہي باهمي مددگاري و یاوري اور دفاع اعداء کا قانون هے جس پر اسلام نے شریعت و امت کي حفاظت کي ساري بنیادیں استوار کي هیں - لڑائي لڑنے کي نسبت سب سے پہلي آیۃ جو نازل هوئي ' وہ سورۂ حج میں هے :

ان اللہ یدافـــع عن الذین آمنوا ' ان اللہ لایحب کل خوان کفـــور - أذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ' و ان اللہ علی نصـــرهم لقدیر ' الذین أخرجوا من دیارهـــم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ - (۲۲ : ۴۲)	اللہ تعالی مومنوں پر سے اُنکے دشمنوں کو هٹاتا رهتا هے - وہ اُن لوگوں کا ساتهي نہیں جو اُسکي بخشي هوئي طاقت کے امانت دار نہیں هیں' اور شکرگزاري کي جگهه کفران نعمت میں سرشار هیں - جن مسلمانوں سے کافر لڑ رهے هیں ' اب اُن مسلمانوں کو بهي کافروں سے لڑنے کي اجازت دي جاتي هے کیونکہ اُنپر ظلم هو رها هے' اور اللہ مظلوموں کي مدد کرنے پر قادر هے -

یہ وہ لوگ هیں کہ بلا کسي حق کے اپني آبادیوں سے نکالدیے گئے - انکا کوئي قصور نہ تها - صرف یہ کہ اپنے پروردگار کے ماننے والے هیں - (۱)

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول اللہ صلعم من مکہ قال ابوبکر " اخرجوا نبیهم - انا للہ و انا الیہ راجعون -

بعض مفسرین نے سورہ بقرہ کي حسب ذیل آیت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار دیا ہے :

و قاتلوا في سبیل الله الذین یقاتلونکم، و لا تعتدوا- ان الله لا یحب المعتدین - واقتلوهم حیث ثقفتموهم، واخرجوهم من حیث أخرجوکم - والفتنة اشد من القتل - (۲ : ۱۸۷)	الله کي راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائي لڑ رہے ہیں - مگر زیادتي نہ کرو- الله حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور ایسا کرو کہ جہاں کہیں بھي رہ جے ہوے ملیں، قتل کردو - اور جہاں کہیں سے انہوں نے مسلمانوں کو نکالا ہے، تم بھي نکال باہر کرو- ایسا کرنا اگرچہ

خونریزي ہے، مگر خونریزي کي برائي سے بھي بڑھکر برائي ظلم و فساد کا فتنہ ہے -

امام ابن جریر نے ابو العالیہ کا قول نقل کیا ہے کہ جنگ کي نسبت یہي پہلي آیت ہے جو نازل ہوئي " أنها اول آیة نزلت في القتال بالمدینة فلما نزلت کان رسول الله صلعم یقاتل من قاتله و یکف عمن کف عنه، حتی نزلت سورة براۃ "پس اذن قتال کي پہلي آیت یا سورۂ حج کي ہے یا بقرہ کي -

ان دونوں آیتوں اور انکے ہم مطلب آیات میں قران حکیم نے حکم قتال کے اُس حصہ کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کردیا ہے جسکا مقصد دفاع (ڈیفنس) ہے (۱) - یعني جب کبھي غیر مسلموں کي کوئي جماعت مسلمانوں کي کسي حکومت اور آبادي پر حملہ کرے، یا اُس پر خود قابض ہوجانا چاہے، تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائیوں کي مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ہوں - جس طرح حملہ آوروں نے حملہ کیا ہے، یہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۲]

لیهلکن " فانزل الله اذن للذین یقاتلون الخ و هي اول آیة نزلت فی القتال- اسناده علی شرط الصحیحین -

(۱) یعني حکم جہاد کي مختلف قسموں اور صورتوں میں سے ایک قسم قتال ہے - پھر قتال کي بھي دو قسمیں ہیں - دفاع اور ہجوم - ان آیات میں دفاع کا حکم ہے - ہجوم کا حکم دوسري آیتوں میں ہے - اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے ہیں -

بھي کریں - قتل و جنگ کي وہ جو جو چال چلے ھیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ھیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' نہتوں ' عورتوں ' راھبوں ' مذھبي عبادتگاھوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باھر نکالیں - پھر اس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنة اشد من القتل - بلا شبہ یہ جنگ قتل ھے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ھے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ھے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومت پر قانع نہیں رھتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاھتے ھیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماتحت مسلمانوں کو لانا چاھتے ھیں ' قوموں کا قدرتي حق حریت پامال کر رھے ھیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رھسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاھیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ھے - اگر ایسانہ ھوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلي علت بھي بتلادي ھے :

حتی تضع الحرب اوزارھا - (۴۷ : ۹)	لڑتے رھو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ھو جاے -

یعني اسلام کا اصلي مقصد یہ ھے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ھو جاے - ساري دنیا ایک قوم ' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والي ظالم و حریص قوتیں باقي ھیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ھو سکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کر دینا ضروري ھوا - مضبوط اور مستقل امن اُسی وقت قائم ھوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھي طرح جنگ کر لي جاے :

حتی اذا اثخنتموھم (۴۷ : ۵)	یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ھو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ھوگا :

و لکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب - (۲ : ۱۷۹)	تمہارے لیے قصاص کي موت میں امن کي زندگي پوشیدہ ھے !

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور براءت جنگ سے باز نہ آجاے ' جنگ کرتے رہو - کبھي اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان ھي باقي نہ رہے " تضع الحرب اوزارھا " جنگ اپنے ھتیار ڈالدے - یعني جنگ بالکل موقوف ھو جاے - فساد و بطلان کي وہ قوتیں ھي باقي نہ رھیں جو خدا کي زمین کو ھمیشہ انساني خون سے رنگتي رھتي ھیں - قرآن کا دعوا ھے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اُسي وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کي دعوۃ امن و اخوت کے آگے جھک جائیگي : ھو الذي ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق ' لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون (۹ : ۶۱)

اسلامي احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اھمیت رکھتا ھے ' وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسی حکم ' کسي فرض ' کسي رکن ' کسي عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں بار بار یہ بات بتلائي گئي ھے کہ قومي زندگي اسي عمل کے بقاء پر موقوف ھے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقي رھیگا اور اس کام کي راہ میں ھر فرد اپني زندگي اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رھیگا ' اُسوقت تک دنیا کي کوئي قوم اُنپر غالب نہ آسکیگي - جس دن یہ جذبہ مردہ ھو جایگا ' اُسي دن سے مسلمانوں کي قومي موت شروع ھوجائیگي - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کي تاریخ پیش کي ھے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقي رھا ' حکومت و عزت اُنھي کیلیے تھي - جب چند گھڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومي زندگي و عزت کے دائمي عیش کي طلب پر غالب آگیا ' اور اس چیز کو چھوڑ بیٹھے ' ذلت و محکومي کا داغ ھر یہودي کي پیشاني پر لگ گیا ' اور ھمیشہ کیلیے خوار و ذلیل ھوکر رھگئے : ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ و باؤا بغضب من اللہ !

الم تر الی الملاء من بني اسرائیل من بعد موسی ؟ اذ قالوا لنبي لھم " ابعث لنا ملکا نقاتل في سبیل اللہ " قال " ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا " قالوا " و ما لنا	کیا بني اسرائیل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا ھوا ؟ پہلے تو خود ھي اپنے عہد کے نبي سے درخواست کي " کسي کو ھم پر بادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت اللہ کي راہ میں لڑیں " انھوں نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے ھو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائي کا حکم دیا گیا تو

الا نقــاتل في سبيل الله وقــد أخرجنــا مــن ديارنا وابنائنا ؟ " فلما كتب عليهم القتال، تولوا الا قليلاً منهم، والله عليــــم بالظــالمين - (۲ : ۲۴۶)

بــزدلي دكهــلا كے نافرماني كرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب ديا " نہيں ايسا نہيں هو سكتا - همكو كيا هوگيا هے كه حق كي راه ميں ظالموں سے جنــگ نه كريں ؟ حالانكه انہوں نے هم كو اور هماري اولاد كو همارے شہروں سے نكال ديا هے " ليكن ديكهو، جب لڑائي كا حكم ديا گيا تو بجز چند حق پرستوں كے سب اپنے قول و قرار سے پهر گئے - وقت پر أنكا دعوا سچا ثابت نه هوا -

سنن ابوداؤد ميں هے " اذا ضن الناس بالدينار والدرهم و تبايعوا بالعين واتبعوا أذناب بقر، و تركوا الجهاد في سبيل الله، انزل الله بهم بلاء، فلم يرفعه حتى يراجعوا " يعني جب كوئي جماعت جهاد في سبيل الله ترك كرديتي هے تو اسپر بلائيں نازل هوتي هيں جو كبهي دور نہيں هوسكتيں - الا يه كه وه اس معصيت سے باز آئيں -

چونكه شريعت و ملت كے قيام كي اصلي بنياد يهي چيز تهي، اسليے هر حيثيت اور هر اعتبار سے اس پر زور ديا گيا، اور سارے عملوں اور نيكيوں سے جو ايك مسلمان دنيا ميں كرسكتا هے، اس عمل كا مرتبۂ و اجر افضل و اعلى تهرايا - جس عمل ميں جسقدر زياده ايثار و قرباني هوگي، اتنا هي زياده اُسكا اجر و ثواب بهي هوگا - ظاهر هے كه اس عمل سے بڑهكر اور كس عمل ميں مال و جان كا ايثار هوسكتا هے ؟

كوئي خاص وقت اور عهد اسكے ليے مخصوص نہيں - هر حال اور هر زمانے ميں ايك مسلم و مومن زندگي كے ايمان و صداقت كي بنياد يهي چيز اور اسي كا سچا عشق و ولوله هے - يهي سنام دين هے - يهي عماد ملت هے - يهي اساس شرع هے - يهي ملاك اسلام هے - يهي ايمان و نفاق كي اصلي كسوتي هے - يهي مومن كو منافق سے الگ كرديني كيليے اصلي پہچان هے - نماز اسي سے هے - روزه اسي سے هے - حج اسي سے هے - زكواة كا سب سے پہلا اور افضل مصرف يهي هے - سب اسكے ليے ملتوي هو جاسكتے هيں - اسكو كسي كي خاطر نہيں چهوڑا جاسكتا - نماز دين كا ستون هے اور روزه برائيوں سے بچنے كي ڈهال، ليكن يه دين كي بنياد هے اور برائيوں كو معدوم كرديني والي تلوار - پس اسكي فضيلت كو نه نماز پہنچ سكتي هے نه روزه - نه اس سے بڑهكر كوئي دوسرا عمل هے جو الله كي نظروں ميں

محبوب هو اور کرنے والے کو اسکي دائمي محبوبيت سے سرفراز کردے - هزاروں نمازيں اور هزاروں روزے بهي اُس ايک قطرهٔ خون کي فضيلت و تقديس نهيں پاسکتے جو اس راه ميں بهايا گيا ' اور عمر بهر کي صدقات و خيرات بهي اُس ايک درهم کے اجر کا مقابله نهيں کرسکتيں جو اس راه ميں خرچ کيا گيا - حتى که يهي عمل اسلام و ايمان کي اصلي پهچان قرار پايا - جس مسلمان کا دل اسکے ولولهٔ و طلب سے خالي هوا ' وه ايمان و اسلام کي روشني سے محروم هوگيا - نفاق کي ظلمت اُسپر چها گئي - صحيح مسلم ميں هے :

من مات ولم يغـز ولم يحدث نفسه به' مات علي شعبـــة مـــن النفـــاق (عن ابي هريره)

جو مسلمان اس حالت ميں دنيا سے گيا که نه تو کبهي الله کي راه ميں لڑائي لڑي ' اور نه اُسکے دل ميں اس بات کي طلب رهي' تو اُسکي موت ايسي حالت ميں هوئي جو نفاق کي شاخوں ميں سے ايک شاخ هے -

قرطبي نے اسکي شرح ميں کها " فيه دليل علي وجوب العزم " اس حديث سے ثابت هوا که جهاد کا عزم اور اراده هر مسلمان پر واجب هے - اسکے عزم اور طلب سے بهي اگر دل خالي هوگيا تو وه مومن نهيں هے ' منافق هے -

ترمذي ميں هے - ايک مرتبه صحابه کي ايک جماعت ميں اس بات کا چرچا هوا " اى الاعمال احب الى الله " ؟ ساري نيکيوں اور عبادتوں ميں سب سے زياده کونسا عمل الله کے نزديک محبوب و مقبول هے ؟ اسپر سورهٔ صف نازل هوئي (۱)

ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفـا کانهـم بنيـان مرصوص

الله تعالى تو اُن لوگوں کو محبوب رکهتا هے جو اُسکي راه ميں صف باندهکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے هيں' گويا ايک ديوار هے جو تلواروں کے سامنے کهڑي کردي گئي هے ' اور ديوار بهي کيسي ؟ ايسي جسکي هر اينٹ دوسري اينٹ سے سيسه ڈالکر جوڑدي گئي هو !

---

(۱) و اخرجه ايضا امام احمد عن عبد الله بن سلام ' و ابن ابي حاتم و ابن حبان ' و الحاکم و قال صحيح على شرط الصحيحين ' و البيهقي في شعب الايمان و السنن' و الطبري فى التفسير -

پھر اسی سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یہی وہ عمل ہے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ہیں - کوئی خطا ، کوئی معصیت ، کوئی برائی باقی نہیں رہتی - ابدی نجات کا دروازہ ہمیشہ کیلیے کھل جاتا ہے : یا ایہا الذین آمنوا - ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ؟ تؤمنون باللہ و رسولہ ، و تجاھدون في سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ، ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - یغفر لکم ذنوبکم ، و یدخلکم جنات تجري من تحتھا الانھار ، و مساکن طیبۃ في جنات عدن - ذلک الفوز العظیم !

بخاری و مسلم میں حضرۃ ابو ھریرہ سے مروی ہے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " ای العمل افضل " ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے ؟ فرمایا " ایمان باللہ و رسولہ " اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا - " ثم ما ذا " ؟ اسکے بعد ؟ - فرمایا " الجہاد في سبیل اللہ " -

حد ہوگئی کہ جن لوگوں نے جنگ بدر میں جاں نثاریاں کی تھیں ، اگر کبھی انسے کوئی لغزش ہوگئی اور معصیت میں مبتلا ہوگئے تو آپنے سزا دینے سے انکار کردیا اور فرمایا " لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یہ وہ جاں نثار حق ہیں جنھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی ہے - عجب نہیں کہ اس ایک عمل کے صلے میں اللہ نے انکی ساری پچھلی اور آئندہ خطائیں بخشدی ہوں اور کہدیا ہو کہ جو جی میں آے کرو !

ترمذی میں ہے " من رابط لیلۃ في سبیل اللہ ، کانت لہ کالف لیلۃ صیامھا و قیامھا " جس مسلمان نے ایک رات بھی جہاد کرتے ہوے دشمن کے انتظار میں کاٹی ، اسکے لیے ایسا اجر ہے ، گویا ہزار دنوں کا روزہ اور ہزار راتوں کی عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم في سبیل اللہ خیر من عبادۃ احدکم في اھلہ ستین سنۃ " (ترمذی) ساٹھہ برس تک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھی یہ افضل ہے کہ جہاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلۃ في سبیل اللہ ، افضل لہ من الف لیلۃ ، یقام لیلھا و یصام نھارھا " (رواہ احمد) جہاد کی ایک رات اس سے افضل ہے کہ ہزار راتیں عبادت میں اور ہزار دن روزہ میں بسر کیے جائیں !

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة الله، و حرمت النار علی عین سہرت في سبیل الله " (ایضاً) جو آنکھ الله کے خوف سے اشکبار ہوئي، یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگي، اسپر دوزخ کي آگ حرام ہے!

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول الله! کوئي ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاہدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " هل تستطیع ان تصلی فلا تفتر، و تصوم فلا تفطر؟ " اسکي طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو، برابر روزہ رکھتے رہو، اور کبھي بیچ میں افطار نہ کرو؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میري طاقت سے باہر ہے - فرمایا " فو الذي نفسي بیدہ! لو طوقت ذلک، ما بلغت فضل المجاہدین في سبیل الله - اما علمت ان فرس المجاهد لیستن في طوله فیکتب له بذلک الحسنات؟ " خدا کي قسم! اگر تم ایسا کرنے کي طاقت بھي رکھتے اور کر دکھاتے، جب بھي اُن لوگوں کي فضیلت کہاں پاسکتے تھ جو الله کي راہ میں جہاد کرتے ہیں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاہد کا گھوڑا بندھا رہتا ہے، اور اسکے لیے بھي اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوتي رہتي ہیں؟ (رواہ احمد و الحاکم و قال علی شرط الصحیحین)

بخاري و مسلم میں ہے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجہاد في سبیـل الله؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونه " پھر فرمایا " مثل المجاهد کمثل الصائم القائم القانت بایات الله لا یفتر عن صلاته ولا صیامه حتی یرجع "

اور فرمایا " من اغبرت قد ماہ في سبیـل الله ساعة من نہار، فہما حرام علی النار " (رواہ احمد) جس کے پاؤں الله کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ہوے، دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حرام ہے -

اور فرمایا " ما من میت یموت الا ختم عمله، الا من مات مرابطا في سبیل الله، فانه ینمو له عمله الی یوم القیـامة و امـن من فتنة القبـر " (رواہ اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ہو جاتا ہو، الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ہوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ہے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تـک بڑھتا رہیـگا - یعني عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ہے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ہیں -

اولاد صالح ' علم نافع ' اوقاف و تعمیرات خیریه - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقی رهیں - اس حدیث اور اسکی هم معنی احادیث سے معلوم هوا که جهاد کا هر کام بهي اسي قسم میں داخل هے - علت اسکی بالکل واضح هے - عمل جهاد کي بنیاد هي یه هے که اپنے بعد کے زمانے اور آنے والي نسلوں کي حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئي عمل نہیں جو اس سے زیادہ سچي اور بے لاگ انساني خدمت اور نوع پرستي کے جذبات رکھتا هو - اور اسي لیے ضروري هوا که اسکا اجر بهي وقتي نهو' دائمي هو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف هے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بهي فوراً کیوں منقطع هوجاے ؟ اس حدیث میں " مرابطاً في سبیل الله " کا لفظ آیا هے - اور دوسري حدیثوں میں بهي جا بجا " رباط " کا لفظ وارد هے - " رباط " سے مقصود یه هے که کسي مقام میں ٹهرکر دشمن کے حمله کا انتظار کرنا - تاکه جب دشمن آجاے تو الله کي راہ میں مقابله کیا جاے - نهایه میں هے " هو الاقامة في مکان یتوقع هجوم العدوفیه لقصد دفعه لله " پس " مرا بطا في سبیل الله " کا مطلب یه هوا که اگر لڑکر شهید هونے کا موقعه نهیں بهي ملا ' اور حمله کے انتظار هي میں موت آگئي ' جب بهي اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑهتا رهیگا - اور وہ هزار دنوں کے روزۂ و نماز سے افضل هے !

قرآن بهي هر جگه اور بار بار یهي کهتا هے :

الذین آمنوا و هاجروا و جاهدوا في سبیل الله باموالهم و انفسهم' اعظم درجة عند الله و اولائک هم الفائزون - یبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فیها نعیم مقیم - خالدین فیها ابداً - ان الله عنده اجر عظیم ! (۹ : ۲۳)

جو لوگ ایمان لاے ' حق کي راہ میں اپنا گهر بار چهوڑا ' اپني جان و مال سے جهاد کیا ' سو الله کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجه أنهي کا هے - یهي لوگ هیں که دنیا اور آخرة میں کامیاب هونگے - الله کي طرف سے انکے لیے بشارت هے - اسکي رحمت ' اسکي محبت ' بهشتي زندگي کي نعمتیں ' اور أنکي دائمي اور همیشگي ' سب کچهه أنهي کیلیے هے !

ابن ماجه میں هے " من ارسل بنفقة في سبیل الله و اقام فی بیته' فله بکل درهم سبع مائة درهم ' و من غزا بنفسه في سبیل الله وأنفق في وجهه ذلک'

فله بكل درهم سبعمائة الف درهم - ثم تلا هذه الايه - والله يضاعف لمن يشاء"
یعنی جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نہ نکلا ' صرف اپنے روپیہ سے جہاد میں مدد دی ' تو اسکو ہر ایک روپیہ کے بدلے سات سو روپیوں کا اجر ملیگا - یعنے اس انفاق میں سات سو درجہ زیادہ اجر ہے - اور جس نے روپیہ بھی لگایا اور خود شریک کار بھی ہوا ' تو اسکے لیے سات ہزار درجہ زیادہ اجر - پھر آپنے یہ آیت پڑھی " اللہ جس کسی کا اجر و ثواب چاہتا ہے دوگنا کردیتا ہے "

اسلام نے حقوق العباد پر جس قدر زور دیا ہے' معلوم ہے - علی الخصوص والدین اور اقرباء کے حقوق کہ ساری نیکیوں اور ہر طرح کی عبادتوں سے مقدم ٹھہرائے گئے - لیکن صرف یہی وہ عمل عظیم ہے جسکے لیے یہ حقوق بھی روک نہیں ہوسکتے - امت اور شریعت کی حفاظت ہی پر تمام افراد کی حفاظت موقوف ہے - پس اگر امت دشمنوں کے نرغہ میں ہے ' تو نیکی کا سب سے بڑا کام جو زمین پر ہوسکتا ہے مسلمانوں کے سامنے آگیا - اب اس بڑے کام کے لیے سارے چھوٹے کام چھوڑ دینے چاہئیں - ماں ' باپ ' بھائی ' بہن ' بیوی' بچے ' رشتے ناتے ' اپنی اپنی جگہہ سب حق ہیں - سب کا حق ادا کرنا چاہیے - لیکن خدا اور اسکی سچائی کا حق سب سے بڑا حق ہے - اسکے رشتہ کے سامنے سارے رشتے ہیچ ہیں - پس اگر اسکے کام کا وقت آگیا تو سب کو اسکی خاطر چھوڑ دینا پڑیگا :

قل ان كان اباؤكم ' و ابناؤكم ' و اخوانكم ' و ازواجكم ' و عشيرتكم ' و اموال اقترفتموها ' و تجارة تخشون كسادها ' و مساكن ترضونها ' احب اليكم من الله و رسوله و جهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره و الله لا يهدى القوم الفاسقين (۹ : ۲۵)

مسلمانوں سے کہدو کہ تمہارے والدین تمہاری اولاد ' تمہارے بھائی ' تمہاری بیویاں' تمہارا خاندان اور اسکے تمام رشتے' یہ مال و متاع جو تم نے کمایا ہے' یہ کار و بار و تجارت جسکے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو' یہ تمہارے رہنے کے محل جن میں تمہارا دل اٹکا ہوا ہے' اگر تمہیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں' اور تمہارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھگئے ہیں کہ اللہ کی پکار بھی انہیں نہیں ہلا سکتی ' تو جان لو کہ اللہ کا کام بھی تمہارا محتاج نہیں - نتائج کا انتظار کرو - یہانتک کہ اللہ کو جو کچھہ کرنا منظور ہے کر دکھائے - اللہ کا قانون ہے کہ وہ نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا !

اگرچه عمل کے اعتبار سے اس فرض کي تعميل اُس وقت لازم سے الزم هو جاتي هے جب حملۂ اعداء کي وجه سے خاص طور پر ضرورت پيش آجاے، ليکن عزم و استعداد کے لحاظ سے يه حکم کسي خاص وقت ميں محدود نهيں - هميشه اور هر حال ميں مسلمانوں کا فرض هے که دفاع اعداء کيليے طيار رهيں اور طياري کرتے رهيں - اوپر حديث گزر چکي هے که جو دل اسکے عزم و طلب سے خالي هوا، اُسپر ايمان کي جگه نفاق کا قبضه هوگيا:

و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوکم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم (۸ : ۶۰)

جسقدر بهي تم سے ممکن هو، دشمنوں کے مقابلے کيليے اپني قوت اور ساز و سامان سے طيار رهو - تا که الله اور اُسکي اُمت کے دشمنوں پر تمهاري مستعدي ديکهکر خوف اور رعب چها جاے - تم پر حمله کرنے کي هر کسي کو جرأت نه هو -

(عهد نبوت کا ايک واقعه)

يه قرآن و سنت کے احکام هيں - اب ديکهيں، صاحب شريعت کا اس بارے ميں طرز عمل کيا رها هے ؟

هجرة کے نويں سال آنحضرة صلی الله عليه وسلم کو خبر ملي که روميوں کي فوج مسلمانوں پر حمله کرنے کيليے اکٹهي هو رهي هے - يه سنکر آپنے بهي طياري کا حکم ديديا، اور تيس هزار مجاهدين کے ساتهه مدينه سے کوچ کرديا - چونکه يه فوج بڑي هي تنگدستي اور بے سروساماني کے حال ميں نکلي تهي - اٹهاره آدميوں کے حصے ميں صرف ايک سواري آئي تهي - جنگل کے پتے کها کر مسلمانوں نے گزاره کيا، اسليے اس فوج کا نام " جيش العسرة " مشهور هوا - الذين اتبعوه في ساعة العسرة (۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُسکے ايمان کي جگه لوهے اور گندهک کے سامان و اسلحه کي پرستش کر رهے هو - ليکن ايک وقت وه بهي تها، جب بے سرو سامان مسلمانوں کي يه بهيڑ نکلي تهي، تا که کرۂ ارضي کي سب سے بڑي متمدن قوم يعني روميوں سے مقابله کرے !

حضرة ابوبکر (رض) نے اسي دفاع کيليے اپنا تمام مال و متاع پيش کرديا تها - جب اُنسے پوچها گيا " ما ابقيت لاهلک " ؟ اپنے بيوي بچوں کيليے کيا چهوڑ آے هو ؟ تو اس پيکر ايمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب ديا تها " ابقيت لهم الله و رسوله " ! الله اور اُسکے رسول کو !

آنکس کہ ترا بخواست ' جانرا چہ کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند ؟

تبوک نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا مسلمانوں کی دلیرانہ طیاریوں کا حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست ہوگئے اور فوجیں منتشر کردی گئیں - آنحضرۃ نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس آگئے -

اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک ہوے تھے - صرف تین شخص نہ جاسکے - کعب بن مالک - ہلال بن امیہ - مرارہ بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے ہیں ' اور ان ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبہ کی بیعت میں حاضر ہوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ؟ انکا شریک نہ ہونا کسی بری نیت سے نہ تھا - سستی اور کاہلی سے آج کل کرتے رہے اور فوج کے ساتھہ ملنے کا موقعہ نکل گیا -

با ایں ہمہ یہ معاملہ اللہ اور اسکے رسول کی نظروں میں اسدرجہ اہم ہے کہ یہ سستی اور کاہلی بھی ایک سخت جرم قرار پائی - معذرت کرنے کیلیے حاضر ہوے تو توبہ قبول نہ ہوئی - حکم ہوا کہ گھر میں بیٹھو اور فیصلۂ وحی کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نہ کوئی بات چیت کرے - نہ ملے جلے - نہ اور کسی طرح کا واسطہ رکھے - پھر انکی بیویوں کو حکم ملا کہ وہ بھی الگ ہوجائیں اور کوئی واسطہ نہ رکھیں - امام بخاری نے ایک طول طویل روایت خود حضرۃ کعب بن مالک کی زبانی نقل کی ہے اور اس واقعہ کیلیے خاص باب باندھا ہے - کعب کہتے ہیں - ہمارا یہ حال ہوگیا تھا کہ سارا مدینہ انسانوں سے بھرا تھا ' مگر ہمارے لیے نہ ایک آنکھہ دیکھنے والی تھی نہ ایک زبان بات کرنے والی - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتے اور دیوانوں کی طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائی ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے ہی منہ دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نہ ملا - اللہ اللہ ! کیا مسلمان تھے کہ انکا رشتہ تھا تو اللہ اور اسکے رسول کا رشتہ - زندگی تھی تو صرف اسی کے حکم پر ! الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی مجسم تصویر تھے !

غسان کے عیسائی پادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ھے - کعب کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ تمہارے آقا نے تمہاری ساری عمر کی خدمتوں کا یہ معاوضہ دیا - میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمہاری کیسی عزت ہوتی ھے ؟ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچی کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ہم نے جس آقا کی چوکھٹ پر سر رکھا ھے ' اسکی گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمہیں کیا معلوم ؟ اُسکی بے التفاتی بھی دوسروں کی محبت و عزت سے ہزار درجہ ہمیں زیادہ عزیز ھے :

اے جفا ھاے تو خوشتر ز وفاے دگراں !

ان مومنین صادقین کی یہ آزمائش پورے پچاس دن تک جاری رہی - بالاخر اللہ تعالی نے توبہ قبول فرمائی اور سورۂ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی :

و علی الثلثۃ الذین خلفوا ' حتی ضاقت علیهم الارض بما رحبت و ضاقت علیهم انفسهم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیه - ثم تاب علیهم لیتوبوا - ان اللہ هو التواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمی جنکا معاملہ فیصلۂ الہی کیلیے ملتوی کردیا گیا تھا ' سو جب انکا یہ حال ہوگیا کہ تمام مسلمانوں نے اُنکو چھوڑ دیا ' زمین باوجود اپنی وسعت کے انپر تنگ ہوگئی ' اپنی زندگی سے بیزار ہوگئے ' اور اُنہوں نے دیکھہ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ھے مگر صرف اسی کی طرف ' تو پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کرلی - یقیناً اللہ ھی ھے جو توبہ قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہربانی رکھتا ھے !

حضرۃ کعب کو جب قبولیت توبہ کی بشارت ملی تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاھا -

اس واقعہ میں متعدد باتیں قابل غور ھیں :

(۱) رومیوں نے حملے کی طیاریاں کیں تو اسلام و اُمت کی حفاظت کیلیے دفاع کرنا ھر مسلمان پر فرض ہوگیا - موسم سخت گرمی کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروسامانی حد درجہ کی - مقابلہ اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھی - حجاز میں فصل پک چکی تھی اور کٹائی کا اصلی وقت تھا - یہی فصل ملک کیلیے سال بھر کی خوراک تھی -

اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ھیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کونسے حالات عذر داري کے لیے مناسب ہوسکتے ھیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ھے کہ نہ کوئی عذر سنا گیا ' نہ کوئی مشکل رکاوٹ ہوسکي - حکم ہوا کہ سب کچھہ چھوڑ دو - ساري مصیبتیں جھیل لو - اور دشمنوں کو روکنے کیلیے نکل کھڑے ہو - سورۂ توبہ میں اسکا بڑا ھي عبرت انگیز تذکرہ ھے - یہ موقعہ تفصیل کا نہیں - قالوا لاتنفروا فی الحر - قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون [۹ : ۸۳]

(۲) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رہگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکي زندگیاں اسلام کي بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر ہوئي میں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رھتے تھے ' انھي کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انھي کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کي عبادت کا مقابلہ ہم اپني پوري نسلوں اور قوموں کي عبادت گزاریاں پیش کرکے بھي نہیں کرسکتے - حضرۃ کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے ھیں - جب اسلام کا کوئي ساتھي نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کي بیعت ثانیہ میں ۷۳ جان نثاروں نے بیعت کي تھي - یہ انھي عشاق اسلام میں سے ھیں - خود کہتے ھیں کہ کسي اسلامي خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رہا - ہر جنگ میں شرکت کي - ہر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کي شرکت سے بھي جو رہگئے' تو دل کی کسي کمزوري اور نیت کے فساد کي وجہ سے نہیں - چلنے کا تو پورا سامان کرلیا تھا - صرف یہ قصور ہوا کہ سستي اور کاھلي کي - پوري طرح مستعدي سے کام نہ لیا - تاہم دیکھو' یہ سستي اور کاھلي بھي خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائي کہ نہ تو کوئي پچھلي خدمت آڑے آسکي' نہ مدۃ العمر کي نیکیوں اور عبادتوں ھي نے کچھہ کام دیا - نہ کوئي بزرگي اور بڑائي اس معاملہ میں شفیع ہوسکي - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے ہوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کي گنجائش نکل سکي - سخت سے سخت سزا جو دي جاسکتي تھي' دي گئي - مسلمانوں سے اسلامي برادري کا رشتہ ھي توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باھر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاري اور عبادت و استغفار میں بسر ہوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کي گئي -

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے، معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسی آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ، جسقدر اس مضطرب روح کا ، جو توبہ کیلیے آسکی طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایا کم ما بین السماء و الارض ، ثم استغفرتم ، اللہ یغفر لکم " (رواہ مسلم عن ابی هریرہ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے ہوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ، پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے ہوے آؤ تو دروازۂ مغفرت کھلا پاؤ گے - لیکن دیکھو ، امت کی حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا اللہ کی نظروں میں کیسا سخت جرم ہے کہ یکایک توبہ بھی قبول نہوئی - تینوں صحابی آپکی واپسی کے بعد پہلی ہی صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر ہوگئے تھے ، مگر حکم ملا کہ ابھی نہیں - انتظار کرو - پچاس دن سزا و عقوبت کے گذرچکے تب کہیں توبہ قبول ہوئی !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یہ حال ہوا کہ ایمان آنکا ایمان تھا ، اور نیکیاں آنکی نیکیاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بھی ہماری بڑی بڑی عبادتیں مقابلہ نہیں کرسکتیں ، تو خدا را بتلاؤ ، ہم بدبختوں اور سیہ کاروں کا کیا حشر ہوگا کہ نہ ایمان کی دولت ساتھہ ہے نہ طاعت و حسنات کی پونجی دامن میں - زندگی یکسر برباد غفلت و معصیت ، اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستی و نافرمانی - وہاں عزم و ایمان کے ساتھہ سہو و نسیان تھا مگر عذر قبول نہ ہوا - یہاں اعراض و نفاق کے ساتھہ صریح نافرمانی و انکار ہے اور پھر نہ ندامت ہے نہ توبۂ و انابت ! اُنکے ساتھہ سب کچھہ تھا اور کام نہ آیا - ہمارے پاس تو کچھہ بھی نہیں ہے- پھر کیا ہے جس نے آنے والے دن کی طرف سے ہماری روحوں کو بے فکر کردیا ہے اور ہمارے غافل دلوں پر بیخوفی کی موت چھا گئی ہے ؟ بتلاؤ ، زمین و آسمان میں کون ہے جو اُس دن ہمیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا ہاتھہ ہماری طرف بڑھیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

(ایک عام غلط فہمی)

البتہ یاد رہے کہ " جہاد " کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں - بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں - مخالفین اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے - حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی وسعت کو بالکل

محدود کردینا ھے - " جہاد " کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ھیں - قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال سعي کو جو ذاتي اغراض کي جگہ حق پرستي اور سچائي کي راہ میں کی جاے " جہاد " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے - یہ سعي زبان سے بھي ھے ' مال سے بھي ھے ' صرف وقت و عمر سے بھي ھے ' محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھي ھے ' اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ھے - جس سعي کی ضرورت هو ' اور جو سعی جسکے امکان میں هو' اُسپر فرض ھے - اور جہاد في سبیل اللہ میں لغۃ و شرع ' دونوں اعتبار سے داخل - یہ بات نہیں ھے کہ " جہاد " سے مقصود مجرد لڑائی هي هو - جہاد تو دل سے بھي ھے ' زبان سے بھي ھے ' هاتھہ سے بھي ھے - دشمنوں کي فوج سے ایک خاص وقت هي میں مقابلہ هوسکتا ھے ' لیکن ایک مومن انسان اپنی ساري زندگي اور زندگی کي هر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ھے " المجاهد من جاهد نفسہ في ذات اللہ ' و المهـــاجر من هجـــر ما نہي اللہ عنہ " سورۂ فرقان میں ھے فلا تطع الکافرین و جاهد هم بہ جهاداً کبیرا (۲۵ : ۵۵) یعنے کفار کے مقابلہ میں کمال درجہ جہاد کرو - سورۂ فرقان بالاتفاق مکي ھے ' اور معلوم ھے کہ جہاد بالسیف یعنے لڑائي کا حکم هجرۂ مدینہ کے بعد هوا - پس مکی زندگي میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رھا ھے ؟ جہاد بالسیف تو هو نہیں سکتا - یقیناً وہ حق کي استقامت اور اسکي راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا - مکی زندگي میں جس طرح یہ جہاد جاري رھا ' معلوم ھے - حق کي راہ میں دنیا کي کسي جماعت نے ایسي تکلیفیں اور مصیبتیں نہیں اٹھائیں ' جیسي اللہ کے رسول اور اُسکے ساتھیوں نے مکي زندگي میں - اسي پر جہاد کبیر کا اطلاق هوا - اسي طرح منافقوں کے ساتھہ بھي جہاد کرنے کا حکم دیا گیا " جاهد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھـــم (۹ : ۶۶) حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگي بسر کر رھے تھے - جنگ و قتال کي ضرورت هي نہ تھي ' اور نہ اُنسے جنگ کي گئی - سو یہ جہاد بھي تبلیغ حق و اتمام حجۃ و مقاومۃ فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ھے - بخاري و ابن ماجہ میں ھے کہ حضرۃ عائشہ نے پوچھا " علی النساء جہاد ؟ " کیا عورتوں کیلیے بھي جہاد ھے ؟ فرمایا " نعم جہاد ' لا قتال فیہ - الحج و العمرہ " هاں ' جہاد ھے مگر اسمیں

لڑنا نہیں ھے - حج اور عمرہ - اس حدیث میں اُس سعي اور ترک وطن کي محنت کو جو حج و عمرہ میں پیش آتي ھے ' عورتوں کیلیے جہاد فرمایا ' اور کہا ایسا جہاد جسمیں لڑائي نہیں - اس سے معلوم ھوا کہ لڑائي کے الگ کردینے کے بعد بھي حقیقت " جہاد " باقي رھتي ھے -

اگر اُمت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آگیا ' یا کسي جماعت مفسدین ارض پر امام نے حملہ کیا ' تو ایسے وقتوں میں بھي صرف نفس جنگ ھي نہیں بلکہ سعي و کوشش کي ساري باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ھیں - جسکي طاقت میں جنگ کرنا نہیں ھے اور اُس نے مال دیا تو وہ بھي مجاھد ھے - جس نے زبان سے دعوۃ و تبلیغ کي وہ بھي مجاھد ھے - جس نے اس راہ میں اور کسي طرح کي تکلیف و محنت اُٹھائي ' وہ بھي مجاھد ھے - البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئي مسلمان لڑائي کي طاقت رکھتا ھے اور اس سے پہلو تہي کرے ' تو اُسکا کوئي عذر نہیں سنا جایگا - اسکا شمار مومنوں کي جگہ منافقوں میں ھوگا - جو مال دیسکتا ھے اور نہ دیا ' تو وہ بھي ایمان و اخلاص کي زندگي سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر اللہ کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کي زبان اعلان حق اور دعوۃ الی الجہاد میں کھل سکتي ھے مگر نہ کھلي ' تو اُس نے بھي ایمان چھوڑ کر نفاق کي راہ اختیار کرلي - گو شیطان حیل و نفس خادع اسکو ھزاروں فریب دیتا رھے - " افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر " (رواہ الترمذي و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمۂ حق ھے جو شاھان جور و ظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جاے -

اور پھر ان سب سے بالا تر مرتبہ اُن مجاھدین کاملین اور اصحاب عزیمۃ عمل کا ھے ' جنکي زندگي سر تا سر جہاد في سبیل اللہ ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگي صدق ' و عشق دعوۃ ھے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسي خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رھتے - بلکہ ھر صبح جو اُنپر آتي ھے ' جہاد في سبیل اللہ کي صبح ھوتي ھے ' اور ھر شام کي تاریکي جو اُنپر پھیلتي ھے ' وہ اسي راہ کي شام ھوتي ھے - اُنکي زندگي پر کوئي لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبۂ علیا و فضیلۃ عظمی کے اجر و ثواب سے خالي ھو - کائنات ھستي کے ھر عمل کي طرح یہ عمل بھي تین عنصروں سے مرکب ھے - دل ' زبان ' اعضاؤ جوارح - سو اُنکا دل ھمیشہ عشق حق اور عزم مقصد کي آتش شوق میں پھنکتا رھتا ھے - اُنکي

زبان همیشه اعلان حق ' و دعوۃ الی اللہ ' اور دفع و مقاومۃ کفر و ضلالت میں مشغول رھتي ھے - اُنکے ھاتھہ اور اُنکے تمام جوارح کبھي اس راہ کي سعي و محنت سے نہیں تھکتے - اسکے بعد جہاد کا کونسا کام رھگیا جو انھوں نے نہیں کیا ؟ اور کونسا مرتبہ رھگیا جو اُنھوں نے نہیں پایا ؟ و ذلک فضـــل اللہ یوتیـــہ من یشـــاء و اللہ ذوالفضـل العظیـم !

یہ رتبـۂ بلند ملا جس کو ملگیـا
ھر مدعي کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

جہاد کي اس حقیقت کو سامنے رکھکر غور کرو ' کہ انساني اعمال کي کونسي بڑائي اور عظمت ھے جو اسکے دائرہ سے باھر رھگئي ؟ اور نوع انساني کي ھدایت و سعادت کا کونسا عمل حق ھے جو اسکے بغیر انجام پا سکتا ھے ؟ پس یہي وجہ ھے کہ شریعت نے اسکي اھمیت وفضیلت پر اسقدر زور دیا کہ ساري نیکیاں ساري عبادتیں اس سے پیچھے رھگئیں - سب کا حکم شاخوں کا ھوا - جڑ یہي عمل قرار پایا - اس سے بڑھکر اور کیا دلیل فضیلت ھو سکتي ھے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا : " و الذي نفسي بیدہ ' لودت اني اقتل في سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل " (رواہ البخاري) خدا کي قسم ! اگر ممکن ھوتا تو میں یہ چاھتا کہ اللہ کي راہ میں قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں - پھر قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ھوں - پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ھوں - پھر قتل کیا جاؤں - تاکہ اُسکي راہ میں جان دینے کي لذت و سعادت ایک ھي مرتبہ میں ختم نہ ھو جاے !

تمنت سلیمـي ان نموت بحبهـا
و اھون شي عنـــدنا ما تمنت !

(احـــکام قطعیـــۂ دفـــاع)

غرضکہ " دفاع " اسلام کے اُن بنیادي حکموں میں سے ھے ' جنکو ایک مسلمان مسلمان رھکر کبھي ترک نہیں کر سکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائي برابر بھي ایمان کي محبت باقي رھگئي ھے ' تو اُسکي طاقت سے باھر ھے کہ اللہ کي یہ صداے حق سنے ' اور اُسکا قلب غافل چونک نہ اُٹھے :

یا ایها الـذین آمنـوا ! مالکم — مسلمانو ! تمہیں کیا ھوگیا ھے کہ جب
اذا قیـــل لکـــم انفـــروا — تم سے کہا جاتا ھے " اللہ کي راہ میں نکل

فـي سبيـل اللـه ،
اثا قلتم الى الارض ؟
ارضيتم بالحياة الدنيا
من الاخرة ؟ فما متاع
الحياة الدنيا فى الاخرة
الا قليل - [۹ : ۳۹]

کھڑے ہو" تو تمہارے قدموں میں حرکت نہیں ہوتی اور زمین پر ڈھیر ہوئے جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرۃ چھوڑ کر صرف دنیا ہی کی زندگی پر قناعت کرلی؟ اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو ، جس زندگی پر ریجھے بیٹھے ہو، وہ تو آخرۃ کے مقابلہ میں بالکل ہی ہیچ ہے!

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ، یعذبکم عذاباً الیما
و یستبدل قوما غیرکم ،
ولا تضروه شیئا - و الله علی
کل شیء قدیر! (۹ : ۳۰)

یاد رکھو! اگر تم نے حکم الہی سے سرتابی کی ، اور وقت کے آنے پر بھی راہ حق میں کمر بستہ نہوے ، تو الله نہایت ہی سخت عذاب میں ڈالکر اسکی سزا دیگا ، اور تمہارے بدلے کسی دوسری قوم کو خدمت اسلام کیلیے کھڑا کردیگا - تم چھانٹ دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمہارا محتاج نہیں ہے - تم ہی اپنی زندگی و نجات کیلیے اسکے محتاج ہو!

اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت ، اُنکی حکومتوں کے مٹانے ، اور اُنکی آبادیوں اور شہروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتھی اور حامی ہیں :

و الذین کفروا بعضهم
اولیاء بعض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی تو وہ ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار ہیں -

مسلمانوں کی مخالفت میں خزانوں کے خزانے خرچ کر ڈالتے ہیں :

و الذین کفروا ینفقون اموالهم
لیصدوا عن سبیل الله -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی ، تو وہ حق کی مخالفت میں اپنا مال خرچ کررہے ہیں -

پس مسلمانوں کی بھی سب سے بڑی اسلامی و ایمانی خصلت یہ قرار پائی کہ :

و المومنون و المومنات بعضهم
اولیاء بعض - (۹ : ۷۲)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باہم ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار ہیں!

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض ٹھہرا کہ اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وھاں کے مسلمان اُنکے مقابلہ کي کافي قوت نہ رکھتے ھوں ' یا بالکل مغلوب و مقھور ھوگئے ھوں ' تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ھے کہ انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کي حفاظت کیلیے اُٹھتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں ' جس طرح خود اپنے گھر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یہ نہ کوئي نیا مذھبي اجتہاد ھے ' نہ کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقہ و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آئے ھیں ' اور جو چھپي ھوئي بازاروں میں ھر جگہ ملتي ھیں ' اور جن پر خود ھندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جارھا ھے ' اُن سب میں یہ احکام موجود ھیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نہیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر ھو - اور پھر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب اللہ ھے جو اپنے ھر پارہ اور ھر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررھي ھے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں ' اور یہ احکام اپني یکساں ' غیر مبدل ' اٹل ' اور لا انتہا طاقت کے ساتھہ مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررھے ھیں !

" جہاد " کي بہت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي ھے - اور اُسکي بھي دو صورتیں ھیں - " ھجوم " اور " دفاع " - یعني افنسو (Offensive) اور ڈیفنسو (Defensive) در اصل ھجوم کي بنیاد بھي دفاع ھي ھے - یعني جب تک دنیا میں عالمگیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ھو جاے ' ضروري ھوا کہ حریف و مفسد قوتوں سے ھمیشہ مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں ھمیشہ مانع ھونگے -

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں ھیں - " کفایہ " اور " عین " - یہ وھي اعمال انساني کي قدرتي تقسیم ھے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ھے - " فرض

کفایه" سے مقصود وہ احکام هیں جو بہ حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض هیں - نہ کہ بہ حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے هیں کہ اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام هو جانا چاهیے - یہ ضروري نہیں کہ هر فرد بہ ذات خاص اُس میں حصہ لے - اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقي مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط هوگیا - جیسے تجہیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البتہ ایک مسلمان کیلیے عزیمۃ اسي میں هوگي کہ اداء فرض کفایہ میں بهي شخصاً حصہ لے -

دوسري قسم " اعیان " کي هے - یعنے وہ فرائض جنکي فرضیت جماعت پر نہیں بلکہ فرداً فرداً هر مسلمان پر عائد هوتي هے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بري الذمہ نہیں هو جاسکتا - جیسے پانچ وقت کي نماز ' روزہ ' زکواۃ ' حج -

شرعاً قتال کي پہلي صورت (یعني هجوم و مقابلہ کا دائمي سلسلہ) فرض کفایہ هے - ضروري نہیں کہ بہ یک وقت هر مسلمان اسمیں حصہ لے - هر عہد میں مسلمانوں کي ایک جماعت ضرور ایسي هوني چاهیے جو یہ فرض انجام دیتي رهے - اگر ایک جماعت انجام دے رهي هے تو کافي هے - جو مسلمان شریک هوگا ' اُسکے لیے بڑا اجر هے - جو شریک نہ هوگا ' اسکے لیے کوئي گناہ نہیں - صاحب هدایہ (جسکا انگریزي ترجمہ بهي هو چکا هے اور هندوستاني عدالتوں میں محمڈن لا کي بنیادي کتاب هے) لکھتے هیں :

الجهاد فرض علی الکفایه - اذا قام فریق من الناس ' سقط عن الباقین * * فان لم یقم به أحد ' أثم جمیع الناس بترکه - لان الوجوب علی الکل (کتاب السیر)

جہاد فرض کفایہ هے - جب مسلمانوں کي کوئي ایک جماعت اسکے لیے کھڑي هوگئي ' تو باقي مسلمانوں کیلیے ضروري نہ رها - لیکن اگر کوئي گروہ اسکے لیے نہ اُٹھا ' تو پھر تمام مسلمان جہاد ترک کردینے کي وجہ سے گناهگار هونگے - کیونکہ فرض پوري قوم پر هے -

سعدي چلپي حاشیۂ عنایہ میں اسکي شرح کرتے هوے لکھتے هیں :

اقول لاینبغي ان یفهم منه ان الوجوب علی جمیع اهل الارض کافـــة حتی یسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم ، اذ لا یندفـــع بقیامهم الشر عن الهنـــود المسلمین - و ان قولـــه تعالی قاتلوا الذین یلونکم من الکفـــار یدل علی ان الوجوب علی اهل کل قطر یقربون الکفار - (مجموعۃ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

هدایه کي عبارت کا یه مطلب نه سمجها جاے که اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یه فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بهي ساقط هوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جهاد قائم رکها تو هندوستان کے مسلمانوں پر سے ساقط هوگیا - کیونکه مقصود قیام جهاد سے یه هے که مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظـاهر هے که مسلمانان روم کے جهاد کرنے سے مسلمانان هند محفوظ نهیں هوجاسکتے- وه تو جبهي هونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں- پس مطلب یه هے که هر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایه هے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یه فرض انجام دیتي رهي ، تو وهانکے بقیه مسلمانوں پر سے ساقط هوگیا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقي رهي - قرآن میں هے : قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - اس سے بهي یهي ثابت هوتا هے که اُن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب هوں ، قتال واجب هے - انتهی -

اور فتح الباري میں هے " هو فرض کفایة علی المشهور ، الا ان تدعو الحاجة الیه " اسکے بعد کہا " و ان جنس جهاد الکفار متعین علی کل مسلم ، إما بیده و إما بلسانه و إما بماله و إما بقلبه " [جلد ۶ : ۲۸] یعنی جهاد کي یه قسم فرض کفایه هے - باقي رها نفس جهاد ، تو وه هر مسلمان پر فرض هے ، کسي کیلیے هاتهه سے ، کسي کیلیے مال سے ، کسي کیلیے دل سے -

یه صورت تو اُس قتال کي هے جسکي صورت حملة و هجوم کي هوگي ، اگرچه مقصد اسکا بهي دفاع هي هے - دوسري قسم " دفاع " هے - یعني جب کوئي غیر مسلم حکومت یا جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حمله کا قصد کرے ، تو اُس حملة و تسلط کو هر طرح مقابله کرکے روکنا ، اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور هر طرح کے قبضة و اثر سے محفوظ رکهنا -

یہ فرض کفایہ نہیں ہے ' بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقی مسلمان بری الذمہ نہیں ہو جاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھہ لینے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتی - اسی ہدایہ میں ہے - " الا ان یکون النفیر عاماً فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " نفیر " نفر " سے ہے - " نفر " کے معنی ہیں تیزی کے ساتھہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائی کیلیے ہو " نفیر " کا اطلاق ہوا - قران میں ہے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یہ ہے کہ اگر حفظ و دفاع کی ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ' تو پھر جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - ابن ہمام اسکی شرح میں لکھتے ہیں :

هذا اذا لم یکن النفیر عاماً ' فاذا کان النفیر عاماً بان هجموا علی بلدة من بلاد المسلمین ' فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقا - (فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایہ کی صورت اسوقت تک ہے کہ عام نفیر کی حالت نہو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کیا ' تو اسوقت جنگ کرنا ہر مسلمان فرد پر فرض عین ہو جائیگا - خواہ جنگ کیلیے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق -

اور عنایہ میں ہے :

ثم الجهاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و هو یقدر علیه - (مجموعہ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کی حالت ہو ' تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائیگا جو دشمن سے قریب ہوں اور اسپر قابو رکھتے ہوں -

اسی طرح سراجیہ ' در المختار ' شامی وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجهاد فرض کفایة اذا لم یکن النفر عاماً ' فاذا اقام به البعض ' یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاماً ' فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

جملۂ و ہجوم کے دائمی جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہے) بعض جماعتیں مستثنی ہیں - مثلاً عورتیں اور نوکر - عورتوں کیلیے

شوهر کي خدمت اور چاکر کیلیے آقا کي خدمت مقدم هے - لیکن اگر دفاع کي ضرورت پیش آگئي هو تو اسکي فرضیة ایسي همه گیر اور بالا تر هے که بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروہ ' کوئي فرد ' مستثنٰی نہیں هوسکتا - بیوي بلا شوهر کي اجازت کے نکل کهڑي هو- غلام بلا آقا کے اذن کے مشغول جہاد هو جاے - هدایه میں هے :

فان هجم العدو علی بلد' وجب علی جمیع الناس الدفع' تخرج المرأة بغیر اذن زوجها و العبد بغیر اذن المولی - لانه صار فرض عین و ملک الیمین ورق النکاح لا یظهر في حق فروض الاعیان کما في الصلوۃ والصوم - بخلاف ما قبل النفیر' لان بغیر هما مقنعا فلا ضرورۃ الی ابطال حق المولی والزوج (کتاب السیر)

لیکن اگر دشمنوں نے کسي شہر پر حمله کیا ' تو پهر تمام لوگوں پر دفاع فرض هوگیا - بیوي بلا شوهر کي اجازت کے اور غلام بلا آقا کے اذن کے دفاع میں حصه لینگے - اسلیے که اب جہاد فرض عین هوگیا ' اور جو فرائض ایسے هیں' اُنپر مالکیت اور زوجیة کے حقوق موثر نہیں هوسکتے - جیسے نماز اور روزہ - اگر نماز کا وقت آگیا هے تو عورت پر نماز فرض هوگئي - شوهر کے اذن پر موقوف نہیں - البته نفیر سے پہلے یه صورت نه تهي - اُسوقت عورتوں اور غلاموں کي شرکت کے بغیر بهي یه فرض ادا هوسکتا تها - پس ضرورت نه تهي که شوهر اور آقا کے حقوق باطل کیے جائیں -

هم نے هدایه اور متداول کتب فقه کي عبارتیں سب سے پہلے اسلیے نقل کیں که ان کتابوں کے نام سے هندوستان کي سرکاري عدالتیں بهي آشنا هیں - اور هر انگریز قانون داں جانتا هے که محمدن لا کیلیے هندوستاني عدالتوں میں سب سے زیادہ معتبر اور بنیادي کتاب یہي هے - اسکا انگریزي ترجمه بهي هوچکا هے - پس بآساني دیکهه لیا جاسکتا هے که في الحقیقت اسلام کے احکام شرعي یہي هیں یا نہیں ؟ ورنه تمام کتب تفسیر و حدیث میں یه احکام موجود هیں - امام بخاري نے باب باندها هے " وجوب النفیر " یعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پیش آ جاے

تو قتال کیلیے سب کا اُٹهه کهڑا هونا واجب هے - پهر آیهٔ انفروا خفافاً و ثقالا اور ما لکم اذا قیل لکم انفروا الخ سے وجوب پر استدلال کیا هے - اسکے بعد حضرۃ ابن عباس کي روایت درج کي هے " لا هجرۃ بعد الفتح و لکن جهاد و نیة و اذا استنفرتم فاستنفروا " یعني وہ جو اوائل اسلام میں ایک

خاص طرح کي هجرۃ فرض هوئي تهي ' تو فتح مکہ کے بعد اسکي ضرورت نہیں رهي - البتہ جہاد اور عزم جہاد قیامت تک باقي هے - تو جب جمع هونے کیلیے پکارے جاؤ ' جمع هو جاؤ اور جہاد کرو -

فتح الباري میں هے " الا ان تدعو الحاجة الیه کان ید هم العدو و یتعین علی من عینه الامام " - (جلد ۶ : ۲۸)

اور موطا امام مالک میں هے " اذا کان الکفار مستقرین ببلاد هم ' فالجهاد فرض کفایة ' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقین ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمین ' وجب علی الاعیان " شاہ ولي الله اسکي شرح میں لکھتے هیں " نزدیک استنفار جہاد فرض علی الاعیان مي شود - استنفار را چوں منقح کنیم حاصل شود حالتی که مقتضاي استنفار شده است از قصد کفار بلاد مارا ' و قیام حرب درمیان جیوش مسلمین و کافرین ' و عدم کفایه ازاں مسلماناں ' و انچه بداں ماند " (مسوی جلد ۲ - ۱۲۹)

شاہ صاحب کے بیان سے یہ بات بهي واضح هوگئي که نفیر کي صورت کیا هے ؟ تو یہ ضرور نہیں که کوئي خاص شخص مسلمانوں کو یہ کہکر پکارے که آؤ جہاد کرو - مقصود یہ هے که ایسي حالت پیدا هو جاے جو مقتضاے نفیر هے - پس جب غیر مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کیا تو جہاد فرض هوگیا اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ قوي هو اور انکے شکست کا خوف هو ' تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض هو جائیگا - خواہ کوئي پکارے یا نہ پکارے - پکارنے والا نہیں هے تو یہ مسلمانوں کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا که داعي کا انتظام کریں - یہي حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آجاے تو خواہ موذن کي صداے " حي علی الصلاة " سنائي دے یا نہ دے ' وقت کا آ جانا وجوب کیلیے کافي هے -

جب دفاع کا فرض عین هونا واضح هوگیا ' تو اب معلوم هونا چاهیے که اس فرض کي انجام دهي کیلیے شریعت نے ایک خاص ترتیب اختیار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر وهي اس معاملہ کي قدرتي اور صحیح ترتیب هوسکتي تهي - صورت اُسکي یہ هے که جب غیر مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کیا ' تو اُس شہر کے تمام مسلمانوں پر بہ مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عین هوگیا - باقي رهے دیگر ممالک کے

مسلمان ' تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کیلیے کافي قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوي ہے - یا رکھتے ہیں اور غفلت و تساہل کرنے لگے ہیں ' تو اُس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بھي دفاع فرض عین ہو جائیگا - بالکل اسیطرح جیسے نماز اور روزہ - مگر صورت اُسکي یوں ہوگي کہ پہلے اُن مقامات سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر - پھر اُن سے قریب تر پر - پھر اُنسے قریب تر پر - حتی کہ مغرب و مشرق جنوب و شمال ' تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر فرض ہوجایگا - اُسوقت سارے فرائض ' سارے وظائف ' سارے کام ' ملتوي کردینے چاہیئیں - بمجرد اطلاع ہر مسلمان کو اپني تمام قوتوں اور تمام سامانوں کے ساتھہ وقف دفاع ملت و جہاد في سبیل اللہ ہو جانا چاہیے - اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ہونگے - سب مبتلاے معصیت و فسق ہونگے - ایسي معصیت ' ایسا فسق ' ایسا عدوان ' ایسا نفاق ' جسکے بعد صرف کفر ھي کا درجہ ہے - اگر قیامت کا آنا حق ہے ' اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے ' تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت کیا جواب ہوگا ' جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کروروں کي تعداد میں زندہ و سلامت موجود تھے - تمھارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لي گئي تھي - تمھاري قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمھارے کان بہرے نہ تھے - نہ ہاتھہ کٹے ہوے اور پانؤں لنگڑے! - پھر تمھیں کیا ہوگیا تھا کہ تمھارے سامنے تمھارے بھائیوں کي گردنوں پر دشمنوں کي تلواریں چل گئیں - وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہوگئے - اسلام کي آبادیاں غیروں کے قبضۂ و تسلط سے پامال ہوگئیں - پر نہ تو تمھارے دلوں میں جنبش ہوئي ' نہ تمھارے قدموں میں حرکت - نہ تمھاري آنکھوں نے ایک آنسو بخشا ' نہ تمھارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستي کے قفل ٹوٹے ؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادي ملت اور پامالي اسلام کا یہ خونین تماشہ اسطرح دیکھا ' جیسے بے درد تماشائي سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر ڈوبتے ہوے جہازوں اور بہتي ہوئي لاشوں کا نظارہ کرتے ہیں !

ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ہے :

فیجب علی جمیع اهل تلک البلدۃ النفر ' وکذا من یقرب	اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کیلیے

منهم ان لم يكن باهلها كفاية ' وكذا من يقرب ممن يقرب ان لم يكن بمن يقرب كفاية ' او تكاسلوا ' او عصوا ' و هكذا ' الى ان يجب على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً - (جلد ۴ - صفحه - ۸۲۰)

اُٹھہ کھڑا ہونا فرض عین ہو جائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ہیں اور مقابلہ کیلیے وہاں کے مسلمان کافی نہیں ' تو جو مسلمان اُنسے قریب ہونگے ' انپر بھی فرض عین ہو جائیگا - اور اگر وہ بھی کافی نہیں ' یا انہوں نے سستی کی ' یا دانستہ انکار کیا ' تو پھر اُن لوگوں پر جو ان سے قریب ہوں یہ فرض عائد ہوگا - اسی طرح یکے بعد دیگرے - حتی کہ تمام مسلمانوں پر مشرق میں ہوں یا مغرب میں ' دفاع کیلیے اُٹھہ کھڑا ہونا فرض ہوجایگا - انتہی -

ایسا ہی تمام کتب معتمدۂ فقہ میں ہے - عبارتوں کے نقل و ترجمہ میں طول ہوگا - ردالمحتار وغیرہ شروح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے " فاما من ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض كفاية عليهم حتى يسعهم تركه ' اذا لم يحتج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة ' اولم يعجزوا عنها لكنهم تكاسلوا ' فانه يفترض على من يليه فرض كالصلوة و الصوم لا يسعهم تركه ' ثم و ثم ' الى ان يفترض على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

اور عنایه شرح هدایه میں ہے " ثم الجهاد يصير فرض عين عند النفير العام على من يقرب من العدو و هو يقدر عليه ' و اما من ورائهم فلا يكون فرضا عليهم الا اذا احتيج اليهم ' اما لعجز القريب و اما للتكاسل ' فحينئذ يفرض على من يليهم " الخ -

اور شرح موطا میں ہے " فان لم تقع الكفاية بمن نزل بهم ' يجب على من بعد منهم من المسلمين عونهم " (جلد ۲ - ۱۲۹)

البتہ یاد رہے کہ یہ دفاع کی عام صورت ہے - لیکن دو حالتیں شرعاً ایسی بھی ہیں ' جن میں یکے بعدیگرے اس ترتیب وجوب اور الاقرب فالا قرب کی ضرورت باقی نہیں رہتی - تمام مسلمانان عالم کیلیے ایک وقت میں اور ایک ہی دفعہ دفاع ضروری ہوجاتا ہے - پہلی حالت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت ہو یا اُسکی بے بسی و بے چارگی کی ایسی حالت ہوجاے کہ بلا مسلمانان عالم کی مجموعی اعانت کے مخلصی ممکن نہو - دوسری صورت یہ ہے کہ اسلام کے عین مرکزی مقام پر غیر مسلم

قابض هونا چاهیں جنکو همیشه غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھنا هر مسلمان کا فرض هے خواہ وہ دنیا کے کسی حصه میں هو - یعنی جزیرۂ عرب - تفصیل اسکی آگے آتی هے -

(جزیرۂ عرب و بلاد مقدسه)

کوئي قوم زندہ نہیں رهسکتي' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نه هو- کوئي تعلیم باقي نہیں رهسکتي' جب تک اُسکي ایک زندۂ و قائم درسگاہ نه هو - کوئي دریا جاري نہیں رهسکتا ' جب تک ایک محفوظ سر چشمه سے اُسکا لگاؤ نه هو -

نظام شمسي کا هر ستارہ روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي هي سے حاصل کرتا هے - اُسي کي بالاتر جاذبیة هے جو یه پورا معلق کارخانه سنبھالے هوے هے ! الله الذي رفع السمـاوات بغیر عمـد ترونها ' ثم استـوی علی العرش ' و سخر الشمس و القمر ' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یهي قانون الهي هے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني هیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و هدایت کے قیام کیلیے هر طرح کے مرکز قرار دیے ' ضرور تھا که ایک ارضي مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا - اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یه موقعه نہیں ' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یهي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي هدایت و سعادت کیلیے مرکزي سرچشمه اور روحاني درسگاہ قرار پائي - اور چونکه سر زمین حجاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي ' وهي اسلام کا اولین موطن ' وهي اسکا سب سے پہلا سر چشمه تھا ' اسلیے ضرور تھا که اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وهي حکم هوتا جو اصل مرکز کا - لهذا یه تمام سر زمین بھي که حجاز کي " وادي غیر ذي زرع " کو گھیرے هوے هے ' اسي حکم میں داخل هوگئي - ذلک تقدیر العزیز العلیم !

" مرکز ارضي " سے مقصود یه هے که اسلام کي دعوة ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوة تھي - وہ کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نه تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے هوے اجزاء کو ایک دائمي متحدہ قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا که کوئي ایک مقام

یسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزي نقطه هوتا - سارے بکھرے هوے اجزاء وهاں پهنچکر سمٹ جاتے - تمام پهیلي هوئي شاخیں وهاں اکٹهي هوکر جڑ جاتیں - هر شاخ کو اُس جڑ سے زندگي ملتي ' هر نهر اُس سر چشمه سے سیراب هوتي - هر ستاره اُس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - هر دوري اُس سے قرب پاتي - هر فصل کو اُس سے مواصلت ملتي - هر انتشار کو اُس سے اتحاد ویگانگي حاصل هوتي - وهي مقام تمام اُمت کي تعلیم و هدایت کیلیے ایک وسطي درسگاه کا کام دیتا - وهي تمام کرۂ ارضي کي پهیلي هوئي کثرت کیلیے نقطۂ وحدت هوتا - ساري دنیا ٹهنڈي پڑ جاتي ' پر اُسکا تنور کبهي نه بجهتا - ساري دنیا تاریک هو جاتي ' مگر اُسکي روشني کبهي نه بجهتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باهمي جنگ و جدل اور فتنۂ و فساد سے خون ریزي کي دوزخ بن جاتي ' پهر بهي ایک گوشه ایسا هوتا جو همیشه امن و رحمت کا بهشت هوتا ' اور انساني فتنۂ و فساد کي وهاں پر چهائیں بهي نه پڑ سکتي - اُسکا ایک ایک چپه مقدس ' اُسکا ایک ایک کونه خدا کے نام پر محترم ' اور اُسکا ایک ایک ذره اسکے جلال و قدوسیت کا جلوه گاه هوتا - خونریز اور سرکش انسان هر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلوده کر سکتا ' پر اُسکي فضاء مقدس همیشه پاک و محفوظ رهتي ' اور جب زمین کے هر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانه خداوندي کا اعلان کرتي تو وه خدا کي سچي پادشاهت کا تخت گاه هوتي - دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور آتهاں کا کیسا هي سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچي توحید اور بے میل خدا پرستي کا وه ایک ایسا گهر هوتا ' جهاں خدا اور اُسکي صداقت کے سوا نه کسي خیال کي پهنچ هوتي ' نه کسي صدا کي گونج اُٹهه سکتي - وه انسان کي پهیلي هوئي نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گهر هوتا که کٹ کٹ کر قومیں وهاں جڑتیں ' اور بکهر بکهر کے نسلیں وهاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کي طرف اڑتے هیں ' اور پروانوں کو تمنے دیکها که روشني کي طرف دوڑتے ' ٹهیک اُسي طرح انسانوں کے گروه اور قوموں کے قافلے اُسکي طرف دوڑتے ' اور زمین کي خشکي و تري کي وه ساري راهیں جو اُس تک پهنچتیں ' همیشه مسافروں اور قافلوں سے بهري رهتیں - دنیا بهر کے زخمي دل وهاں پهنچتے اور شفا اور تندرستي کا مرهم پاتے ' اور بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کي ٹهنڈک هوتي -

گناہ کی کثافتوں سے آلودہ جسم جب وہاں لائے جاتے ، اور مہجوری و نامرادی کی مایوسیوں سے گھائل دل جب چیختے اور تڑپتے ہوے اسکی جانب دوڑتے ، تو اسکی پاک ہوا امید و مراد کی عطر بیزی سے مشکبار ہوجاتی ، اسکے پہاڑوں کی چوٹیاں خدا کی محبت و بخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں ، اور اسکی مقدس فضاء میں رحمت کے فرشتے غول در غول اُترکر اپنی معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبولیت کی بشارتیں بانٹتے !

شاخوں کی شادابی جڑ پر موقوف ہے - درختوں کی جڑ اگر سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں سکتا - دس ٹہنیاں کاٹ دی جائیں گی ، تو بیس نئی نکل آئینگی - اسیطرح قوم کا مرکز اگر محفوظ ہے ، تو اسکے بکھرے ہوے ٹکڑوں کی بربادی سے قوم نہیں مٹ جا سکتی - سارے ٹکڑے مٹ جائیں ، مگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی نئی شاخیں پھوٹینگی اور نئی نئی زندگیاں پھیلیں گی - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعی دائرہ کیلیے خلیفۃ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا ، اسی طرح انکی ارضی وسعت و انتشار کیلیے عبادتکدۂ ابراھیمی کا کعبۃ اللہ ، اسکی سر زمین حجاز ، اور اسکا ملک جزیرۂ عرب مرکز قرار پایا - یہی معنی ان آیات کریمہ کے ہیں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ہے ، لوگوں کے بقاؤ قیام کا باعث ٹھہرایا -

اور

و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا (۲ : ۱۲۵)	اور جب ایسا ہوا کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کیلیے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنایا -

اور

من دخلہ کان امنا (۳ : ۹۷)	جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گیا تو اسکے لیے پھر کسی طرح کا خوف اور ڈر نہیں -

اور یہی علت تھی تحویل قبلہ کی - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی :

و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (۲ : ۱۵۰)	اور تم کہیں بھی ہو ، لیکن چاھیے کہ اپنا رخ اسی کی جانب رکھو !

کیونکہ جب یہی ارضی مرکز قرار پایا، تو تمام افراد قوم کیلیے لازمی ہوا کہ جہاں کہیں بھی ہوں، رخ انکا اسی طرف رہے - دن میں پانچ مرتبہ اپنے قومی مرکز کے طرف متوجہ ہوتے رہیں - اور من جملہ بے شمار مصالح و حکم کے، ایک قوی ترین حکمت فریضۂ حج میں یہی ہے کہ ساری اُمت، تمام کرۂ ارضی، اور تمام اقوام عالم کو، حج فرض کرکے اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگی بخشدی :

و اذن فی الناس بالحج یا توک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (۲۲ : ۲۸)	اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پھر ایسا ہوگا کہ ساری دنیا کو یہ گوشۂ برکت کھینچ بلایگا - دور دور سے لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے اور گروہ پہنچیں گے !

(احکام شرعیہ)

اس مرکز کے قیام و بقاء کیلیے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ ہمیشہ کیلیے اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جب تک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی، امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبہ مصالح حاصل نہیں ہوسکتے تھے -

چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد عامهم هذا - مسجد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کیلیے مخصوص ہیں - اب آیندہ کوئی غیر مسلم اسکے قریب بھی نہ آنے پاے - یعنی نہ صرف یہ کہ وہاں غیر مسلم نہ رہیں، بلکہ کسی حال میں داخل بھی نہ ہوں - جمہور اہل اسلام نے اتفاق کیا کہ مسجد حرام سے مقصود صرف احاطۂ کعبہ ہی نہیں ہے، بلکہ تمام سر زمین حرم ہے - اور اسی طرح احادیث صحیحۂ و کثیرہ سے جو حضرۃ علی، سعد بن وقاص، انس، جابر، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن زید، رافع بن خدیج، سہل بن حنیف، وغیرہم اجلۂ صحابہ سے مروی ہیں، ثابت ہوچکا ہے کہ مدینہ کی زمین بھی مثل مکہ کے حرم ہے اور عیر و ثور اسکے حدود ہیں - " المدینة حرام ما بین عیر الی ثور " اخرجه الشیخان - اور روایت سعد کہ " انی احرم ما بین لابتی المدینه ان یقطع عضاهها

او يقتل صيدها " رواه مسلم - اور روايت انس متفق عليه كه " اللهم ان ابراهيم حرم مكه ' واني احرم ما بين لا بتيها " (۱)

يه احكام تو خاص اس مركز كي نسبت تهے - باقي رها اسكا گرد و پيش ' يعني جزيرة عرب ' توگو اسكے ليے اسقدر اهتمام كي ضرورت نه تهي كه اسميں غير مسلم كا داخله تک روک ديا جاے ' تاهم اسكا خالص اسلامي ملک هونا ضروري تها - تاكه اسلامي مركز ارض كا گرد و پيش اور اسكا مولد و منشاء هميشه غيروں كے اثر سے يكقلم محفوظ رهے -

اسلام كا جب ظهور هوا تو علاوه مشركين عرب كے يهود و نصارا كي بهي ايک بڑي جماعت جزيرة عرب ميں آباد تهي - مدينه ميں يهوديوں كے متعدد قبيلے تهے - خيبر ميں انهي كي رياست تهي - يمن ميں نجران عرب عيسائيوں كا بڑا مركز تها - مدينه كي سرزمين خود آپكي زندگي هي ميں يهوديوں سے خالي هوگئي - آخري جماعت جو مدينه سے خارج كي گئي بنو قينقاع اور بنو حارثه كا گروه تها - امام مسلم نے ابن عمر كا قول نقل كيا هے " ان يهود بني النضير حاربوا رسول الله صلعم فاجلي بني النضير و اقر قريظه و من عليهم ' حتى حاربت قريظه فقتل رجالهم و قسم اولادهم و نسائهم بين المسلمين الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ' و اجلى يهود المدينة كلهم بني قينقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و يهود بني حارثه و كل يهودى كان بالمدينه "

بخاري و مسلم ميں اس آخري اخراج كا واقعه بروايت حضرة ابو هريره مروي هے - آپ صحابه كو ساتهه ليكر يهوديوں كي تعليم گاه ميں تشريف ليگئے اور فرمايا " يا معشر اليهود اسلموا تسلموا " اسلام قبول كرو - نجات پاؤگے - پهر فرمايا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و اني اريد ان اجليكم من هذه الارض فمن وجد منكم بماله شيئاً فليبعه ' و الا ' فاعلموا ان الارض لله و رسوله " ميں نے اراده كرليا هے كه تم كو اس ملک سے خارج كردوں - پس اپنا مال و متاع فروخت كرنا چاهو توكردو - ورنه جان ركهو كه اس ملک كي حكومت صرف الله اور اُسكے رسول هي كيليے هے -

---

(۱) زياده مفصل بحث رساله جامع الشواهد ميں لكهه چكا هوں - اس رساله كا اصل موضوع مسئله خلافت هے - يه تذكره ضمناً آگيا هے - پس اشارات پر اكتفا كيا گيا -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رهگئے تھے جہاں سے یہود و نصارا کا اخراج نہ هوسکا تھا - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائی کہ آیندہ جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جو غیر مسلم اس ملک میں باقي رهگئے هیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاري نے باب باندھا ھے " اخراج الیہود من جزیرۃ العرب " اسمیں پہلي روایت یہود مدینہ کے اخراج کي لاے هیں جو اوپر گزر چکي - دوسري روایت حضرت ابن عباس کي ھے کہ آنحضرۃ صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کي وصیت فرمائي تھي - ایک یہ تھي " اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب " حافظ ابن حجر لکھتے هیں " اقتصر علی ذکر الیہود لانہم یوحدون اللہ تعالی الا القلیل و مع ذلک امر باخراجهم ' فیکون اخراج غیرهم من الکفار بطریق اولی " (فتح الباري - ۶ : ۱۹۴) یعني امام بخاري نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یہ ھے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں یہودي سب سے زیادہ توحید کے قائل هیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاهب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت هوگیا - حضرۃ عمر کي روایت میں " یہود و نصاری " کا لفظ ھے " لاخرجن الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواہ مسلم و احمد و الترمذي و صححه - ابو عبیدہ بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا ھے " اخر ماتکلم بہ رسول اللہ صلعم اخرجوا یہود اهل الحجاز و اهل نجران من جزیرۃ العرب " حضرۃ عائشہ کي روایت میں اسکي علت بھي واضح کردي ھے " آخر ما عہد رسول اللہ صلعم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دنیان " رواہ احمد - یعنی سب سے آخري وصیت رسول اللہ کي یہ تھي کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ هوں - یعنے صرف اسلام کیلیے مخصوص هوجاے - امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شہاب کے مراسیل نقل کیے هیں اور مصمودي و غیرهم نے باب باندھا ھے " اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب " عمر ابن عبد العزیز کي روایت میں ھے " کان من آخر تکلم بہ رسول اللہ صلعم انہ قال قاتل اللہ الیہود والنصاری ' اتخذوا قبور انبیائہم مساجد - لا یبقیان دنیان بارض العرب " اور ابن شہاب کا لفظ ھے " لا یجتمع دنیان في جزیرۃ العرب " حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل اللہ الیہود و النصاری " جو نقل کیا ھے ' تو حضرۃ عائشہ سے صحیحین وغیرها میں بطریق رفع بھي ثابت ھے - حافظ نواوي نے گو امام بخاري کا اتباع کیا اور " اجلاء الیہود "

کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں " اخراج الیہود و النصاری من جزیرۃ العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرۂ عرب والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي ھیں - یہ وصیۃ نبوي علاوہ طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' اور سنن بیھقي وغیرہ میں بھي مختلف طریقوں سے مروي ھے ' اور سب کا مضموں متحد اور باھمدگر اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ھے -

احکام شرعیہ دو قسم کے ھیں - ایک قسم اُن احکام کي ھے جنکا تعلق افراد کي اصلاح و تزکیہ سے ھوتا ھے - جیسے تمام اوامر و نواھي اور فرائض و واجبات - دوسرے وہ ھیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسیات سے ھوتا ھے - جیسے فتح ممالک و قوانین سیاسیۂ و ملکیہ - سنۃ الہي یوں واقع ھوی ھے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي زندگي ھي میں بتدریج تکمیل تک پہنچ جاتے ھیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کیلیے ایسا ھونا ضروري نہیں - بسا احکام ایسے ھوتے ھیں جنکے نفاذ و وقوع کیلیے ایک خاص وقت مطلوب ھوتا ھے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ تک پہونچتے ھیں - پس اُنکی نسبت یا تو بطریق پیشین گوئي کے خبر دیدي جاتي ھے - یا اپنے جا نشینوں اور امت کو وصیت کردي جاتي ھے -

یہ معاملہ اسي دوسري قسم میں داخل تھا - پس ضرور نہ تھا کہ اسکا پورا پورا نفاذ خود آنحضرۃ صلعم کي حیات طیبہ ھي میں ھو جاتا - آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے نفاذ شروع کردیا - یہود خیبر سے ابتدا ھي میں شرط کرلي تھي کہ جب ضرورت ھوگي ' اس سر زمین سے خارج کردیے جاؤگے - پھر تکمیل کیلیے اپنے جا نشینوں کو وصیت فرمادي - چنانچہ حضرۃ عمر (رض) کے زمانے میں تکمیل کا وقت آ گیا - اور یہود خیبر نے طرح طرح کي شرارتیں اور نافرمانیاں کرکے خود ھي اسکا موقعہ بہم پہنچا دیا - پس حضرۃ عمر نے اس وصیت کی تحقیق کي ' اور جب پوري طرح تصدیق ھوگئي تو تمام صحابہ کو جمع کرکے اعلان کردیا - سب نے اتفاق کیا ' اور یہود خیبر و فدک خارج کردیے گئے - اسي طرح نجران سے عیسائیوں کا اخراج بھي عمل میں آیا - امام زھري نے ابن عتبہ سے اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا ھے " ما زال عمر حتی وجد الثبت عن رسول اللہ انہ قال لا یجتمع بجزیرۃ العرب دینان ' فقال من کان

له من اهل الكتابين عنهد فليات به ‘ الغذ له ‘ والا فاني مجليكم ‘ فاجلا هم ”
(اخرجه ابن ابي شيبه) امام بخاري نے یہود خیبر کے اخراج کا واقعہ
کتاب الشروط کے باب ” اذا اشترط فی المزارعة اذا شئت اخرجتک “ میں
درج کیا ہے‘ اور ترجمۂ باب میں استدلال ہےکہ یہود خیبر کا تقرر پہلے ہی سے
عارضي و مشروط تها - بالاستقلال نه تها - حافظ عسقلاني لکهتے هیں که حضرة
عمر کے اجلاء کردہ اهل کتاب کي تعداد چالیس هزار منقول ہے - (۱)

پس صاحب شریعت کے قول و عمل ‘ آنکے آخرین لمحات حیات کي
وصیت ‘ حضرة عمر کے فحص و تصدیق ‘ تمام صحابه کے اجماع و اتفاق سے
یه بات ثابت هوگئي که اسلام نے همیشه کیلیے جزیرۂ عرب کو صرف اسلامي
آبادي هي کیلیے مخصوص کردیا ہے - الا یه که کسي مصلحت سے خلیفۂ
وقت عارضي طور پر کسي گروہ کو داخل هونے کي اجازت دیدے - اور ظاهر
ہے که جب غیر مسلموں کا قیام اور دو دینوں کا اجتماع وهاں شریعت کو
منظور نہیں ‘ تو غیر مسلم کي حکومت یا حاکمانه نگراني و بالا دستي کو
جائز رکھنا کب شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز هوسکتا ہے ؟

(جزیرۂ عرب کي تحدید)

باقي رها یه مسئله که جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ہے ؟ تو یه بالکل صاف
و واضح ہے - اسکے لیے کسي بحث و نظر کي ضرورت هي نہیں - نص
حدیث میں ” جزیرۂ عرب “ کا لفظ وارد ہے - اور عقلاً و اصولاً ظاهر ہے که
جب تک کوئي سبب قوي موجود نه هو ‘ کسي لفظ کے منطوق اور عام
و متعارف مدلول سے انحراف جائز نه هوگا - اور نه بلا مخصص کے قیاسا
تخصیص جائز - شارع نے ” جزیرہ “ کا لفظ کہا ‘ اور دنیا میں اُسوقت سے
لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر هر انسان کر رها اور جان

(۱) آنحضرة صلي الله علیه وسلم کے اخري وصایا شمار کیے گئے تو
مختلف روایات میں سات کلمات ملے - آنکے راوي کہتے هیں که یه منجمله
آخر ما تکلم به کے هیں - پهر اُن کے فقه و اسرار پر غور کیا گیا تو معلوم هوا که
فی الحقیقت وهي کلمات خاتم النبیین کي حیات طیبه کے آخري ارشادات
هوسکتے تھے - اس فصل کے لکھتے هوے طبیعت بے اختیار اُس طرف مائل
هوگئي اور رساله کي تحریر ملتوي کرکے انکي شرح لکھني شروع کردي -
اور دو دن میں ختم هوئي - فالحمد لله علي ذلک ۔

رها ھے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ھے‘ وھي سمجھا جايگا - تمام مورخين و جغرافيه نگاران قديم و جديد متفق ھيں که عرب کو ” جزيره “ اسليے کہا گيا که تين طرف سمندر اور ايک جانب دريا کے پاني سے محصور ھے - يعني تين طرف بحر ھند‘ خليج فارس‘ اور بحر احمر و قلزم واقع ھيں‘ اور ايک جانب درياے دجله و فرات - فتح الباري وغيره ميں ھے ” قال الخليل سميت جزيرة العرب‘ لان بحر فارس و بحر الحبشه و الفرات و الدجله احاطت بها “ (٦ : ١١٨) اور اصمعي کا قول ھے ” لاحاطة البحار بها‘ يعني بحر الهند و القلزم و بحر فارس و بحر الحبشه و دجلة “ (ايضا) اور نہايه ميں امام زهري کا قول نقل کيا ھے ” سميت جزيره لان بحر الفارس و بحر السودان‘ احاط بجانبيها‘ و احاط بالجانب الشمالي دجلة و الفرات “ يہي قول ارباب لغة کا ھے - قاموس ميں ھے ” جزيرة العرب ما احاط به بحر الهند و الشام ثم دجله و الفرات “ پروفيسر پطرس بستاني نے (جو زمانۂ حال ميں شام کا ايک مشہور مسيحي مصنف گزرا ھے اور جس نے عربي ميں انسائيکلو پيڈيا لکھني شروع کي تھي) محيط المحيط ميں جزيره عرب کي يہي تعريف کي ھے - حاصل سب کا يہي ھے که جزيره عرب وه سر زمين ھے جسکے تين جانب سمندر ھيں اور شمالي جانب درياے دجلۂ و فرات -

سب سے زياده مفصل جغرافيه ياقوت حموي نے معجم البلدان ميں ديا ھے جس سے زياده جامع و معتبر کتاب عربي ميں جغرافيه و تقويم بلدان کي کوئي نہيں - اور اسکو بروايت ابو المنذر حضرة ابن عباس سے نقل کيا ھے - ” قال انما سميت بلاد العرب جزيرة لاحاطة الانهار و البحار‘ و ذلک ان الفرات اقبل من بلاد الروم‘ فظهر بناحية قنسرين‘ ثم انحط على أطراف الجزيره و سواد العراق‘ حتى وقع في البحر في ناحية البصرة و الابله‘ و امتد الى عبادان‘ و اخذ البحر في ذلک الموضع مغربا منعطفاً ببلاد العرب “ الخ - خلاصه اس کا يه ھے که عرب اسليے جزيره مشہور ھوا که سمندروں اور درياؤں سے وه گھرا ھوا ھے - صورت اسکي يوں ھے که درياے فرات بلاد روم سے شروع ھوا اور قنسرين کے نواح ميں عرب کي سرحد پر ظاھر ھوا - پھر عراق ميں ھوتا ھوا بصره کے پاس سمندر ميں جا ملا - وھاں سے پھر سمندر نے عرب کو گھيرا‘ اور قطيف و ھجر کے کناروں سے ھوتا ھوا عمان اور شحر سے گزر گيا - پھر حضرموت اور عدن ھوتا ھوا پچھم کي جانب يمن کے ساحلوں سے

جا ٹکرایا - حتی کہ جدہ نمودار ہوا جو مکۂ و حجاز کا ساحل ہے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کی شاخ ختم ہوگئی - پھر سرزمین مصر شروع ہوتی ہے ' اور قلزم نمودار ہوتا ہے اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا سرزمین صور و ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا ہے ' اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہی ہوکر وہ جگہ آ جاتی ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم ہے - بحر احمر اور قلزم کی درمیانی خشکی بھی پانی سے خالی نہیں - کیونکہ سودان سے دریاے نیل وہاں آ پہنچا ہے اور قلزم میں گرتا ہے - یہی جزیرہ ہے جس سے عرب کی سرزمین عبارت ہے اور یہی عرب اقوام کا مولد و منشاء ہے " انتہی ملخصاً - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا ہیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال ہے - دھنے مشرق اور بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا ہوا دجلہ سے ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے اور اسی پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قطیف و احساء - پھر یہ خلیج تنگ ناے ہرمز سے نکلکر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد ہی بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آ گیا ' اور باب المندب سے جونہی آگے بڑھے ' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربی ساحل افریقہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھی کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے پہلے یمن اور پھر جدہ ملیگا - اسکے بعد ساحل حجاز - حتی کہ سمندر کی شاخ پتلی ہوکر طور سینا تک منتہی ہوگی ' اور اسکے ساتھہ ہی خلیج عقبہ کی شاخ نظر آئیگی - اب مصر کی سرزمین شروع ہوگئی - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکی کا ایک ٹکرہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا ہے جو اسی درمیانی تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر سے جا ملا ہے - پس اگرچہ اُس زمانے میں یہ ٹکرہ خشک تھا مگر سمندر کی جگہ دریاے نیل کا خط آبی موجود تھا -

اسکے بعد بحر متوسط ہے جسکے ابتدائي حصه کو قديم جغرافيه نويس بحر مصر و شام سے تعبير کرتے تہے - اسي پر بيروت راقع ہے اور ساحل سے اندر کي جانب ديکہوگے توپہر وهي مقام سامنے هوگا ' جہاں سے درياے فرات نمودار هوکر خليج فارس کي جانب بڑها تها - پس ايک پورا مثلث نما ٹکرہ ہے جو اس تمام بحري احاطه کے اندر واقع ہے - صرف خشکي کا ايک حصه شمال ميں فرات کے بائيں جانب نظر آتا ہے - يعنی شام - يهي مثلث ٹکرہ جزيرۂ عرب ہے - قديم و جديد جغرافيه نگار دونوں اسميں متفق هيں -

اس سے معلوم هوا که عرب کے " جزيرہ " اور " جزيرہ نما " هونے ميں سب سے زيادہ اهم وجود درياے دجلۂ و فرات کا ہے - کيونکه اگر يه عرب کے حدود سے کوئي متصل تعلق نہيں رکھتے ' تو پہر اسکي ايسی صورت هي باقي نہيں رهتي جس پر جزيرہ کا اطلاق هوسکے - شمال کي جانب بالکل خشک رهجاتي ہے - يهي وجه ہے که جس کسي نے عرب کي تعريف کي' احاطۂ بحر و نہر کا لفظ کہکر واضح کرديا که جانب شمال دجله تک پهيلا هوا ہے - اور جنہوں نے مقامات کے نام ليکر حدود متعين کيے' انہوں نے صاف کہديا که شمالي حد دجله ہے - نہايه ' معجم البلدان ' او ر فتح الباري ميں اصمعي کا قول منقول ہے " من اقصی عدن ابين الی ريف العراق طولاً ' و من جدہ و ساحل البحر الي اطراف الشام عرضاً " کرماني نے کہا " هي ما بين عدن الی ريف العراق طولا ' و من جدہ الی الشام عرضا " يهي قاموس ميں ہے - ايسا هي ابن کلبي سے مروي ہے - رفاعه بک طہطاوي نے قديم و جديد کتب سے اخذ کرکے عربي ميں " تعريفات النافعه لمريد الجغرافيه " لکهي - اسميں بهي يهي حدود هيں - پس صاحب معجم کي تفصيل اور تمام اقوال سے ثابت هوا که عرب طول ميں عدن سے ليکر عراق کي ترائي تک ' اور عرض ميں ساحل بحر احمر سے خليج فارس تک پهيلا هوا ہے - اسکي حد شمال ميں دهني جانب دجله ہے ' اور بائيں جانب عرض کا خط کهينچيں تو شام - آجکل کے جغرافيوں ميں بهي عرب کے حدود يهي بتلائے جاتے هيں که پچهم ميں بحر احمر' جنوب ميں بحر هند ' پورب ميں خليج فارس' اور دکهن ميں ملک شام ہے -

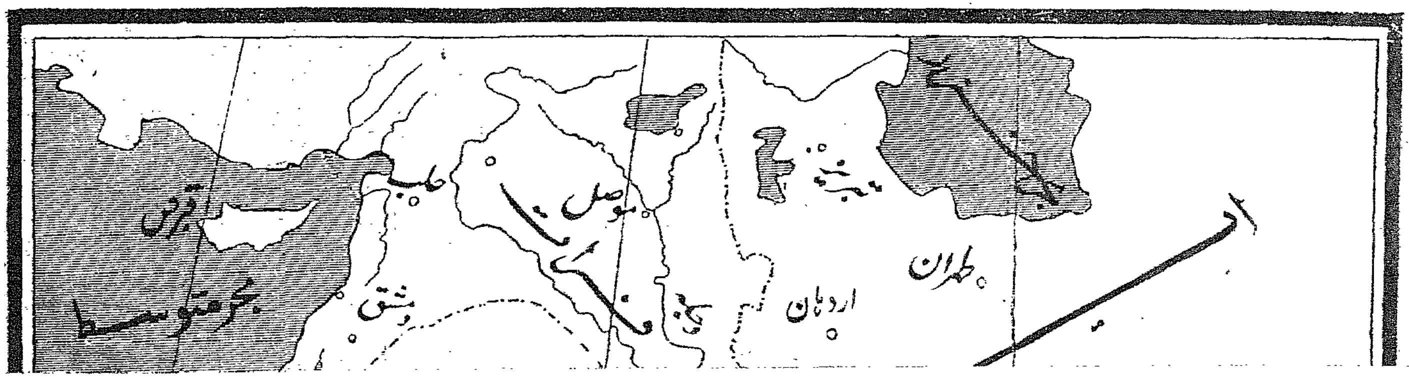
اسي معجم البلدان ميں عراق كي وجه تسميه بيان كرتے هوے لكها هے " اي انها اسفل ارض العرب " (جلد ۶ : ۱۳۳) يعني عراق اسليے نام هوا كه زمين عرب كا سب سے زياده نچلا حصه هے - اس سے بهي واضح هوگيا كه عراق عرب ميں داخل هے - البته عراق كا وه حصه جو دجله كے پار واقع هے ' اسميں داخل نه هوگا -

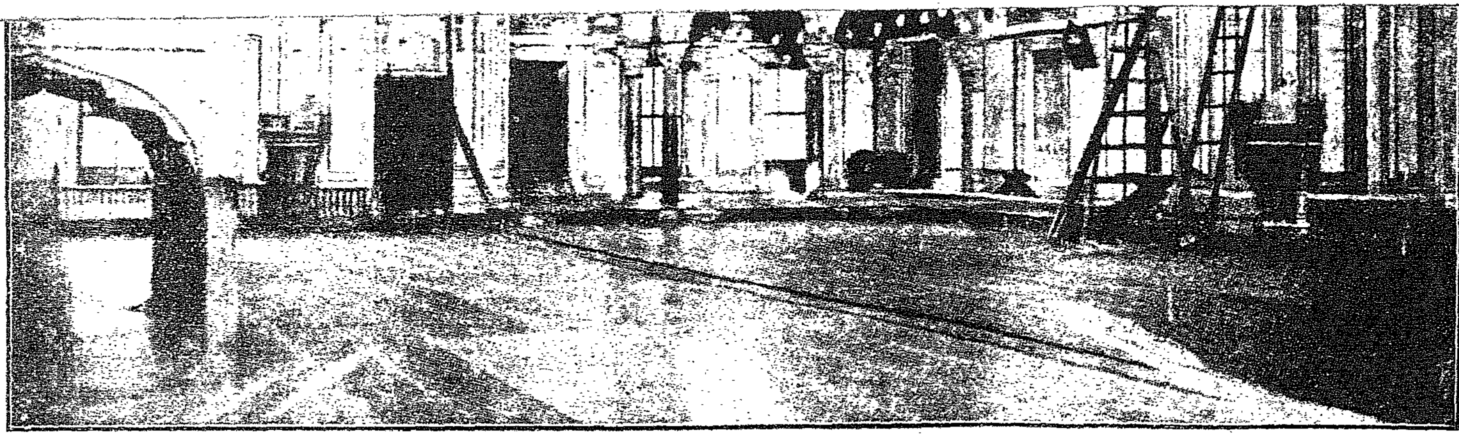
هم يهاں عرب كا ايک نقشه تفسير البيان كے مسوده سے ليكر درج كرتے هيں - اس نقشه ميں ظهور اسلام كے وقت جزيرهٔ عرب كي حالت دكهلائي هے - يه نقشه در اصل يورپ كے بعض مشهور مستشرقين (اورنٹيلسٹ) نے قديم نقشوں اور تعريفات سے مدد ليكر طيار كيا تها جسكو سنه ۱۸۵۰ ميں پروفيسر فرڈيننڈ ويسٹن فيلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے ليڈن يونيورسٹي سے شائع كيا - جزيرهٔ عرب كے تمام قديم نقشوں ميں يه سب سے زياده صحيح اور مستند هے - نقطوں كے خطوط سے تجارتي قافلوں كي وه سڑكيں دكهلائي هيں جو چهٹي صدي عيسوي ميں عرب كے اندروني مقامات سے سواحل تک جاتي تهيں -

(مسجد اقصیٰ وارض مقدس)

مقامات مقدسهٔ اسلاميه كے سلسله ميں بيت المقدس اور اسكي سر زمين كا مسئله مسلمانوں كيليے اس سے كم اهميت نهيں ركهتا جسقدر حرم مكه اور حرم مدينه - اسلام نے جن تين مقامات كے ليے به نيت طاعت و ثواب سفر كرنے كي اجازت دي هے ' ان ميں جس طرح مكهٔ و مدينه كا ذكر هے ' اسي طرح بيت المقدس كا بهي هے - مسلم و بخاري كي مشهور روايت ميں هے " لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجدي هذا ' والمسجد الاقصیٰ " يعني به نيت زيارت و طاعت سفر كا قصد و اهتمام نهيں هے مگر ان تين جگهوں كيليے - مسجد حرام ' مسجد مدينه ' اور مسجد اقصیٰ - اس سے معلوم هوا كه تمام دنيا ميں مسلمانوں كيليے شرعاً يهي تين مقام سب سے زياده مقدس و محترم هيں - انهي كو يه خصوصيت حاصل هے كه انكي زيارت كيليے نيت كركے اپنے وطنوں سے نكلتے هيں ' سفر كي تكليفيں اور صعوبتيں برداشت كرتے هيں ' اور يقين كرتے هيں كه اسكے معارضه ميں انكے ليے بڑا هي اجر هے - اسي بنا پر جمهور ائمهٔ اسلام كا مذهب هے كه مسجد اقصیٰ كي زيارت

اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (الحدیث)





ایڈریا نوپل کی جامع مسجد
جو بقیہ یورپین ترکی میں اسلام کی آخری متاع عزت ہے ۔

کي اگر نذر ماني هو، تو اسکا ادا کرنا اسي طرح واجب هے، جس طرح زيارت مسجد نبوي و حج و عمرہ کا ادا کرنا - ليکن ان تين جگهوں کے علاوہ کسي دوسري زيارتگاہ کے سفر کيليے نذر ماني هو، تو اسکا ادا کرنا باتفاق ائمۂ واجب نہ هوگا - اس سے اندازہ کرليا جاسکتا هے کہ بيت المقدس کي سر زمين مسلمانوں کے مذهبي احکام و اعتقاد ميں کيا درجہ رکهتي هے ؟ يهي وہ مقدس سر زمين هے جسکا الله نے يهوديوں سے وعدہ کيا تها، اور بالاخر وعدہ پورا هوکر رها - ليکن وہ اسکے اهل ثابت نہ هوے، اور دنيا کي حکومت و عزت کے ساتهہ يہاں کي پادشاهت بهي أنسے جاتي رهي - پهر مسيحي دور شروع هوا - اسکے بعد مسلمان اسکے وارث هوے - قرآن حکيم نے مسلمانوں کو خصوصيت کے ساتهہ اس وراثت کي بشارت دي تهي : و لقد کتبنا في الزبور من بعد الذکر، ان الارض يرثها عبادي الصالحون - ان في هذا لبلاغاً لقوم عابدين - وما ارسلناک الا رحمة للعالمين (٢١ : ١٠٥) حضرۃ ابن عباس وغيرہ سے مروي هے کہ اس آيت ميں " الارض " سے مقصود بيت المقدس اور فلسطين هے - اسميں خبر دي گئي تهي کہ اب اسکي پادشاهت مسلمانوں کے حصے ميں آئيگي - اسي ليے کہا : ان في هذا لبلاغاً الخ -

يهي وجہ هے کہ مسلمانوں نے هميشہ اس سر زمين کي خدمت کو الله کي طرف سے ايک مخصوص عطيہ و امانت سمجها، اور اسکي حفاظت کو حرمين کي طرح ساري دنيا کي حکومت و فرماں روائي سے بهي زيادہ عزيز رکها - يهي اعتقاد ديني تها جس نے مسيحي جهاد کي آن آتهہ لڑائيوں کو کامياب هونے نہ ديا جن ميں تمام يورپ کي طاقت اکٹهي هوگئي تهي، حالانکہ وہ وقت مسلمانوں کي پوليٹکل طاقت کے عروج کا نہيں بلکہ تنزل و انحطاط کا تها، اور تمام عالم اسلامي مختلف حکومتوں ميں متفرق هوچکا تها - اسوقت سے ليکر آجتک وهاں کي حکومت خليفۂ اسلام کے ماتحت رهي هے، اور خود يورپ نے مسيحي مذاهب کے امن و سکون کيليے اسے بہتر سمجها هے - پس اگر آج پهر ازمنۂ مظلمہ (مڈل ايجز) کي تاريخ دهرائي جائيگي، اور اسلام کي جگہ اسے مسيحيت يا يهوديت کے زير اثر لانے کي کوشش کي جائيگي، تو مسلمانوں کيليے نا ممکن هے کہ گوارا کرسکيں - انکا فرض هوگا کہ جب گذشتہ کرو سيڈ کا ايک حصہ دهرايا گيا هے، تو دوسرا حصہ بهي ظهور ميں آ جاے - وہ مسلمانوں کي ديني زيارت گاہ هے - وہ انکا مقدس مقام هے - اسکي

مذهبي وابستگي أنكے ايمان و مذهب كا جزء هے - اگر وهاں يهوديوں كا اقتدار بڑهايا جاتا هے ' يا كسي مسيحي حكومت كو نگراني و بالا دستي كے نام سے قائم كيا جاتا هے ' تو يه مسلمانوں كي جماعت اور آباديوں هي كو نهيں بلكه انكي شريعت كو چيلنج دينا هے ' اور مسلمانوں كو مجبور كر دينا هے كه يا تو اسلام كي جانب سے اس چيلنج كو قبول كرليں ' يا اسكي اطاعت و حمايت سے دست بردار هو جائيں -

(خاتمۂ سخن و نتائج بحث)

گذشته مباحث و تفصيلات كا خلاصه حسب ذيل هے :

(۱) اسلام كا قانون شرعي يه هے كه هر زمانے ميں مسلمانوں كا ايک خليفۂ و امام هونا چاهيے - " خليفۂ " سے مقصود ايسا خود مختار مسلمان پادشاه اور صاحب مملكت هے جو مسلمانوں اور أنكي آباديوں كي حفاظت اور شريعت كے اجراء و نفاذ كي پوري قدرت ركهتا هو اور دشمنوں كے مقابلے كيليے پوري طرح طاقتور هو -

(۲) أسكي اطاعت و اعانت هر مسلمان پر فرض هے - اور مثل اطاعت خدا ؤ رسول كے هے - تاوقتيكه أس سے كفر بواح (صريح) ظاهر نهو - جو مسلمان اسكي اطاعت سے باهر هوا ' وه اسلامي جماعت سے باهر هوگيا - جس مسلمان نے أسكے مقابله ميں لڑائي كي - يا لڑنے والوں كي مدد كي ' أس نے الله اور اسكے رسول كے مقابلے ميں تلوار كهينچي - وه جماعت اسلام سے باهر هوگيا اگرچه نماز پڑهتا هو' روزه ركهتا هو' اور اپنے تئيں مسلم سمجهتا هو -

(۳) ايک خليفه كي حكومت اگر جم چكي هے ' اور پهر كوئي مسلمان أسكي اطاعت سے باهر هوا اور اپني حكومت كا دعوى كيا ' تو وه باغي هے - اسكو قتل كرديا چاهيے -

(۴) صديوں سے اسلامي خلافت كا منصب سلاطين عثمانيه كو حاصل هے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم كے خليفه ؤ امام وهي هيں - پس أنكي اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض هے - جو انكي اطاعت سے باهر هوا ' اس نے اسلام كا حلقه اپني گردن سے نكالديا ' اور اسلام كي جگه جاهلية مول لي - جس نے انكے مقابلے ميں لڑائي كي ' يا انكے دشمنوں كا ساتهه ديا ' اسنے خدا اور اسكے رسول سے لڑائي كي -

(۵) صرف خليفۂ اسلام هي کے لیے یہ حکم مخصوص نہیں ھے - جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي ہو ' تو کسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں کہ غیر مسلمان فوج کا ساتھي ہوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قراني من قتل مومناً متعمداً فجزاءه جهنم خالدین فیها وہ اسلامي جماعت سے خارج ہو جائیگا - اسکا ٹھکانا دوزخ ھے - البتہ خلیفۂ اسلام کے مقابل ہوکر لڑنے کا جرم سب سے زیادہ سنگین جرم ھے -

(۶) جب کسي اسلامي حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حملہ کریں ' یا حملہ کا قصد کریں ' یا انکي آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہنچانا چاہیں ' تو ہر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اپنے بھائیوں کي مدد کرنا ' اور انپر حملہ کرنے والوں سے لڑنا ' فرض ہوجاتا ھے - علی الخصوص ایسي حالت میں جبکہ حملہ آور زیادہ طاقتور ہوں ' اور انکے مقابلہ کي کافي طاقت اُن مسلمانوں یا وہاں کي اسلامي حکومت میں نہو - اس صورت میں جہاد کي فرضیۃ علی الکفایہ نہ ہوگي ' بلکہ مثل نماز روزہ کے فرض عین -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے کہ انکا مقابلہ کرنا اسکي طاقت سے باہر ہو ' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نہ کرسکے ' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا بہ یک وقت فرض ہوگا کہ جس طرح بھي ممکن ہو ' اسکي مدد کریں - اور اُسکے دشمنوں سے پیکار -

(۸) اسلام کا حکم شرعي ھے کہ جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے ' جس میں عراق کا ایک حصہ اور بغداد داخل ھے ' پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض ہونا چاھے ' یا اُسکو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکالکر اپنے زیر اثر لانا چاھے ' تو یہ محض ایک اسلامي ملک کے نکل جانے هي کا مسئلہ نہ ہوگا ' بلکہ اُس سے بھي بڑھکر مسلمانوں کے لیے ایک مخصوص سنگین حالت پیدا کردیگا - یعني اسلام کي مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چھا رہا ھے - اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا اولین فرض ہوگا کہ اس قبضہ کو وہاں سے ہٹانے کیلیے اُٹھہ کھڑے ہوں ' اور اپني تمام قوتیں اسکے لیے وقف کردیں -

(۹) اسلام کے مقامات مقدسه میں بیت المقدس اُسي طرح محترم هے جس طرح حرمین شریفین - اسکے لیے لاکھوں مسلمان اپني جانوں کي قربانیاں، اور یورپ کے آٹھه صلیبي جہادوں کا مقابله کرچکے هیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض هے که اس مقام کو دوباره غیر مسلموں کے قبضه میں جانے نه دیں - علی الخصوص مسیحي حکومتوں کے قبضهٔ و اقتدار میں - اور اگر ایسا هو رها هے، تو اسکے خلاف دفاع کرنا صرف وهاں کي مسلمان آبادي هي کا فرض نه هوگا - بلکه به یک وقت و دفعه تمام مسلمانان عالم کا -

(خلیفة المسلمین اور گورنمنٹ برطانیه)

جبکه اسلام کے اٹل اور اپنے پیروؤں کیلیے دائمي احکام کا یه حال هے، تو یکایک اگست ۱۹۱۴ کو عالمگیر جنگ عالم کا شراره وسط یورپ میں چمکا، اور دیکھتے هي دیکھتے مغربي تمدن کا تمام آتشگیر مادهٔ جنگ بھڑک اٹھا : نار الله الموقدة التي تطلع علی الافئدة ! اور تھوڑے هي عرصه کے بعد جنگ نے مسلمانان هند کیلیے ایک ایسي نازک صورت اختیار کرلي، جو برطانیه کي حکومت هند کي پوري تاریخ میں آجتک کبھي پیش نهیں آئي تھي - یعني خلیفة المسلمین کي فوجیں بھي میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں، اور ترکي کے برخلاف برطانیه نے اعلان جنگ کردیا -

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاري طور پر هندوستان میں مشتہر کي گئي، تو ساتھه هي حسب ذیل امور کا بھي اعلان کیا گیا تھا :

(۱) ترکي حکومت کے ساتھه هماري جنگ دفاعي هے - نه که حمله آورانه - هم نے دو ماه تک هر طرح کا مخالفانه اور جنگ جویانه سلوک برداشت کیا، اور پوري کوشش کي که کسي طرح یه جنگ ٹل جاے، لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاري رکھے - اب مجبوراً هم کو بھي اعلان جنگ کرنا پڑا هے -

(۲) هندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بھروسه رکھنا چاهیے که اس جنگ میں همارے یا همارے ساتھیوں کي جانب سے کوئي بات ایسي نه هوگي جو انکے مذهبي محسوسات کو صدمه پہنچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رهینگے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا جائیگا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئي کارروائي عمل میں نه

آئیگي - هماري جنگ موجودہ ترکي وزارت سے ھے جو جرمني کے زیر اثر کام کر رھي ھے - نه که خلیفة المسلمین سے - گورنمنٹ برطانیه نه صرف اپني جانب سے بلکه اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمه داري لیتي ھے -

یه خلاصه اُس سرکاري اعلان کا ھے جو پہلي نومبر سنه ۱۹۱۴ع کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتھه ھي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تھا ' اور پھر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کي گئي تھي - حتی که ھر کمشنري ' ھر ضلع ' ھر صدر مقام ' ھر شہر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامي حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تھیں اور زباني پڑھکر سنایا تھا - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گھر ایسا نہیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چھوڑ دیا گیا ھو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیرہ اخبارات سے ھمیں معلوم ھوا که مصر و سوڈان میں بھي بجنسه یہي اعلان شائع کیا گیا ھے -

اس اعلان کے بعد بھي ھمیشه ذمه دار حکام ھند و انگلستان کي زبان سے یه دونوں باتیں بار بار ظاھر ھوتي رھیں - اگر کسي اظہار و بیان کي مضبوطي میں اعلان کے تکرار اور اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل ھے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا ھے که یه دونوں باتیں جسقدر وسعت کے ساتھه اور جس طرح بار بار زمانۂ جنگ میں کہي گئي ھیں ' اس سے زیادہ کسي انساني بیان کے اعلان اور کسي انساني وعدہ کے تکرار کي کوئي صورت دنیا میں نہیں ھوسکتي -

یه کہنا ضروري نہیں که اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپني زندگي کیلیے لاکھوں سپاھیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھي ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابي کي ضرورت تھي - اگر اسوقت ھندوستان کے مسلمانوں میں ذرا بھي بے چیني پیدا ھوجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا حال کیا ھوتا ؟

اس اعلان کا نتیجه وھي نکلا جو مطلوب تھا - یعني مسلمانان ھند پر صورت حال بالکل مشتبه ھوگئي - علماء اس دھوکے میں پڑ گئے که جب ترکوں نے انگلستان دولِ متحدہ پر حملة کیا ھے ' تو شرعاً صورت دفاع کي نہیں ھے بلکه حملة

وهجوم کي هے' اور اسليئے اسکي شرکت فرض کفايه کا حکم رکھتي هے - نه که فرض عين کا - پس شرعاً ضروري نهيں که مسلمانان هند بهي اسميں حصه ليں - عام مسلمانوں پر يه اثر پڑا که برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کررهي هے - اسکا مقصود اسلامي ممالک پر قبضهٔ و تصرف کرنا يا خليفهٔ اسلام کي حکومت کو نقصان پهنچانا نهيں هے - نيز اسلام کے مقدس مقامات يعني جزيرهٔ عرب اور بيت المقدسؔ وغيره هر حال ميں محفوظ رهينگے - ان تمام باتونکا نه صرف انگلستان کي جانب سے وعده کيا جاتا هے' بلکه تمام حليف حکومتوں کي جانب سے بهي -

نهايت افسوس و روسياهي کے ساتهه اقرار کرنا پڑتا هے که مسلمانوں کا نه يه مذهبي فيصله صحيح تها - نه وعدوں اور اعلانوں پر اعتماد - انهوں نے اپني سيزده صد ساله تاريخ حيات ميں شايد هي کوئي ايسي قومي و مذهبي غلطي کي هوگي' جيسي اس موقعه پر کي' اور جسکے نتائج کي پهلي قسط آج آپکے سامنے هے - فما کان الله ليظلمهم و لکن کانوا انفسهم يظلمون !

تهوڑي دير کيليے اس سے قطع نظر کرلو که احکام شرع کي بنا پر يه راے کهانتک صحيح تهي ؟ صرف اس پهلو سے ديکهو که جن وعدوں پر بهروسه کيا گيا' اُنکا کيا حال تها ؟ پرانے وقتوں کي طرح موجوده زمانے کي سوسائٹي بهي اشخاص کيليے ضروري سمجهتي هے که ايفاے عهد ميں اپنے تئيں شريف ثابت کريں' ليکن بيسويں صدي کي تهذيب ميں حکومتوں کيليے شريف هونا کوئي ضروري وصف نهيں هے' اور اگر طاقت موجود هے تو پهر اخلاقي صداقت کے مطالبه کا وهم و گمان بهي نهيں کرنا چاهيے - جب وعدوں کا ايفا اور عهد و پيمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتهه ضروري نهيں سمجهي جاتي' تو پهر محکوم و بے سروسامان رعايا کے ساتهه کيوں ضروري سمجهي جاے' جو اپني وفاداري ميں کتے کي طرح قابل تعريف مگر بے زباني ميں اُسي کي طرح بے بس بهي هو ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولين کے عهد سے ليکر آجتک اپنے وعدوں کو جس طرح پورا کيا هے' انکي عبرة انگيز سرگذشت صفحات تاريخ پر ثبت هے -

برطاني وعدوں کے اعتماد اور اُنکے ایفاء کي اخلاقي نمائش کا یہ پہلا هي موقعہ نہیں ھے - ۱۵ - جولائي سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامي انگریزي جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھي انگلستان کے وعدوں پر اعتماد هي کیا تھا - بے اعتمادي نہیں کي تھي - لیکن خود اُسي کے لفظوں میں " انگلستان نے هاتھہ بڑھاکر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آ گیا تو اسکا خاتمہ کردیا " سینٹ هلینا کي سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر انگریزي مواعید کي اخلاقي قدر وقیمت کا اعلان کر رهي هیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹر لو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ سمجھا جس پر انگلستان کے نامور هیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے ' تو یقیناً انھوں نے بھي انگلستان پر اعتماد هي کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر هوچکا ھے ' اور خود انگریز مورخوں کي زباني اُسکا افسانہ سن لیا جاسکتا ھے -

خود هندوستان کے گذشتہ سو سالوں کي تاریخ هي اسکے لیے کافي ھے - دوسرے ملکوں کي سرگذشتوں کي طرف نظر اُٹھانے کي ضرورت نہیں -

تا هم مسلمانوں نے بھروسہ کیا - اور جنگ کے نتائج کي طرف سے مطمئن هوگئے - اُنکا روپیہ' اُنکي جانیں ' اُنکے ملک کي تمام قوتیں ' بے دریغ خرچ کي گئیں - دنیا کي آخري اسلامي حکومت و خلافت کے خاتمہ میں اُنکي هر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپني تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئي' اور وہ فتح مندي مکمل هوگئي جسکا پہلا نتیجہ اسلامي خلافت کي بربادي و تباهي ھے -

اثناے جنگ هي میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاهر هوگئے تھے - بغداد پر انگریزي فوج قابض هوگئي تھي جو جزیرۂ عرب کي مقدس سر زمین میں داخل ھے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائي گئي اور اسکي وجہ سے جسقدر توهین اس مقدس مقام کي هوني تھي وہ هوکر رهي - پھر بھي مسلمانان هند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ هوے اور اس انتظار میں رهے کہ یہ جنگ کي عارضي حالتیں هیں - صلح کے بعد هي برطاني اعلان و مواعید کي مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا هوجائیگي -

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس ٹکرہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثناے جنگ میں جاری رہا - مثلاً وزیر اعظم کی تقریر ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے' انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

همکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ اب نہ کوئی بات ہمارے لیے سونچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ہیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف وہی جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ہو رہا ہے' تو نتائج حسب ذیل ہونگے :

(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ہے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ہے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ہے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ہے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ہو رہی ہیں' اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ہیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا' تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ہو جائیگی جب جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - حملۂ و ہجوم کی صورت نہ ہوگی کہ فرض علی الکفایہ ہو - لہذا ہندوستان کے ہر مسلمان کا یہ شرعی فرض ہوگا کہ خلیفۃ المسلمین' اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو' جہاں سے اسلامی حکومت ہٹائی جا رہی ہے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی' مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاہر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ہے - نہ موجودہ

اسلامي ممالک کے مسلمانوں کي - يعني وہ شکست کھاچکے هيں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کي درماندگي و تباهي غايت درجۂ هلاکت تک پهنچ چکي هے - جيسے ولايت سمرنا وغيرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بهي مسلمانان هند کا فرض شرعي هوگا کہ انکي مدد کيليے اٹهہ کهڑے هوں - کيونکہ اگر ايک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کي طاقت نہيں رکهتے تو ديگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع ميں شريک هونا فرض هوجاتا هے -

(۳) جن بلاد اسلاميہ پر غير مسلم دخل و تصرف کرنا چاهتے هيں ' يا کرچکے هيں گو آخري اعلانات ابهي نہيں کيے گئے - مثلاً ايڈريانوپل ' تهريس ' ايشياے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطين ' انکے قرب و جوار ميں مسلمانوں کي کوئي ايسي جماعت موجود نہيں جو دشمنوں کے دفاع ميں مددگار هوسکے ' اور اسکي اعانت کي وجہ سے مسلمانان هند بري الذمہ هو جائيں - پس اس بنا پر بهي ساري شرعي ذمہ داري مسلمانان هند کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنيا کي تمام اسلامي آباديوں سے زيادہ ' اور جو بہت سي باتوں ميں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بہتر حالت رکهتے هيں -

(۴) عراق کا تمام خطہ درياے دجلہ تک جزيرۂ عرب ميں داخل هے - پس اگر انگريزي قبضہ وهاں قائم رها ' يا کسي طرح کا بهي انگريزي اقتدار حکم برداري اور نگراني کے نام سے حاصل کيا گيا ' تو يہ صريح جزيرۂ عرب پر غير مسلم اقتدار کا مسئلہ هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا کہ اس اقتدار کے دور کرنے کيليے حريف کا مقابلہ کريں -

(۵) بيت المقدس اسلام کے مقامات مقدسہ ميں داخل هے - اگر اسپر غير مسلم اقتدار قائم رکها جائيگا ' تو تمام دنيا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بهي فرض هوگا کہ دفاع کيليے مستعد هو جائيں -

(۶) غرضکہ هندوستان کے مسلمانوں پر ايک وفادار برٹش شهري کي زندگي بسر کرنا شرعاً ناجائز هوجائيگا - اور يہ فرائض کي سب سے بڑي کشمکش هوگي جسميں کوئي انساني جماعت مبتلا هوسکتي هے - هندوستان برٹش گورنمنٹ کے ماتحت هے اور مسلمان اسوقت تک ايک وفادار شهري جماعت کي زندگي بسر کرتے آئے هيں - ليکن ان حالات کا لازمي نتيجہ يہ نکليگا کہ انکے مذهبي فرائض هندوستان کے قانوني فرائض سے ٹکرا جائينگے - يعني بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کي حيثيت از روے شرع يہ

ہوجائیگی کہ وہ " اسلام اور مسلمانوں کی حملہ آور دشمن ہے ' اور اسلیے اُس سلوک کی مستحق جو از روے شرع مسلمانوں کو حملہ آور حریف کے ساتھہ کرنا چاہیے " جب ایسا ہوا ' تو مسلمان مجبور ہونگے کہ دو راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں - یا برٹش گورنمنٹ کا ساتھہ دیں ' یا اسلام کا - یہ ناممکن ہو جائیگا کہ دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چھہ کروڑ سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئی عاقبت اندیشانہ فعل ہوسکتا ہے ؟ فرصت کی آخری گھڑیاں گزر رہی ہیں - اگر عارضی فتح مندی کا گھمنڈ مہلت دے ' توگورنمنٹ اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نہیں کیا کرتے کہ وفا کیا جاے ' توکم ازکم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقی کلیہ سے مستثنی کردیں جسکو ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کا بنیادی اصول حکومت سمجھا جاتا ہے - یعنی آغاز حکومت سے لیکر آجتک اس وعدہ کا قولاً و فعلاً اعلان کہ کسی جماعت کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کی جائیگی اور ہر جماعت اپنے مذہبی احکام کی بجا آوری میں آزاد ہے - اسی وعدہ کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں ہر قوم کی طرح مسلمان بھی روز مرہ اپنے مذہبی فرائض انجام دے رہے ہیں - انکی مسجدیں قائم ہیں - پانچ وقت اذان کی صدائیں بلند ہوتی ہیں - کوئی حاکم مسلمانوں سے یہ نہیں کہتا کہ نماز نہ پڑھو -

لیکن اگر برٹش گورنمنٹ خلیفۃ المسلمین کے خلاف اپنے موجودہ طرز عمل پر قائم رہی ' اسکے جہاز اسلامی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رہے ' اُسکی فوجیں عراق کی سرزمین پر قابض رہیں جو مقدس جزیرۂ عرب میں داخل ہے ' اور ساتھہ ہی اس کی بھی متوقع رہی کہ ہندوستان کے بدبخت مسلمان اسکے وفادار رہیں ' تو اسکے صرف یہی معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو انکے مذہب کے چھوٹے چھوٹے حکموں میں آزادی دینے کیلیے طیار ہے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادی عقائد ہیں اور اُن بڑے حکموں میں داخل جن کے ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نہیں رہتا ' اُنکے لیے چاہتی ہے کہ مسلمان حق و آزادی کا نام بھی زبان پر نہ لائیں اور برطانیہ کی وفاداری کی خاطر اپنے اسلام سے باغی ہو جائیں !

وہ مسلمانوں کو آزادی دیگی کہ نماز پڑھیں جو مذہبی احکام میں شاخ کا حکم رکھتی ہے، لیکن عین اسی وقت خلیفۃ المسلمین کی حکومت کو صرف قسطنطنیہ میں محدود کردینے اور تمام بچی بچائی ترکی مملکت کا خاتمہ کردینے کیلیے اپنے جنگی جہازوں کو بھی باسفورس بھیجیگی، اور اسطرح اسلامی خلافت و امامت کا خاتمہ ہو جائیگا جو مسلمانوں کے مذہبی احکام میں شاخ کا نہیں بلکہ بنیاد اور جڑ کا حکم رکھتی ہے ؟

وہ نماز کے پڑھنے میں مداخلت نہیں کریگی جسکے نہ پڑھنے سے مسلمان گناہگار ہوجاتا ہے، لیکن خلیفۃ المسلمین کو انکی حکومت و مملکت سے محروم کردیگی جنکی مدد نہ کرنے سے ایک مسلمان گناہگار ہی نہیں بلکہ اسلامی جماعت سے باہر ہو جاتا ہے ؟

وہ مسلمانوں کو حج کے سفر سے نہیں روکتی کیونکہ انکا مذہبی عمل ہے، لیکن وہ خلیفۃ المسلمین کو اپنی بحری و بری فوجی طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگی کہ اسلامی مملکتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کردیں، اور اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اٹھینگے تو کہیگی کہ یہ بغاوت ہے - پھر کیا وہ مسلمانوں کا مذہبی عمل نہ ہوگا ؟ اور کیسا مذہبی عمل ؟ ایسا عمل کہ شرعاً ہزاروں حج سے بڑھکر، اور حج اسکے لیے چھوڑدیا جاسکتا ہے، لیکن حج کی خاطر وہ نہیں چھوڑا جاسکتا -

مسلمان اُن مسجدوں اور انکے اندر کی نمازوں کو لیکر ہندوستان میں کیا کرینگے جنکی اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کی آزادی کو ناز ہے، جبکہ شریعت کے وہ احکام انکے سامنے آ جائینگے جنکی تعمیل ہزار نمازوں سے بڑھکر اور ہزار روزوں سے زیادہ اشد و اہم ہے، اور جنکی نافرمانی کے بعد نہ تو انکی نمازیں ہی انکے لیے سود مند رہینگی - نہ انکے روزے ہی اُن کو نجات دلا سکینگے ؟

(ترک موالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار، دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ہونگے - " ترک " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اسوقت کر رہے ہیں، ترک کر دینی پڑینگی - " اختیار " سے مقصود یہ ہے کہ بہت سی باتیں جو اسوقت نہیں کر رہے، کرنی پڑینگی -

اس سلسلہ میں سب سے پہلي چیز وہ ھے جسکو شریعت نے " ترک موالات " سے تعبیر کیا ھے - یعني جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حملہ آور فریق کا حکم رکھتے ھوں ' اُنسے کوئي تعلق ایسا نہ رکھنا جو محبت ' خدمت ' اور اعانت کا تعلق ھو - اگر کوئي مسلمان ایسا تعلق رکھیگا ' تو اُسکا شمار بھي شریعت کے نزدیک اُنھي غیر مسلموں میں ھوگا - مسلمانوں میں نہ ھوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولي تقسیم کردي ھے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانٹ دیا ھے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو نہ تو مسلمانوں سے لڑتے ھیں - نہ انپر حملہ آور ھیں ' نہ اُنکي آبادیوں پر قابض ھونا چاھتے ھیں - دوسري قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو یہ ساري باتیں کر رھے ھیں - یعني لڑتے ھیں ' حملہ آور ھیں ' اسلامي ممالک پر قبضہ کرنا چاھتے ھیں -

اسلام کا حکم یہ ھے کہ پہلي قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ مسلمانوں کو نیکي و محبت اور ھر طرح کے احسان و خیر خواھي کا سلوک کرنا چاھیے - اسلام اس سے ھرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اسکي دعوۃ حق کا اصل الاصول ھے - البتہ دوسري قسم کے غیر مسلموں کے ساتھہ وہ اجازت نہیں دیتا کہ اس طرح کا کوئي علاقہ بھي مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُنکا شمار بھي اللہ اور اسکي شریعت کے دشمنوں میں ھوگا - ایک مسلمان کے سارے گناھوں سے شریعت درگزر کرلے سکتي ھے ' لیکن اگر وہ اُن غیر مسلموں سے محبت کرتا ھے ' یا کسي طرح کا واسطہ رکھتا ھے ' تو یہ گناہ نہیں ھے - نفاق ھے - اور منافق مومن نہیں ھے -

---

قران نے یہ تقسیم سورۂ ممتحنہ میں کردي ھے : لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیارکم ' ان تبرو ھم و تقسطوا الیھم ' ان اللہ یحب المقسطین - انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجو کم عن دیارکم و ظاھرو اعلی اخراجکم ' ان تولو ھم ' و من یتولھم فاولئک ھم الظلمون - [۶۰ : ۱۰]

اور اسی سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوي وعدوکم اولیاء ' تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمہارے اور تمہارے خدا کے دشمن ھیں ' انکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۃ مائدہ میں ھے : لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء ' بعضھم اولیاء بعض - و من یتولھم منکم فانہ منکم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کی دشمني اور نقصان رساني میں سرگرم ھوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنایگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھي اُنھي میں ھوگا - اس سے بھي زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعني جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باھم جنگ ھو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاھیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ھے ' اس نے واضح کردیا ھے کہ مقصود ھر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ھے ' بلکہ ایک خاص قسم اور ایک خاص حالت - اسی طرح سورۃ عمران میں ھے : لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ما عنتم ' قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی في صدورھم اکبر (۳ : ۱۱۸)

(واقعۂ حاطب بن ابي بلتعہ)

سورۂ ممتحنہ کے شان نزول کا واقعہ اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ھي عبرت انگیز ھے - بخاري و مسلم میں حضرت علي سے مروي ھے کہ حاطب بن ابي بلتعہ مہاجرین صحابہ اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائي کا قصد کیا تو انہوں نے کسي بری نیت سے نہیں ' صرف اپنے اھل و عیال کي حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکہ میں اطلاع دیدیني چاھي - وحي الہي سے آنحضرت اسپر مطلع ھوگئے اور راستے ھي میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انہوں نے معذرت کي اور کہا " ما فعلت ھذا کفرا و لا ارتدادا " حضرۃ عمر نے چاھا کہ انہیں قتل کردیں اور کہا " انہ منافق - قد خان اللہ ورسولہ " یہ منافق ھے - اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھہ خیانت کي ! اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ھوا :

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی ہی عبرت ہے - حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین و بدر یین میں سے تھے - انھوں نے صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - لیکن اسپر بھی اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ' اور حضرۃ عمر قتل کردینے کیلیے اُٹھے کہ یہ منافق ہے - غور کرنا چاہیے کہ جب بارجود علاقۂ قرابت ' مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھی گوارا نہیں کیا گیا ' تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہوناچاہیے جو باوجود برٹش گورنمنت کے محارب فریق ہونے کے ' ہر طرح کی محبت و موالات اور اعانت و نصرت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ہیں - اور جنکا ابتک یہ حال ہے کہ اُسکے درباروں کے دیے ہوے بے سود خطابوں تک کو اپنے دین و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ؟ علی الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ہے جنکو اُنکی بارگاہوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ہیں ' اور جو اپنے تئیں اسلام کی دینی ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کا سب سے زیادہ مستحق ظاہر کرتے ہیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکی قومی بدبختی کا اس سے بڑھکر اور کون سا وقت آ سکتا ہے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکی کتاب قطعاً منافق قرار دے رہی ہو ' اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھی حقدار نہیں کہ مسلمانوں کی صف میں جگہ پائیں ' اُنکو مسلمانوں کی دینی ریاست و پیشوائی کا دعوی ہے ' وہ مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہوں کے مالک ہیں جہاں صبح شام انھی کتابوں کا درس دیا جاتا ہے جن میں یہ تمام احکام درج ہیں ' اور پھر اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ہیں جو انکی پیشوائی کو جان و دل سے مان رہے ہیں ' اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رہے ہیں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' أیبتغون عندھم العزۃ ؟ فان العزۃ للہ جمیعا ! (۴ : ۱۳۸)	جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رہے ہیں ' تو کیا وہ چاہتے ہیں کہ اُنکی بارگاہوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت ہی کی طلب ہے تو یاد رکھیں کہ اصلی

اور سچی عزت دینے والے وہ نہیں ہیں - ہر طرح کی عزتیں اللہ ہی کیلیے ہیں ' اور ایک مسلمان کو ملسکتی ہیں تو اسی کی چوکھٹ سے -

سورۂ نساء میں یہ تمام خصلتیں منافقوں کی قرار دی ھیں - اُنکا حال یہ ھوتا ھے کہ ایک ھی وقت میں اسلام و کفر' دونوں سے ساز باز رکھنا چاھتے ھیں - یعنی وہ چاھتے ھیں کہ مسلمان بھی رھیں' اور اسلام کے مخالفوں سے بھی رسم و راہ جاری رھے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ھا ولاء' ولا الی ھا ولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا: یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۳)

اسلام تو ایک مسلمان کیلیے اسکو بھی جائز نہیں رکھتا کہ اگر اسکے ماں باپ ' بھائی بہن ' مسلمانوں سے لڑ رھے ھوں ' تو اُنسے بھی کسی طرح کا واسطہ رکھے : لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون [۹ ; ۲۳] اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکھیں' خواہ وہ اُنکے ماں باپ ھی کیوں نہوں' انکے مومن ھونے کی صاف صاف نفی کررھا ھے : لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر' یوادون من حاد اللہ ورسولہ و لو کانوا ابائھم (۵۸ : ۲۲) مہاجرین صحابہ نے اس حکم کی تصویر بنکر دنیا کو دکھلادیا کہ ایمان کے معنی کیا ھیں ؟

پس اب فیصلہ کرلو کہ اُن لوگوں کا حکم کیا ھونا چاھیے جو ایسے وقتوں میں بھی محارب غیر مسلموں کے دیے ھوے خطابوں سے پیار کرینگے ' اُن کے دیے ھوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشی ھی کے صلے میں ملے ھیں) اپنے سینوں پر جگہ دینگے ' اُنکی بارگاھوں میں جاکر اطاعت و تعبد کا سر جھکائینگے ' اور آہ ' ان سب سے بھی بڑھکر وہ ' جو اُنکی راھوں میں غلاموں کی طرح بچھینگے ' اُنکے حکموں پر کتوں کی طرح لوٹینگے ' اُنکی خدمت و چاکری کے عشق میں اپنے دین و ایمان کے ایک ایک ذرے تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من ھذہ الفاقرۃ التی ھی اعظم فواقر الدین ' و الرزیۃ التی ما رزی بمثلھا سبیل المومنین !

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

(گورنمنٹ کیلیے اصلي سوال)

گورنمنٹ صرف اپنے فوائد و اغراض کو سامنے رکھکر غور کرلے کہ هندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگي کي ساري چیزوں سے زیادہ اپنے مذهب کو محبوب رکھتے هوں ' ایک ایسي اٹل اور لاعلاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر هوگا جسمیں ایک طرف انکے مذهبي احکام هوں' دوسري طرف برٹش گورنمنٹ ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑ جائیں کہ کسي طرح بهي جمع نہ هو سکیں ؟ اگر انسان کے هاتهہ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلاسکتے هیں ' تو یقیناً برٹش گورنمنٹ اسوقت اُس آدمي کي طرح سمندر کے کنارے کهڑي هے جو اپنے هاتهوں کو هلا هلاکر طوفانوں کو دعوت دے رها هو -

فی الحقیقت یہ نہ تو کوئي اُلجهاؤ هے نہ کوئی مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدهي سي بات هے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کے نشہ میں چند لمحوں کیلیے عقل و انصاف کي گنجائش نکالي جاسکے - مسلمانوں کا مطالبہ شرعي احکام کا مطالبہ هے - اسلام کے احکام کوئي راز نہیں هیں جن تک گورنمنٹ کي رسائي ممکن نہو - چهپي هوئي کتابوں میں مرتب هیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رهتے هیں - پس گورنمنٹ کو چاهیے کہ صرف اس بات کي جانچ کرلے کہ واقعي اسلام کے شرعي احکام یهي هیں یا نہیں ؟ اگر ثابت هو جاے کہ ایسا هي هے تو پهر صرف دو هي راهیں گورنمنٹ کے سامنے هوني چاهئیں - یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذهب کو چهوڑ دے' اور کوئي بات ایسي نہ کرے جس سے انکے مذهب میں مداخلت هو اور وہ اپنے مذهبي احکام کي بنا پر برٹش گورنمنٹ کے خلاف هو جانے پر مجبور هو جائیں - یا اعلان کردے کہ اسکو مسلمانوں کے مذهبي احکام کي کوئي پروا نہیں هے' نہ اس پالیسي پر قائم هے کہ انکے مذهب میں مداخلت نہو - اسکو صرف زیادہ سے زیادہ زمین چاهیے' زیادہ سے زیادہ حکومت چاهیے' موصل کے تیل کے چشمے چاهئیں' عراق کي زرخیز زمین کي دولت چاهیے' اور اسلامي خلافت کا خاتمہ ' تاکہ دنیا میں اسکا مشرقي حریف باقي نہ رهے - اگر ایسا کرنے کي وجہ سے مسلمانوں کے مذهبي احکام باطل هوتے هیں تو هوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد هو جاتے هیں تو هوا کریں - اُنکو هر حال میں برٹش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رهنا چاهیے ' اگرچہ اسکي خاطر اپنے مذهب سے بهي دست بردار هو جانا پڑے -

اسکے بعد مسلمانوں کیلیے بھي نہایت آسان ھو جائیگا کہ اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نہ کریں ' اور برتش گورنمنت اور اسلام ' ان دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -

فصل

(راہ عمـــل)

لیکن ھمارے لیے اصلي سوال اب یہ نہیں رہا ھے کہ گورنمنت کو کیا کرنا تھا ؟ صرف یہ ھے کہ ھمیں کیا کرنا چاھیے ؟

اس بارے میں راہ عمل مسلمانوں کیلیے ھمیشہ سے ایک ھي رھي ھے ' اور ھمیشہ کي طرح اب بھي ایک ھي ھے - میں نے ھمیشہ مسلمانوں کو اُسي کي طرف بلایا ھے ' اور جب کبھي میري زبان بلانے کیلیے کھلیگي تو صرف اُسي کیلیے کھلیگي - یعني ھندوستان کے مسلمان اپني جماعتي زندگي کي اُس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصہ سے مبتلا ھیں ' اور جسکي وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند ھوگئے ھیں -

" جماعتي زندگي کي معصیت " سے مقصود یہ ھے کہ ان میں ایک " جماعت " بنکر رھنے کا شرعي نظام مفقود ھوگیا ھے - وہ بالکل اُس گلے کي طرح ھیں جسکا انبوہ جنگل کي جھاڑیوں میں منتشر ھوکر گم ھوگیا ھو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ھوکر اپني جماعتي قوت کي نمایش کرنا چاھتے ھیں - کمیٹیاں بناتے ھیں - کانفرنسیں منعقد کرتے ھیں - لیکن یہ تمام اجتماعي نمائشیں شریعت کی نظروں میں " بھیڑ " اور " انبوہ " کا حکم رکھتي ھیں - " جماعت " کا حکم نہیں رکھتیں - " بھیڑ " اور " جماعت " میں فرق ھے - پہلي چیز بازاروں میں نظر آ جاتي ھے جب کوئي تماشہ ھو رھا ھو - دوسری چیز جمعہ کے دن مسجدوں میں دیکھي جا سکتي ھے جب ھزاروں انسانوں کي منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جہت ' ایک حالت ' اور ایک ھي کے پیچھے مجتمع ھوتي ھیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جہاں انفرادي زندگي کے اعمال مقرر کردیے ھیں ' وھاں اُنکے لیے ایک اجتماعي نظام بھي قرار دیدیا ھے - وہ

کہتي ھے کہ زندگي اجتماع کا نام ھے - افراد و اشخاص کوئي شے نہیں - جب کوئي قوم اس نظام کو ترک کردیتي ھے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے ھي شخصي اعمال و طاعات میں سرگرم ھوں، لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھہ سود مند نہیں ھوسکتیں ' اور قوم جماعتي معصیت میں مبتلا ھوجاتي ھے - قران و سنۃ نے بتلایا ھے کہ شخصي زندگي کے معاصي کسي قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے - اشخاص کي معصیت کا زھر آھستہ آھستہ کام کرتا ھے - لیکن جماعتي زندگي کي معصیت کا تخم (یعني نظام جماعتي کا نہونا) ایسا تخم ھلاکت ھے جو فوراً بربادي کا پھل لاتا ھے اور پوري قوم تباہ ھو جاتي ھے -

شخصي اعمال کي اصلاح و درستگي بھي نظام اجتماعي کے قیام پر موقوف ھے - مسلمانان ھند جماعتي زندگي کي معصیت میں مبتلا ھیں - اور جب جماعتي معصیت سب پر چھا گئي ھے تو افراد کي اصلاح کیونکر ھوسکتي ھے ؟

کتاب و سنۃ نے جماعتي زندگي کے تین رکن بتلائے ھیں :

تمام لوگ کسي ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ھوجائیں -

وہ جو کچھہ تعلیم دے ' ایمان و صداقت کے ساتھہ قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھہ احکام ھوں ' انکي بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کي زبانیں گونگي ھوں - صرف اسي کي زبان گویا ھو - سب کے دماغ بیکار ھوجائیں - صرف اُسي کا دماغ کار فرما ھو - لوگوں کے پاس نہ زبان ھو نہ دماغ - صرف دل ھو جو قبول کرے ' صرف ھاتھہ پاؤں ھوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نہیں ھے ' تو ایک بھیڑ ھے ' ایک انبوہ ھے ' جانوروں کا ایک جنگل ھے ' کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ھے ' مگر نہ تو " جماعت " ھے نہ " امت " - نہ " قوم " نہ " اجتماع " - اینٹیں ھیں مگر دیوار نہیں - کنکر ھیں مگر پہاڑ نہیں - قطرے ھیں مگر دریا نہیں - کڑیاں ھیں جو ٹکڑے ٹکڑے کردي جاسکتي ھیں ' مگر زنجیر نہیں ھے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتي ھے -

یہ وقت فصل کاٹنے کا تھا ' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنے جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گم گشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آ گیا جسکی تباھیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی
ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فانی لهم اذا جاءتهم ذکراهم ؟ (۴۷ : ۲۱) اب بھی اگر کام ھے تو یہی کام ھے اور غم ھونا چاھیے تو اسی کا - سچے کام کے کرنے میں کتنی ھی دیر ھوجاے ' مگر جب کبھی کیا جاے ' سچائی ھے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت نا موافق ھے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی ' معصیت اور ھلاکی ھے - لیکن جب کبھی بھی کردیا جاے ' سچائی اور نیکی ھے ' اور اسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی - تمہاری سب سے بڑی گمراھی یہ ھے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے ھو ' اور پھر چیخنے چلانے لگتے ھو ' اور جسطرح اونگھتا ھوا آدمی ایک مرتبہ چونک اٹھتا ھے ' یکایک اعتقاد اور عمل ' دونوں تمہیں یاد آ جاتے ھیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں ھی میں تمہاری مصیبت وجود میں آتی ھے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑجانے پر موقوف ھے - تمہاری مصیبت دائمی ' تمہارا ماتم ھمیشگی کا ' تمہارا روگ تمہاری ھڈیوں کے اندر سمایا ھوا اور چوبیس گھنٹے تمہارے ساتھ ھے - اور ٹھیک اسی طرح تمہاری کامیابی و خوشحالی بھی ھر وقت تمہارے سایے کے ساتھ ساتھ دوڑ رھی ھے - تم وقت پر سامنے آ جانے والی چیزوں کی فکر نہ کرو ' بلکہ اپنا ھمیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کرلو - جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا ' روز نئے نئے روگ لگتے رھینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ھے ' مگر تمہاری بربادی کا مسئلہ کل ھی سے نہیں شروع ھوا - پس نادانو ! تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ھے - ھمیشہ سے اور ھمیشہ کیلیے صرف یہی ھے کہ " ھندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاھیے ' اور قوم و فرد ' دونوں اعتباروں سے ٹھیک ٹھیک اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاھیے " اس ایک کام کے انجام دینے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے - صرف نظر بندوں کے استقبال میں گرد و خاک نہ اڑاتے رھو - غفلت کے بندو ! اپنے ایمان کے سراغ میں نکلو کہ اس نے کیوں تم کو ھمیشے کیلیے چھوڑ دیا ھے ؟

درازي شب و بيـداري من ايں همه هست
ز بخت من خبـر آرید تا کجـا خفتست

اسي مسئلۂ خلافت کو دیکھو! شرعي اور سیاسي' دونوں پہلوؤں سے کسقدر اهم اور نازک معامله ہے؟ اگر آج مسلمانوں میں آنکے ائمۂ و مشاهیر موجود هوتے' تو اُنمیں سے بهي هر شخص زبان نه کهولتا' کسي ایک صاحب نظر و عمل کے احکام پر سب کار بند هو جاتے - لیکن اسکے مقابله میں آج تمهارا کیا حال هـو رها ہے؟ کمیٹیوں اور تجـویزوں کي عادت برسوں سے پڑي هوئي ہے - اسي قینچي سے اس پہاڑ کو بهي کترنا چاهتے هو - هر زبان تجویزیں پیش کر رهي ہے - هر قلم امام و مجتہد کي طرح احکام نافذ کر رها ہے - کوئي کچھه کہتا ہے - کوئي کچھه کہتا ہے - کوئي دهنے بلاتا ہے - کوئي بائیں - کیا اس طوائف الملوکي اور ذهني انارکي کے ساتهه جو عالم فکر و نظر کا ایک پورا پورا غدر ہے' یه مهم سر هوسکتي ہے؟

شرعي پہلو سے مسئله کا یه حال' که ایک صاحب نظر و اجتہاد دماغ کي ضرورت ہے جسکا قلب کتاب و سنۃ کے معارف و غوامض سے معمور هو - وہ اصول شرعیه کو مسلمانان هند کي موجودہ حالت پر' انکے توطن هند کي حدیث العهد نوعیت پر' ایک ایک لمحه کے اندر متغیر هو جانے والے حوادث جنگ و صلح پر' ٹهیک ٹهیک منطبق کرے' اور پهر تمام مصالح و مقاصد شرعیۂ و ملیه کے تحفظ و توازن کے بعد فتوئ شرع صادر کرتا رہے - نه هر عالم اسکا اهل ہے - نه هر مدرسه نشین اس کا اسرار شناس -

سیاسي پہلو سے دیکها جاے تو جو کام فوجوں اور حکومتوں کي طاقت سے انجام پاسکتا ہے' اسکو تم صرف اپنی جماعتي قوت کے استعمال سے حاصل کرنا چاهتے هو - پهر کسقدر نامرادي ہے که وہ قوت بهي ناپید ؟

بلاشبه لوگوں میں احساس اور طلب کي کمي نہیں - نه جوش و سرگرمي کي کمي ہے' اور یه بڑي هي قیمتي چیز ہے - لیکن اگر صحیح راہ عمل اختیار نه کي گئي تو یهي بات سب سے زیادہ مضر بهي هو جاسکتي ہے - جذبات کي مثال استیم کي سي ہے - بغیر استیم کے کچھه نہیں هوسکتا' لیکن وہ بهي بغیر مشین اور سائق (ڈرایور) کے کچھه نہیں کرسکتي - مشین اسکي طاقت کو ترتیب دیتی ، اور ڈرایور اس سے کام لیتا ہے - اگر یه دونوں باتیں

نہیں ہیں ' تو اس سے زیادہ کوئی خطرناک اور مہلک چیز بھی نہیں ہوسکتی - کاش وہ نہ ہوتی - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے ' مگر انجنوں کو ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو ہلاک بھی کردیتی ہے !

" جذبات " اُسی وقت کام دیسکتے ہیں ' جب انکو مرتب کرنے اور انپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھی موجود ہو - و ذلک من عمل النبوة ' و لکن لا یعقلها الا العالمون -

بہر حال اسوقت ' اور ہمیشہ سے ' اور ہمیشہ کیلیے ' " راہ عمل " یہی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کی جماعتی زندگی اختیار کرلیں - اسی پر مسئلۂ خلافت اسلامی کے بھی تمام مہمات و اعمال موقوف ہیں -

(آل انڈیا خلافت کمیٹی اور فراہمی زر اعانة)

تمام مسلمانوں کو اُن ہمدردان ملت کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور تمام ملک میں اسکی شاخوں کے قیام کا سرو سامان کیا - اس کمیٹی کا قیام وقت کا صحیح اور مفید کام ہے بشرطیکہ پوری مستعدی کے ساتھہ ایک کثیر و طاقتور فنڈ کی فراہمی میں مسلمان اسکا ساتھہ دیں - ہر حال میں پہلی اور ناگزیر منزل مال کی پیش آتی ہے - روپیہ کی ایک بڑی مقدار بجاے خود کام اور طاقت ہے -

خلافت کمیٹی کو تبلیغ و اشاعت کا وسیلہ اور فنڈ کی فراہمی کا نظام سمجھنا چاہیے ' اور اسکا کام پوری مستعدی اور سرگرمی سے جاری رہنا چاہیے - ہندوستان کا کوئی گوشہ ' کوئی آبادی ' کوئی گاؤں ' خلافت کمیٹی سے خالی نہ رہے - نہ کوئی مسلمان ایسا باقی رہے جو ہندوستان میں بستا ہو اور خلافت فنڈ کیلیے اس سے چندہ نہ مانگا گیا ہو -

تم نے غور سے سنا یا نہیں ؟ میں نے کیا کہا ؟ میں نے کہا " چندہ نہ مانگا گیا ہو " - یہ نہیں کہا کہ " چندہ دیا ہو " - یعنی اگر تم ہزار طرح کی فکروں اور نئی نئی تجویزوں اور سوالوں سے بالکل خالی الذہن ہوکر مہینے دو مہینے کے اندر صرف یہی دو کام انجام دیدو - ایک زمین کا - دوسرا انسانوں کا - زمین کا یہ کہ کوئی گوشہ خلافة کمیٹی کے وجود سے خالی نہ رہے - انسانوں کا یہ کہ کسی مسلمان فرد کے کان طلب اعانت کے سوال سے نا آشنا نہ رہجائیں ' تو یاد رکھو کہ بجاے خود یہ ایک بڑا سے بڑا کام ہوگا جو تم ہندوستان میں انجام دیسکتے ہو -

جو لوگ ایثار و قربانی کی بڑی بڑی مہموں کا دعوا کیا کرتے ہیں ' انکو سب سے پہلے مالی قربانی کی ابتدائی اور سہل ترین منزل سے گزر جانا چاہیے - اگر وہ روپیہ بھی نہیں دیسکتے اور اسکی فراہمی کی زحمت بھی انسے جھیلی نہیں جا سکتی ' تو پھر خواہ کتنے ہی بڑی بڑی اور پرجوش آمادگیوں کا اظہار کریں ' نہ عقل اُنکی تصدیق کریگی ' نہ شرع قبول کریگی -

لیکن خلافت کمیٹی کا کام مسلمانوں کو نظام جماعتی و شرعی کے قیام سے مستغنی نہیں کر دیسکتا - خلافت کمیٹی روپیہ جمع کریگی ' ایجی ٹیشن جاری رکھیگی - تبلیغ و اشاعت کریگی - لیکن نہ تو وہ قوم کو سنبھال سکتی ہے ' نہ کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا ہوسکتی ہے ' نہ شرعی نظام کی قائم مقامی ہو سکتی ہے - وہ خود احکام شرعیہ کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالا تر قوت حاکمۂ و نافذہ کی محتاج ہے - اور اگر وہ نہیں ہے تو پھر اسکی ہستی بھی قائم نہیں رہسکتی -

نظام شرعی یہ نہیں ہے کہ ہر شخص فرداً فرداً سونچتا رہے کہ مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاہیے ؟ اور اخبارون میں آرٹیکل لکھے جائیں کہ عملی راہ کیا ہونی چاہیے ؟ اور نہ ہر شخص یا چند آدمیوں کی گڑھی ہوئی کمیٹی کو یہ حق ہے کہ لوگوں کو کسی راہ کی طرف دعوت دینا شروع کردے - یہ کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا ہے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہو - وہ وقت اور حالت پر اصول شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار دانی و نکتہ شناسی کے ساتھہ نظر ڈالیگا ' اُمت و شرع کے اصولی مصالح و فوائد اسکے سامنے ہونگے - کسی ایک گوشے ہی میں ایسا مستغرق نہ ہو جائیگا کہ باقی تمام گوشوں سے بے پروا ہو جاے :

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء !

سب سے بڑھکر یہ کہ اعمال مہمۂ اُمت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار ہوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرۃ کے بعد ہر وقت ' ہر تغیر ' ہر حالت کے لیے احکام شرعیہ کا استنباط کریگا -

(اتبعون ٬ اهد کم سبیل الرشاد)

عزیزان ملت ! اس طول طویل صحبت میں جسقدر باتیں میں نے تم سے کہي هیں٬ اُن میں کوئي بات بهي ایسي نہیں هے جو میري زبان پر نئي هو - بلکہ یہ تمام وهي باتیں هیں جو پچھلے دس سالوں سے برابر کہتا رہا هوں ٬ اور اگر الهـلال والبـلاغ کي پیهم صدائیں تمهارے حافظہ میں فراموش نہیں هوگئي هیں ٬ تو تم اسکي تصدیق کرسکتے هو - تمهارے رهبروں اور پیشواؤں کي رائیں اور صدائیں کتني هی مضطرب و متزلزل رهي هوں ٬ لیکن میـري طرف دیکهـو ! میں ایک انسـان تم میں مـوجود هوں جو دس سال سے صرف ایک هي صدائے دعوۃ بلند کررها ٬ اور صرف ایک هي بات کي جانب تڑپ تڑپ کر بلا رها اور لوٹ لوٹ کر پکار رها هے - و لکن لا تحبون الناصحین (۷ : ۷۸) مگر افسوس کہ تم حقیقي اور سچي بات کہنے والوں کو پسند نہیں کرتے - تم نمائش کے پجاري ٬ شور و هنگامہ کے بندے٬ اور وقتي جذبات و انفجار هیجان کي مخلوق هو - تم میں نہ امتیاز هے نہ نظر - نہ تم جانتے هو نہ پہچانتے هو - تم جسقدر تیز دوڑ کر آتے هو٬ اُتني هي تیزي کے ساتهہ فرار بهي کر جاتے هو - تمهاري اطاعت جسقدر سہل هے اور تمهاري ارادت جتني سستي ٬ اُتناهي تمهاري انحراف آسان هے ٬ اور اُسي نسبت سے تمهاري مخالفت بهي ارزان هے - پس نہ‌تو تمهاري تحسین کي کوئي قیمت ٬ نہ تمهاری توهین کا کوئی وزن - نہ تمهارے پاس دماغ هے نہ دل - وسارس هیں جنکو تم افکار سمجهتے هو - خطرات هیں جنکو تم عزائم کہتے هو - خدارا بتلاؤ ! میں تمهارے ساتهہ کیا کروں ؟ کیا یہ سچ نہیں هے کہ آج جن باتوں کیلیے تم رو رهے هو٬ یہ وهي باتیں هیں جو ایک زمانے میں میري زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب کي چیخ بنکر نکلتي تهیں ٬ مگر تمهارے سینے کے اندر پتهر کا ایک ٹکڑہ هے ٬ اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آ جاتي تهیں ٬ اور تم یکقلم انکار و اعراض میں غرق تهے ؟

تم نے همیشہ اعراض کیا - تم نے اعـراض هي نہیں کیـا ٬ بلکہ جعلوا اصابعهم في آذانهم ٬ و استغشوا ثیابهم ٬ و اصروا ٬ و استکبروا استکبارا [۷۱ : ۷] کي ساري سنتیں غفلت و انکارکي تازہ کردیں - میں نے تم میں سے هر گروہ کو ٹٹولا - میں نے دلوں اور روحوں کا ایک ایک گوشہ

چھان مارا - جب کبھی کوئی بہتر دیکھی ' فریاد کی - جب کبھی انسانوں کو دیکھا اپنی طرف بلایا - لیکن فلم یزد ہم دعائی الا فرارا [۷۱ : ۶] بہت کم روحیں ایسی نکلیں جنکو حقیقت کا فہم ہو ' اور بہت کم دل ایسے ملے جو طلب و عشق سے معمور ہوں - یہانتک کہ میں تمہاری آبادیوں سے الگ ہوکر رانچی کے گوشۂ قید و بند میں چلا گیا ' اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں بھی میری صبحیں اور میری شامیں کن فکروں اور کاموں میں بسر ہوتی رہیں - اب میں پھر تم میں واپس آ گیا ہوں - لیکن تمہاری بھیڑوں اور غولوں میں سچی جستجو کا چہرہ اسی طرح مفقود ہے ' جیسا کہ ہمیشہ سے مفقود رہا ہے - ابتک حقیقت شناسی کی کوئی گیرائی تم میں نظر نہیں آتی - تم مجھے بلاتے ہو کہ استقبال سے بھرے ہوے ریلوے اسٹیشنوں پر اتارو ' اور ایسے پرجوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے ہاتھوں میں فتح مند فوجوں کی طرح جھنڈیاں ہوں ' اور پھر اتنے انسان میری گاڑی کے چاروں طرف اکٹھے کردو کہ انکے ہجوم میں دو چار آدمیوں کا خون ہو جاے ' مگر آہ ! میں تمہاری ان بھیڑوں کو لیکر کیا کروں جب تمہارے دلوں میں سناٹا چھایا ہوا ہے ' اور تمہارے اس جوش استقبال سے مجھے کیا خوشی ہو جب تمہاری روحیں موت کی افسردگی سے مرجھائی ہوئی ہیں - افسوس ! تم میں کوئی نہیں جو میری زبان سمجھتا ہو - تم میں کوئی نہیں جو میرا شناسا ہو - میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تمہارے اس پورے ملک میں ایک بے یار و آشنا غریب الوطن ہوں :

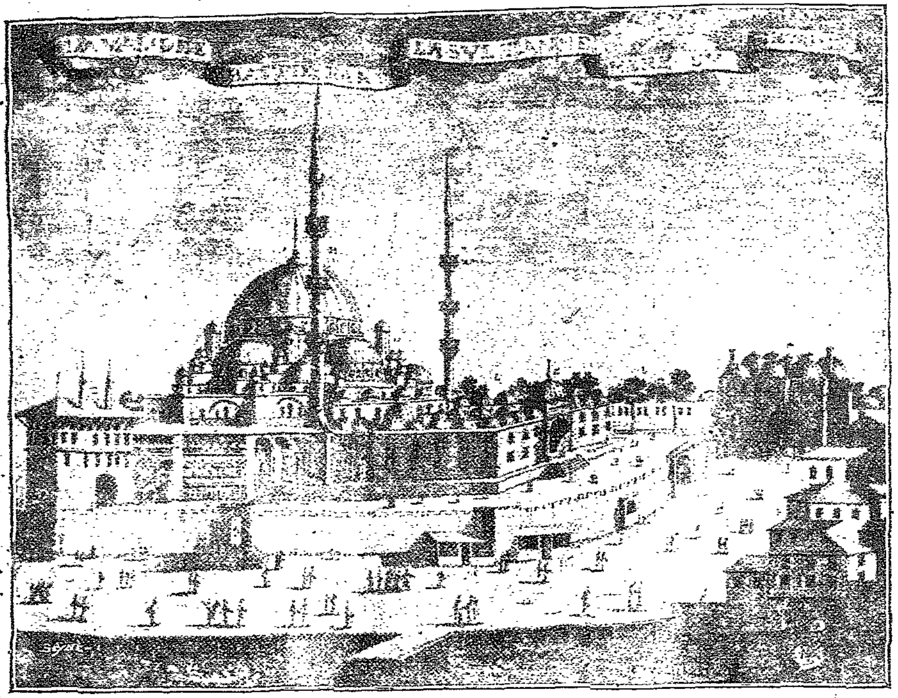
من بہر جمعیتے نالاں شدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من * وز درون من نہ جست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست * لیک کس را گوش آن منظور نیست

میری راہوں میں نہ کبھی تبدیلی ہوئی نہ میرے سفر میں کبھی یمین و یسار کا تذبذب پیش آیا ہے - تبدیلیاں فکروں میں ہوسکتی ہیں ' قیاسوں میں ہوسکتی ہیں ' پولیٹکل حکمت عملیوں میں ہوسکتی ہیں ' انسانی تقلید اسکا سر چشمہ ہے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع ' لیکن ان عقائد میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی جو وحی و تنزیل کی اٹل اور دائمی ہدایتوں سے ماخوذ ہوں - الحمد للہ کہ میں جو کچھ کہتا اور کرتا رہا ' وہ میرے عقائد و معلومات تھے ' تمہارے بتوں کی طرح ارادہ

و مظنونات نه تهے - و ان الظن لا يغني من الحق شيئا (۵۳ : ۳) اسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں هي نے کہدیا کہ یہ ایک طرح کي مذهبي بغاوت اور ما فوق الفطرة دعووں کا اعلان هے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصلہ هي کردیا کہ یہ صرف فصاحت و بلاغت کي ساحري اور ادیبانه افسونگري هے : اکتتبها فهي تملي عليه بكرة و اصيلا (۲۵ : ۷) لیکن دیکھو ! بالاخر رفتہ رفتہ سب نے اپني جگہیں چھوڑدیں - سب اسي راہ پر چل پڑے - بہتوں نے دانستہ ' اور بہتوں نے نا دانستہ ' مگر راہ سب نے وهي اختیار کي - آج تم سب اسي " ما فوق الفطرة دعووں " اور " ساحرانہ فصاحت طرازیوں " کو اپنا اصل الاصول بنائے هوے هو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع مذهب " کے ناموں سے اسے موسوم کرتے هو -

پس جبکہ یہ تجربۂ و مشاہدہ تمہارے سامنے هے ' تو آج میں اعلان کرتا هوں کہ دوسرے تجربہ کا وقت آگیا - راہ عمل کیلیے تمہارا رخ وہ هے جسکي طرف دوڑ رهے هو- اور میري راہ وہ هے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا هوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کیا کرتے ' مگر منتظر رهتے هو کہ پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں هواؤں میں پاني کي بو سونگھہ لینے کا خوگر هوں ' اور صرف بادلوں هي کو دیکھہ لینا میرے علم کیلیے کافي هے - پس اگر پچھلا تجربہ کافي هے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھي اور انتظار کرنا چاهتے هو تو انتظار کر دیکھو - فستذكرون ما اقول لكم ' وافوض امري الى الله - ان الله بصير بالعباد (۴۰ : ۴۷)

ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کا بیرونی منظر



نام نہاد مجلس صلح فیصلہ کرنا چاہتی ہے کہ ولایت ایڈریا نوپل کو
قسطنطنیہ سے الگ کردیا جاے

ضميمة

جدول سنين خلافة اسلاميه

عدد	خلفاء		سنه هجري	سنه مسيحي
١	ابوبكر الصديق	(رض)	١١	٦٣٢
٢	عمر بن الخطاب	(رض)	١٣	٦٣٤
٣	عثمان بن عفان	(رض)	٢٣	٦٤٤
٤	علي بن ابي طالب	(رض)	٣٥	٦٥٢
	سلسلة بنو امية			
٥	معاويه بن ابي سفيان		٤١	٦٦١
٦	يزيد بن معاويه		٦٠	٦٨٠
٧	معاويه بن يزيد		٦٤	٦٨٣
٨	مروان بن الحكم		٦٤	٦٨٣
٩	عبد الملک بن مروان		٦٥	٦٨٤
١٠	الوليد بن عبد الملک		٨٦	٧٠٥
١١	سليمان بن عبد الملک		٩٦	٧١٤
١٢	عمر بن عبد العزيز		٩٩	٧١٧
١٣	يزيد بن عبد الملک		١٠١	٧١٩
١٤	هشام بن عبد الملک		١٠٥	٧٢٣
١٥	الوليد بن يزيد بن عبد الملک		١٢٥	٧٤٢
١٦	يزيد بن الوليد		١٢٦	٧٤٣
١٧	ابراهيم بن الوليد		١٢٦	٧٤٣
١٨	مروان بن محمد بن مروان		١٢٧	٧٤٤
	سلسلة عباسيه			
١٩	ابو العباس سفاح		١٣٢	٧٤٩
٢٠	ابو جعفر منصور		١٣٧	٧٥٤
٢١	المهدي بن منصور		١٥٨	٧٧٤

٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المأمون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٢٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل على الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٢٥٦	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفي بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفي بالله بن المقتفي	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٣٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٢٩	١١٣٥
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئ بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٧٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئ	٥٧٥	١١٨٠
٥١	الظاهر بالله بن الناصر	٦٢٢	١٢٢٥

۵۲	المستنصر باللہ بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم باللہ بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عباسیۂ مصر

۵۴	المستنصر با للہ	۶۵۹	۱۲۵۸
۵۵	الحاکم بامر اللہ	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستکفي با للہ	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با للہ	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاکم بامر اللہ	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با للہ	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوکل علی اللہ	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق با للہ	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعين با للہ	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با للہ	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستکفي با للہ	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر اللہ	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با للہ	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوکل علی اللہ	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با للہ	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوکل علی اللہ	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلۂ عثمانیہ

۷۰	سلیم خان اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سلیمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سلیم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفی اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

٧٨	مراد رابع	١٠٣٢	١٦٢٣
٧٩	ابراهيم اول	١٠٣٩	١٦٤٠
٨٠	محمد رابع	١٠٥٣	١٦٧٤
٨١	سليمان ثاني	١٠٩٩	١٦٨٧
٨٢	احمد ثاني	١١٠٢	١٦٩١
٨٣	مصطفى ثاني	١١٠٦	١٦٩٥
٨٤	احمد ثالث	١١١٥	١٧٠٣
٨٥	محمود اول	١١٤٢	١٧٣٠
٨٦	عثمان ثالث	١١٦٨	١٧٥٤
٨٧	مصطفى ثالث	١١٧١	١٧٥٧
٨٨	عبد المجيد اول	١١٨٧	١٧٧٣
٨٩	سليم ثالث	١٢٠٣	١٧٨٩
٩٠	مصطفى رابع	١٢٢٢	١٨٠٧
٩١	محمود ثاني	١٢٢٣	١٨٠٨
٩٢	عبد المجيد	١٢٥٥	١٨٣٩
٩٣	عبد العزيز	١٢٧٧	١٨٦١
٩٤	مراد خامس	١٢٩٣	١٨٧٦
٩٥	عبد الحميد ثاني	١٢٩٣	١٨٧٦
٩٦	محمد خامس		
٩٧	امير المومنين السلطان محمد خان سادس - خلد الله ملكه و شوكته -		

تصحيح

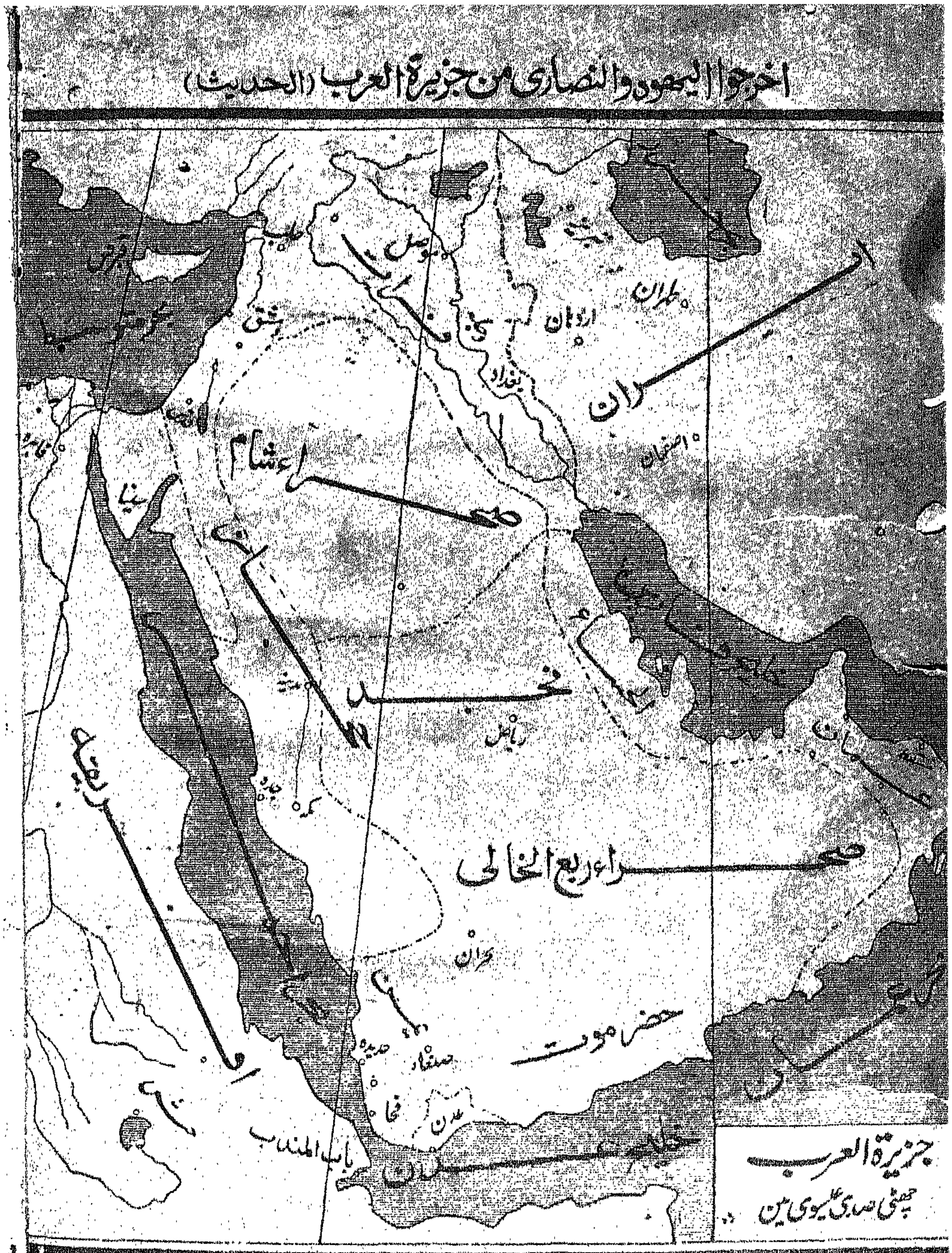
صفحه ٦٩ - سطر ٢٧ - میں ھے کہ حافظ عسقلاني اور قاضي عيني نے آٹھویں صدي میں بخاري کی شرحیں لکھیں - اسکو یوں پڑھنا چاھیے : " آٹھویں صدي یا نویں صدي کے اوائل میں "

صفحه ٨٠ - سطر ٢٠ - میں ھے " ھندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا " یہ صحیح نہیں ھے - یوں پڑھنا چاھیے " بابر کي قسمت آزمائیوں کا زمانہ تھا "

صفحه ٥٣ سطر ١٥ کے آخري لفظ " تمهاري " کے بجائے " تمهارا " پڑھیے -

یہ رسالہ بالکل قلم برداشتہ لکھا گیا ھے - تحریر و طباعة ' دونوں کا سلسلہ ساتھہ ساتھہ جاري رھا - نظر ثاني و مراجعت کتب کا بالکل موقعہ نہ تھا - اسلیے اکبر کے زمانہ کي تعیین میں غلطي ھوگئي -

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ، هُوَ
اجْتَبٰكُمْ ، وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ، هُوَ
سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ، وَ
تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوْا
بِاللّٰهِ ، هُوَ مَوْلٰكُمْ ، فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ
نِعْمَ النَّصِيْرُ ! (۲۲ : ۷۸)



البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین ۔ کلکتہ